سلسلہ تلقین حسن معاشرت و تعلیم نیک کرداری و اخلاق کی پہلی کتاب صرف لڑکوں کے لیئے

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلہم بالتی ہی احسن

(لوگوں کو) عقل کی باتوں اور اچھی نصیحتوں سے
اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ اور اُن کے ساتھ
بحث (بھی) کرو (تو) ایسے طور پر کہ وہ لوگوں کے نزدیک بہت ہی پسندیدہ ہو

مرد باید کہ گیرد اندر گوش — ور نبشت است پند بر دیوار

حرزِ اطفال

جس میں

لڑکوں کے لیئے بیش بہا نصائح کے علاوہ اخلاقی تعلیم کا قابلِ قدر ذخیرہ ہے اور افعالِ قبیحہ عاداتِ ذمیمہ مضر نتائج اور اُن سے بچنے کی عمدہ تدابیر بطور حفظ ما تقدم نہایت دل چسپ پیرایے میں بیان کیئے گئے ہیں

مصنفہ

مولوی بشیر الدین احمد [illegible] اول تعلقدار (ڈپٹی کلکٹر) پنشنر ایم آر اے ایس سرکار عالی نظام خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

خلف الرشید

عالی جناب شمس العلماء ڈاکٹر مولوی حافظ نذیر احمد صاحب

ایل ایل ڈی - ڈی او ایل

سنہ ۱۹۱۷ عیسوی مطابق سنہ ۱۳۳۵ھ

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ڈیڈیکیشن

ہماری قوم کے وہ ہزارہا ہونہار بچّے جو اپنی پیدائش کے عجیب و غریب حالات اور غرض و غایت خلقتِ انسان سے ناواقفِ محض ہیں اور جو بوجہ کم عمری اور ناتجربہ کاری نیک و بدزمانہ سے بے خبر رہ کر انواع و اقسام کے ناگفتہ بہ مصائب میں مبتلا ہو کر عمر بھر کفِ حسرت و افسوس ملتے رہتے ہیں اور جن پر ہماری آنکھیں لگی ہوئی ہیں کہ اُن کی آیندہ کی بھلائی بُرائی پر قوم کی تقدیر کا فیصلہ منحصر ہے ہم یہ دوستانہ اور خیرخواہانہ نصائح سودمند اور اخلاقی مضامین نہایت سچّی ہمدردی اور دل سوزی سے اُن نونہالوں کی نذر کرتے ہیں تاکہ وہ پہلے سے باخبر ہو کر افعالِ قبیحہ و عاداتِ ذمیمہ سے محترز رہیں۔

گلشن میں صبا کو جستجو تیری ہی	بلبل کی زبان پہ گفتگو تیری ہی
ہر رنگ میں جلوہ ہی تیری قدرت کا	جس پھول کو سونگھتا ہوں بو تیری ہی

خداوند جلّ و علاَ شانہٗ کی حمد کے لیئے انسان ضعیف البنیان کہاں سے ایسی زبان اور ایسی گویائی لاسے جو اِس فریضے کو کما حقہٗ ادا کرسکے انسان کی عقل محدود۔ ناچار اپنے عجز اور درماندگی کا معترف ہونا پڑتا ہی۔ جدھر دیکھیئے اُس کی قدرت کے بے شمار جلوے نظر آتے ہیں۔ جن کو دیکھ کر دل بے اختیار اُس کی وحدانیت عظمت و جبروت اور قدرت کا کلمہ پڑھنے لگتا ہی۔ اُس کی نعمتیں بے حد۔ اُس کی قدرت کے کرشمے لَا تُحْصیٰ وَلَا تُعَدُّ[1]۔

حمد کے بعد نعت کا مرحلہ ہی ہمارے لیئے وہ بھی ایک عقدہٗ لاینحل ہی جس کی شان میں ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہی ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ تو اب بس ہماری کیا مجال ہی کہ ہم لب کشائی کریں۔ ہم نے گمراہی سے ہدایت۔ بت پرستی و ضلالت سے نجات اُسی ذاتِ اقدس کی بدولت پائی۔ سبحان اللہ کیا ذات بابرکت ہی۔ بس جس کی ذات والاصفات جمیع عالم کے لیئے رحمتِ کاملہ ہو اُس کا کیا پوچھنا ہی اور جس کی شان میں۔ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ[2]۔ آیا ہو ہماری کیا بساط ہی کہ کچھ اِس سے بڑھ کر کہہ سکیں

[1] جس کا حد و شمار نہیں۔ ۱۲ [2] اور بے شک تمہارے اخلاق بڑے (اعلیٰ درجے کے) ہیں۔ ۱۲

پس مفید و مختصر یہ ہی۔

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ ؁ کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ ؁ حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ ؁ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ[۱]

فی زماننا قصّے کہانیوں کی کتابیں تو حشرات الارض کی طرح بہت چل پڑی ہیں جن سے کوئی مفید نتیجہ مترتّب نہیں ہوتا بلکہ سچ پوچھیئے تو اُلٹی خرابی ہوتی ہی لیکن کام کی کتابیں جن کی بہت ضرورت ہی وہی بہت کم ہیں۔ آج کل کی نئی پود کو دیکھیئے تو انگریزی تعلیم کی بدولت اُن کے سروں میں آزادی کی صدائے بے ہنگام ایسی گونج رہی ہی کہ جس کا کچھ ٹھکانا نہیں۔ مذہبی خیالات کو فلسفہ نے تباہ کر دیا مگر انگریزی تہذیب نے ہماری سہی سہی بھلمنساہت کو بھی بٹہ لگا دیا

باراں[۲] کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست ؁ در باغ لالہ روید و در شورِ بوم خس

انگریزوں کی بُرائیاں تو ہم نے چُن چُن کر اختیار کیں مگر اُن کی خوبیاں کچھ بھی نہ لیں ؎

عیسائیوں میں ساری مسلماں کی خصلتیں ؁ اسلامیوں میں اُن کی سی کوئی ادا نہیں

کوّا چلا ہنس کی چال وہ اپنی چال بھی بھول گیا۔ انگریز ہم کو اپنی سوسائٹی میں ملاتے نہیں مسلمانوں سے ملنے میں ہماری جنٹلمینیت مانع ہی پس اس زمانے کے انگریزی والوں کی وہی مثل ہوئی ہی۔ ازیں سُو راندہ وزاں سُو درماندہ۔ غرض انگریزی تعلیم یافتہ عجب کشمکش میں پھنس گئے ہیں۔ نہ پائے[۳] رفتن نہ روئے ماندن۔ ان کی بگ ٹٹ دوڑ کے لیئے کچھ روک تھام ضرور ہی اور وہ جب ہی ممکن ہی کہ بچپنے سے بچوں کے دلوں میں مذہبی خیالات بخوبی جمائے جائیں۔ اُن کے اخلاق کی درستی کی جائے۔ اُن کو بُری صحبتوں اور بُرے کرتوتوں سے بچایا جائے۔ تربیت اولاد صرف یہی نہیں ہی کہ اولاد کو پال پوس کر بڑا کر دیا روٹی کما کھانے کو کچھ تھوڑا بہت پڑھوا دیا یا کوئی ہنر سکھا دیا اُن کا شادی بیاہ کر دیا اور

۵۱ آپ بہ سبب اپنے کمال کے (جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذاتِ پاک میں پیدا کیا تھا) بلند مرتبے پر پہونچے اور اپنے جمال مبارک کے نور سے کفر و عصیان کی تاریکی کو دُور کر دیا۔ آپ کی تمام خصلتیں نیک تھیں۔ آپ پر اور آپ کی آل پر درود شریف پڑھو ۱۲۔

۵۲ مینہ تو سب جگہ فائدہ مند ہی یہ زمین کی خوبی ہی کہ کہیں پھول اُگتے ہیں۔ کہیں گھاس پات ۱۲۔

۵۳ نہ جانے کی طاقت ہی نہ ٹھہرنے کی ۱۲۔

اور اپنے دل میں خوش ہو گئے۔ این[ه۱] بار گراں بود داشد چہ بجا شد۔ اگر والدین نے اسی قدر ذمہ داری اولاد کی اپنے ذمہ سمجھی ہے تو سراسر غلطی کی ہے ماں باپ کا بڑا بھاری فریضہ اُن کے اخلاق کی تہذیب۔ مزاج کی اصلاح۔ اُن کے عادات کی درستی۔ اُن کے خیالات اور معتقدات کی تصحیح ہے۔ اب ہر شخص جو بال بچوں والا ہے اپنی اپنی جاسے پر احتساب کرلے کہ اس نے اُن بچوں کے لیئے جو ایک بڑی نعمت ہیں اور خدا کی طرف سے بطور امانت سپرد کیئے گئے ہیں اس کٹھن ذمہ داری کو کس حد تک پورا کیا۔ یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ[ه۲] کوئی شخص تربیت اولاد کے فرض کو بہ احسن الوجوہ ادا نہیں کرسکتا جب تک کہ وہ اپنی شائستگی کا نمونہ اُن کو نہیں دکھاتا اور اولاد کے ساتھ برتاؤ محتسبانہ طور کا نہیں رکھتا ماں باپ اپنے کردار ناشائستہ کے نمونے اولاد کو دکھلائیں اور پھر توقع اس بات کی رکھیں کہ وہ بڑے ہو کر زبانی پند اور کتابی نصیحتوں پر کاربند ہو کر نیک اُٹھیں۔ این[ه۳] خیال است و محال است و جنون۔ اس میں شک نہیں کہ اولاد کی محبت بے قراری کی ہوتی ہے ہر شخص[ه۴] را عقل خود بہ کمال نماید و فرزند خود بجمال لیکن بعض لوگ اپنی محبت کو اس درجے بڑھا دیتے ہیں کہ اولاد کے حق میں سم قاتل ہو جاتی ہے پہلے تو وہ اولاد کی طرف سے ایسے غافل رہتے ہیں کہ اُن کو اولاد کے عیب پر آگہی ہی نہیں ہوتی اور ہوتی بھی ہے تو اِس کان سُنا اُس کان اُڑا دیا یا بات کو ٹال دیا چشم پوشی کرلی کبھی مقتضا ئے عمر یا نتیجۂ جودت و ذہانت طبع کے ساتھ تاویل کرلی۔ عذر گناہ بدتر از گناہ[ه۵]۔ بہر حال اپنی اولاد کا کوئی عیب عیب نہیں معلوم دیتا۔ حُبُّكَ الشَّیْءَ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ[ه۶]۔ جاننا چاہیئے کہ ہر شخص کا گھر ایک چھوٹی سی سلطنت ہے باپ اُس کا بادشاہ اور ماں وزیر ہے جس طرح بادشاہ کو اپنی

ه۱ یہ بھاری بوجھ تھا کیا اچھا ہوا کہ (اُس کا فرض) ادا ہو گیا ۱۲ ه۲ مسلمانو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل (و عیال) کو (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن ہوں گے آدمی اور پتھر ۱۲ ه۳ یہ صرف خیال ہی خیال ہے جو بالکل ناممکن ہے بلکہ جنون ہے ۱۲ ه۴ ہر شخص اپنے آپ کو بڑا عقلمند سمجھتا ہے اور اسی طرح ہر شخص اپنے ہی بچے کو بہت خوب صورت جانتا ہے ۱۲ ه۵ کسی گناہ کا (خواہ مخواہ) عذر کرنا گناہ سے بھی زیادہ بُرا ہے ۱۲ ه۶ کسی چیز کی محبت انسان کو اندھا بہرا کر دیتی ہے ۱۲۔

رعایا کی بہبودی اور خبر گیری فرض ہے اسی طرح والدین تربیت اولاد کے ہر طرح ذمہ دار ہیں۔ وَالَّذِیۡ[۱] عَشِیۡرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ تربیتِ اولاد کے لیئے بہت تھوڑا زمانہ ہے جب تک بچّے کم سن ہیں تربیت پذیر ہیں جس ڈھرّے پر انہیں لگادو پڑلیں گے۔ بڑے ہوئے پیچھے جب کہ بیٹا باپ کے برابر کا بھائی معلوم ہونے لگتا ہے نہ وہ وقت تعلیم و تربیت کا ہے نہ سرزنش کا بلکہ جب شروع میں بنیاد بگڑ گئی تو پھر سنبھالے نہیں سنبھل سکتی۔ اِنَّ[۲] الْغُصُوْنَ اِذَا قَوَّمْتَهَا اعْتَدَلَتْ ۛ وَلَیْسَ یَنْفَعُكَ التَّقْوِیْمُ بِالْخَشَبِ ۝

سرِ چشمہ[۳] شاید گرفتن بہ بیل		چو پُر شد نہ شاید گذشتن بہ پیل	

ماں باپ کی اس غفلت کا نتیجہ یہ ہے کہ قوم روز بروز قعرِ مذلّت میں گرتی چلی جاتی ہے۔ اشعار

جن کی عمارتیں بہ فلک سرکشیدہ تھیں — نسلوں میں اُن کے رہنے کا اب جھونپڑا نہیں
جن کے گھروں میں مخملِ رومی کے فرش تھے — اب اُن کے پاس بیٹھنے کو بوریا نہیں
تنور گرم رہتے تھے جن کے شبانہ روز — نوبت یہ ہے کہ چولھے پہ اُن کے توا نہیں
دادا کو دیکھا عالم و فاضل تھے مستند — پوتے سے پوچھتے ہیں تو حرف آشنا نہیں
با وا فقیر تھے کہ انہیں پوجتے تھے لوگ — بیٹا فقیر ہے کہ کوئی پوچھتا نہیں

یہ ساری خرابی ہماری بے[۴] خبری کے نتائج ہیں۔ از ماست کہ بر ماست اگر ہم شروع ہی سے روک تھام کریں تو کیا معنی کہ ان اسقام کی اصلاح نہ ہو۔ میرا خیال مدّت سے تھا کہ تلقین حسنِ معاشرت اور تعلیم نیک کرداری و اخلاق کا ایک سلسلہ لڑکوں اور لڑکیوں کے واسطے لکھوں الحمد للہ کہ یہ پہلی کتاب اُسی سلسلے کی خاکسار نے ترتیب دی ہے لیکن وہی مشکل مجھے بھی پیش آئی جو میرے والد ماجد کو توبۃ النصوح کی تصنیف کے وقت پیش آئی تھی اُس کو ہم جناب ممدوح ہی کے الفاظ میں درج کرتے ہیں" لیکن نیکی کو مذہب سے جدا کرنا ایسا ہی جیسے کوئی شخص

---

[۱] اور (خاص کر) اپنے رشتے داروں کو (عذابِ خدا سے) ڈراؤ ۱۲ [۲] نرم ٹہنی کو جب چاہو سیدھا کر لو سیدھی ہو جائے گی لیکن سوکھی لکڑی کو سیدھا کرنے کی کوشش کرنا بے کار ہے ۱۲ [۳] جہاں سے چشمہ نکلتا ہے وہاں تو ذرا سی ڈاٹ لگا دینے سے بھی رُک سکتا ہے اور جب (وہی چشمہ) طغیانی پر آجاتا ہے تو ہاتھی (جیسا گران ڈیل جانور) بھی پار نہیں ہو سکتا ۱۲ [۴] اپنی اپنی کرنی اپنی اپنی بھرنی ۱۲

روح کو جسد سے یا بُو کو گل سے یا نور کو آفتاب سے یا عرض کو جوہر سے یا ناخن کو گوشت سے
علیحدہ اور منفک کرنے کا قصد کرے۔ اِدھر تو انضمام مذہب ایک امر ناگزیر ہی اور اُدھر اختلاف
مذہب جو اِس ملک میں اِس کثرت سے پھیلا ہوا ہی کہ گویا ہر کوڑی آدمی ایک جُدا مذہب
رکھتے ہیں آنکھیں دکھا رہا ہی۔ لوگوں میں ہی اِس بلا کا تعصب آگیا ہی کہ کیسی ہی اچھی بات
کیوں نہ کہی جائے دوسرے مذہب والے اُس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے جَعَلُوْٓا
اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ[ف] مضمون جس کو میں نے ایک فرضی قصّے اور بات چیت کے طرز پر
لکھا ہی۔ مذہبی پیرایے سے تو خالی نہیں اور خالی ہونا ممکن نہ تھا لیکن تمام کتاب میں کوئی بات
ایسی بھی نہیں ہی جو دوسرے مذہب والوں کی دل شکنی یا نفرت کا موجب ہو بلکہ جہاں جہاں
ضرورتاً مذہبی تذکرہ آگیا ہی وہ ایسے طور کا ہی کہ دوسرے مذہب والے بھی اُس طرح کے عقیدے
رکھتے ہیں صرف اصطلاح و عبارت کا تفرقہ ہی وَلَا مُشَاحَةَ فِی الْاِصْطِلَاحِ[ف] مثلاً مسلمانوں
کی نماز وہی ہندوؤں کی پوجا پاٹ ہی مسلمانوں کا روزہ ہندوؤں کا برت۔ مسلمانوں کی زکوٰۃ
ہندوؤں کا دان پُن۔ وَقِسْ عَلٰی هٰذَا[ف] پس اِس قسم کی کتاب میں جب تک مذہب کی
چاشنی نہ ہوگی اور اخلاق کی تعلیم ممکن نہیں اور مذہب کے اعتبار سے کسی نہ کسی مذہب کے اصول کو اختیار کرنا ہوگا
اِس لیے ہم نے مسلمانوں کے مذہب پر یہ کتاب لکھی ہی مگر خدا کی وحدانیت اُس کی عظمت اُس کی قدرت
و جبروت نیکی راستی اور ایمانداری یہ سب خوبیاں ہر مذہب کی تعلیم میں داخل ہیں۔ چوری۔
زنا بدکاری جھوٹ غیبت جو مذہب اسلام میں مبغوض ہیں دنیا کے دیگر مذاہب میں بھی
مذموم ہیں اِس لیے یہ کتاب ہر مذہب کے افراد کے لیے یکساں مفید ہی اس کتاب کے پڑھنے
کے بعد ہر شخص کو اپنا پچھتایا یاد آجائے گا اور وہ ضرور اس بات کو تسلیم کرے گا کہ فی الواقع،
کم سن بچوں کے لیے ایسی کتاب کی بہت ضرورت ہی جو لڑکوں کو پاک اور عمدہ خیالات کی
طرف متوجہ کرے اُن کے دلوں سے بُرائی کو دھوئے اُن کو گناہوں سے ڈرائے اور بچائے
اکتساب علم کی رغبت دلائے۔ راستی اور راست بازی کی تعلیم دے اُن کو وہ باتیں

[ف] کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں [ف] اور اصطلاح ٹھیرا لینے کا ہر ایک کو اختیار رہی۔ اس میں کسی کو
کیوں عذر ہونے لگا ۱۲ [ف] اور اسی پر اَور چیزوں کو بھی قیاس کر لو ۱۲۔

پہلے سے بتلاے جن کا جاننا اُن کے لیئے ضرور ہی اور گو وہ اُن باتوں کو اس وقت نہ جانتے ہوں مگر آگے چل کر ضرور جانینگے اور بُری طرح جانینگے اس سے بہتر ہی کہ بچّوں کو ہمہ تن نیکی و عمدگی سے اپنی آیندہ زندگی بسر کرنے کی تعلیم دی جاے جن باتوں سے بچنا چاہیئے اُنکے معائب و مضر نتائج اُن کو مِن و عن بتلا دیئے جائیں

روزگارم بشد به نادانی [1]	من نکردم شما حذر بکنید

اگر اِس قسم کی کتابیں ہمارے بچوں کے ہاتھ میں پہلے سے ہوتیں تو یقیناً ہر شخص اس بات کو مان لے گا کہ اس طرح اندھا دُھند بچّے مبتلاے مصائب و آلام نہ ہوتے ہر ماں باپ کا فرض ہی کہ اس قسم کے رازکا پردہ بالکل دور کر دے اپنی طرف سے جتلا دینا ہمارا کام ہی پھر وہ چاہے مانیں یا نہ مانیں کل کلاں کو ہم بات دینی نہ آسے گی۔ لیکن جو شخص بُرائی کو بُرا ہی نہ جانے اور گناہ کو گناہ ہی نہ سمجھے بھلا اُس سے کیا توقع ہو سکتی ہی کہ وہ اُس سے بچے گا۔ یہ کتاب کم عمر لڑکوں کے لیئے سلیس اور عام فہم اُردو میں لکھی گئی ہی۔ جو لڑکے اُردو پڑھ سکتے ہیں اُن کو یہ کتاب دینی چاہیئے کہ وہ خود پڑھ لیں اور اگر نہ پڑھ سکیں تو کوئی دوسرا عزیز و قریب اُن کو پڑھ کر سُنا اور سمجھا دے۔ اس خیال سے کہ ضروری اور اہم مطالب بچّوں کے بخوبی ذہن نشین ہو جائیں ہم نے کوشش کی ہی کہ جہاں تک ممکن ہو کوئی بات پیچیدہ نہ رہے جو بات ہو سیدھے سُبھاؤ کُھلے الفاظ میں بیان کی جاے اگرچہ اس میں تھوڑی سی طوالت اور تکرار مضامین ہی کیوں نہ ہو۔ ایسی تکرار بھی خالی از لطف نہیں کہ بعض بعض ضروری مطالب کئی کئی دفعہ پیش نظر ہونے سے بچّوں کے دلوں پر چڑھ جاتے ہیں اگرچہ یہ کتاب ہم نے خاص کر لڑکوں کے لیئے لکھی ہی لیکن اگر اس کو بڑی عمر کے مرد عورت بھی پڑھیں تو اُن کو بھی دلچسپی اور کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور ہو گا۔ ہم نے اس بات کا لحاظ رکھا ہی کہ اس کتاب میں وہی باتیں لکھی جائیں جن کی کم عمر لڑکوں کے لیئے ضرورت ہی کیوں کہ کم عمر لڑکوں کو ابھی سے وہ باتیں بتلانا جو اُن کی عمر کے لحاظ سے غیر ضروری ہیں اور جو بڑے آدمیوں کے مناسب حال ہیں بالکل قبل از وقت اور فضول بات ہی کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ [2]۔ اگر حیات مستعار باقی ہی

[1] ہمارا زمانہ تو نادانی میں ہی گزر گیا اگرچہ ہم سے کچھ نہ ہو سکا مگر خیر تم تو بچے رہو ۱۲۔

[2] لوگوں سے اُن کی عقل اور سمجھ کے مطابق باتیں کیا کرو ۱۲

اور مشاغل خدمت سے اتنی تھوڑی سی فرصت بھی ملتی رہی جتنی کہ اب گرمی اور برسات کے
دنوں میں نصیب ہو جاتی ہی تو ارادہ ہی کہ آگے چل کر چھوٹی لڑکیوں۔ جوان مرد اور عورتوں کے
لیے جُدا جُدا کتابیں لکھوں۔ جو کتابیں سلسلہ وار ایک ہی مضمون پر لکھی جاتی ہیں اُن میں ضرور
ہی کہ مدارس کے ریڈروں کی طرح اعلیٰ درجے کی کتابوں کے پڑھنے والوں کو پچھلی کتابوں پر
عبور حاصل ہو تاہم اس سلسلے میں ہم نے اس بات کو مدِ نظر رکھا ہی کہ ایک کتاب کے لیئے
دوسری کتاب کی ضرورت نہ ہو اس لیئے ہر ہر کتاب اپنے اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک
جداگانہ مکمل کتاب ہو گی۔ یہ ضرور نہیں ہی کہ جب تک کم تر درجے کی کتاب نہ پڑھی جائے بڑے
درجے کی کتاب سمجھ میں نہ آئے یوں شوق کے لیئے جس کا دل چاہے دوسری کتابوں کو بھی پڑھ سکتا
ہے اس کتاب کی تصنیف میں ڈاکٹر پادری سلوینس سٹال صاحب ڈی۔ ڈی کی بے نظیر کتاب
"What a young boy ought to Know" سے مجھے بے انتہا
مدد ملی ہی اور میں نے اُس کے مضامین جس حد تک ہماری سوسائٹی کے لائق تھے شامل
کیئے ہیں اس لیئے میں پادری صاحب موصوف کا نہایت ممنون اور شکر گزار ہوں[1]۔ امریکہ
اور لندن میں اُس کتاب کی یہ قدر ہوئی کہ پیاپے ایڈیشن ہوئے لاکھوں چھپیں ہاتھوں ہاتھ
لوگوں نے لیں اب دیکھنا یہ ہی کہ ہماری قوم ہماری محنت اور دل سوزی کی کیا داد دیتی ہی
مدارس میں ایسی ایک کتاب کی جیسی کچھ ضرورت ہی ناظرین خود اس کا فیصلہ مجھ سے بہتر
کر سکتے ہیں لیکن کم سے کم اتنا تو ہو کہ ہر شریف گھرانے میں ایک ایک جلد اس کتاب کی
رہے اور سو کام چھوڑ کر لڑکوں کو پڑھا دی جائے۔

[1] پہلے میرا ارادہ تھا کہ میں اس انگریزی کتاب کا ترجمہ کروں بعد میں میں نے دیکھا تو ہمارے طرزِ
تمدّن اور سوسائٹی کی مناسبت کے لحاظ سے بہت کچھ تغیر و تبدل ضرور تھا لہٰذا میں نے اُس کتاب کو اپنے طرز پر
ڈھال لیا ہی جا بجا کاٹ چھانٹ کی ہی کہیں کہیں اپنی طرف سے مضامین بڑھائے بھی ہیں۔ پادری صاحب نے مجھے
بذریعہ خط مورخہ نومبر سنہ ۱۹۰۹ء امریکہ سے اس کتاب کے ترجمہ کرنے کی اجازت بھی دے دی ہی یہ اُن کی بہت بڑی عنایت ہی
جس کا میں دل سے ممنون ہوں۔ صاحب موصوف نے مجھے اپنی کل کتابوں کا سٹ کا سٹ بطور تحفہ بھیج دیا ہی گو وہ کتابیں
میرے پاس بھی موجود تھیں مگر یہ قند مکرر ہی۔ اگر یہ کتاب مقبول ہوئی تو پھر دوسری کتابوں کی طرف توجہ کی جائے گی

اُردو میں یہ کتاب اپنے طرز کی پہلی کتاب ہی عجب نہیں کہ اس میں کوئی کسر رہ گئی ہو ناظرین سے توقع ہی کہ معذور رکھیں۔ اگر میری اس ناچیز تصنیف کو لڑکوں کے والدین نے پسند کیا اور ہمارے ملک کے لڑکوں کو اس سے کچھ فائدہ پونہچا اور ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور پونہچے گا۔ اور لڑکے بُری عادتوں سے بچے تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت ٹھکانے لگی ؎

مُرادِ ما نصیحت بود و کردیم	حوالت با خدا کردیم و رفتیم

إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ

بماند سالہا این نظم و ترتیب	ز ما ہر ذرہ خاک اُفتادہ جائے
غرض نقشیست کز ما یاد ماند	کہ ہستی را نمے بینیم بقائے
مگر صاحب دلے روزے بہ رحمت	کند در کار این مسکین دعائے

مقام لنگسگور (دکن) ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۱ اکتوبر ۱۹۰۹ عیسوی

المذنب المفتقر الی اللہ الصمد
بشیر الدین احمد

ف۱ ہماری مراد تو نصیحت کرنی تھی وہ ہم نے کر دی اور تم کو خدا کے حوالے کر کے اپنا رستہ لیا ۱۲

ف۲ میں نے تو اپنے حتی المقدور (لوگوں کے معاملے میں) اصلاح چاہتا ہوں اور بس اور (اس ارادے میں) میرا کامیاب ہونا تو بس خدا ہی (کی تائید) سے ہو سکتا ہی۔ میں تو اُسی پر بھروسا رکھتا ہوں اور اُسی کی طرف رجوع کرتا ہوں ۱۲

ف۳ یہ کتاب تو برسوں ہی رہے گی مگر خبر نہیں کہ ہم کہاں ہوں گے ہماری تو خاک کا ایک ایک ذرہ بکھر کر خدا جانے کہاں پڑا ہو گا۔ چونکہ زندگی کو ثبات نہیں ہی اس لئے ہم نے چاہا کہ خیر دنیا میں ہمارا کچھ نقش بطور یادگار کے رہ جائے۔ کیا عجب ہی کہ کسی دن کوئی اللہ والا اپنی مہربانی سے اس مسکین کے حق میں دعائے خیر کرے۔ اللہ بس باقی ہوس ۱۲

دیباچہ طبع ثانی

یارب یہ التجا ہی کرم تو اگر کرے
وہ بات دے زباں پہ کہ دل میں اثر کرے

"حرز اطفلاں" کا پہلا ایڈیشن سنہ ۱۹۱۰ء میں نکلا تھا آٹھ برس میں اگر مر کے اس کی پانسو جلدیں جس میں تحفہ تحائف بھی شامل ہیں نکلیں تو کیا نکلیں اور مصنف کی کیا دل افزائی ہوئی "حرز اطفلاں" کا موضوع بالکل انوکھا تھا۔ ہماری قوم نے نہ کبھی پہلے ادھر رخ کیا نہ اب توجہ ہی۔ نئی بات کو رواج دینا ہمیشہ وقت طلب ہوتا ہی اور لوگ کان کھڑے کرتے ہیں لیکن جتنے نئے اور اہم کام ہیں سب میں یہی دقتیں ہیں ہتھیلی پر سرسوں کہیں جم سکتی ہی۔ تیل دیکھو تیل کی دھار دیکھو۔ بہت دن چاہئیں جو لوگ اس کوچے کی ہوا کھائیں اور اس سے مانوس ہوں۔ لیکن ہم کو تحمل صبر اور استقلال سے کام لینا چاہیئے اور امید رکھنی چاہیئے کہ اب نہیں تو دیر سویر ہماری سعی و کوشش کی قدر ہو گی یہ ہو گی ؎

گرچہ تلخ ست ولیکن بر شیریں دارد	منشیں ترش تو از گردش ایام کہ صبر

یورپین اقوام کی اور ہماری کیا ریس۔ کہاں راجہ بھوج اور کدھر گنوا تیلی۔ وہاں تو الد تناسل کے مضمون پر متعدد کتابیں برسوں پہلے لکھی جا چکی ہیں اور گھر گھر پھیلی پڑی ہیں اور افسوس اور کمال افسوس ہی ہماری خواب غفلت پر کہ ہم ان کتابوں کو دیکھ کر بھی نہ چونکے اور ہم نے اس قسم کے لٹریچر کی ضرورت شدید کو آج تک محسوس نہ کیا۔ ہمارے مکرم دوست بابو پیارے لال صاحب شاکر میرٹھی ایڈیٹر العصر نے جو ہماری کتابوں کی نسبت ریمارک کیا ہی

کہ مسئلہ توالد وتناسل کی طرف ہمارے یہاں کسی کو توجہ کرنی کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی حالانکہ اس پر قومی زندگی کا انحصار ہے" بالکل صحیح ہے اور ساتھ ہی اس کے اُن کا یہ خیال بھی کانٹے کی تول پورا اُترا کہ "یورپ کی ایک جماعت ڈاکٹر سلونیس اسٹال پر فحش و گندہ لٹریچر کی فراوانی کا سامان بہم پونہچانے کا الزام لگاتی ہے اور ممکن ہے کہ ہمارے بعض ہم وطن بشیر الدین احمد کو بھی اس الزام کا بحصئہ رسدی مستحق سمجھیں" ممکن ہے کہ کسی ناعاقبت اندیش فرقہ نے ڈاکٹر اسٹال کو موردِ مطاعن کیا ہو لیکن اب تو میں دیکھ رہا ہوں کہ بیسیوں کتابیں کُھلم کُھلا اس موضوع پر آئے دن لکھی جا رہی ہیں اور مختلف مصنفوں کی کوئی درجن بھر کتابیں تو اس وقت پیش نظر ہیں۔ یہ کتابیں لاکھوں کی تعداد میں بکیں اور مختلف زبانوں میں ترجمے ہوئے اس سے زیادہ ان کی ضرورت اور قدردانی کا ثبوت بیّن کیا ہو سکتا ہے۔ ہم شروع سے اسی بات کے سمجھنے سے قاصر ہیں کہ توالد وتناسل کے مسئلہ کو جو بہترین اور مقدس ترین فریضئہ انسان ہے گندہ اور فحش کیوں قرار دیا جاتا ہے۔ یہ قوت ہماری بنائی ہوئی نہیں ہے بلکہ خداوند تعالیٰ کی بخشی ہوئی ہے اور خداوند تعالیٰ کے کسی فعل کو نعوذ باللہ فحش سے منسوب کرنا یا ناپاک سمجھنا ہماری اوندھی سمجھ کا نتیجہ ہے ورنہ درحقیقت دنیا کا دار ومدار اسی پر ہے اگر آج یہ قوت خدانخواستہ ہم سے سلب کرلی جائے تو کارخانئہ دنیا درہم برہم کیا ہم تو کہتے ہیں کہ دنیا نیست و نابود ہو جائے۔ اب رہا یہ کہ ملائم اور مطاعن کی بوچھاڑ مجھ پر ہوگی تو اس کے لئے میں پہلے ہی سے طیار ہوں۔ جب سر اوکھلی میں دیا تو دھکوں سے کیا ڈر ؎

یہ دل کسی نہ کسی وجہ داغ دار رہا — ہزار شکر کہ یہ باغ پر بہار رہا

میں خوشی سے اس فتوے کے قبول کرنے پر آمادہ ہوں مگر ساتھ ہی یہ کہوں گا کہ افسوس ہماری قوم پر کہ اب بھی وہ بھلائی اور برائی کے امتیاز پر قادر نہیں لیکن ایک دن وہ آئے گا اور ان شاء اللہ جلد آئے گا کہ وہ لوگ جو ہماری چیخ پکار سے ان ناگفتہ بہ مصائب و آلام سے محفوظ رہیں گے دل سے ہم کو دعائیں دیں گے اور نہ صرف وہ مشکور ہوں گے بلکہ اُن کے زن وفرزند اور آئندہ آنے والی نسلیں ہانکے پکارے کہیں گی کہ جب کسی نے ہم کو اس بلائے بے درماں سے بچایا سچ تو یہ ہے کہ اُس خدا کے بندے نے بڑا کام کیا!

غرض ہم نے باوجود اس سرد مہری کے اس سلسلے کو پورا کر دیا یعنی "حرز طفلاں" کے علاوہ دو کتابیں اور نوجوانوں اور ادھیڑ عمر والوں کے واسطے لکھ دیں یعنی "نشاط عمر" اور "عصائے پیری" اگرچہ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ حرز طفلاں کی طرح وہ بھی کھٹائی میں پڑی ہیں نکلتی ہیں مگر کم چلتی ہیں مگر رینگ رینگ کر۔ لوگوں کے مذاق کا ناولوں نے ستیاناس کر دیا ہے وہ ان کتابوں میں اپنی چاٹ کے مضامین ڈھونڈتے ہیں بھلا چیل کے گھونسلے میں ماس کہاں۔ یہاں نہ عاشق و معشوق کی وارفتگی اور فراق وصال کا چٹخارا ہے نہ راز و نیاز کا اشارہ نہ ہجر یار کی تڑپ اور بے قراری ہے نہ وصال یار کی امیدواری۔ نہ اس میں کوئی پری جمال ہے نہ چٹپٹی قیل و قال۔ لیکن پھر بھی دنیا عقل مندوں سے خالی نہیں ہمارے خیال کے لوگ بھی ہیں ضرور مگر کم۔ پرانے ڈھرے کے لوگوں سے ہمیں بحث نہیں نئی روشنی والے البتہ کچھ ہماری طرف جھکے ہوئے ہیں اُن کا اتنا میلان بھی بسا غنیمت ہے کہ ہماری واویلا کا سننے والا کوئی ہے تو سہی۔ بعض لوگ ہماری کتابوں کو حیا کے درجے سے گرا ہوا سمجھتے ہیں اور ایسی باتوں کا کھلم کھلا ہونا خواہ لڑکے بُری صحبتوں میں پڑ کے غارت ہی کیوں نہ ہو جائیں ظاہر کرنا پسند نہیں کرتے۔ لیکن ہماری کتابیں مفت میں بدنام ہیں سرے سے ایسے گھروں میں اُن کی رسائی ہی کہاں وہاں تو نوکروں اور بازاری لونڈوں۔ شہدوں اور لچوں کی صحبت ہے اور ایسے ہی یار غار ہیں جو گھر کے گھر کو تباہ کرنے والے ہیں۔ مگر یاد رہے کہ ان باتوں کو آپ سات پردوں میں چھپائیں اور لاکھ جتن کریں مگر ظاہر ہو کر رہیں گی اور بیچ کھیت ظاہر ہوں گی لیکن کیا ہی بُری طرح کھلیں گی کہ الٰہی توبہ! آپ کے جگر گوشے ان باتوں پر مطلع ہو گئے اور سنیں گے مگر کس کی زبان سے اور کس کی صحبت میں اُنھیں لونڈوں اور لچوں سے اور بہت ہی فحش رکیک اور نفرت انگیز پیرایے میں۔ لوگ بہار دانش اور یوسف زلیخا اپنے بچوں کو بے تکلف پڑھوائیں گے مگر نہ پڑھنے دیں گے تو ہماری کتابیں۔ جب وہ برباد اور تباہ ہو جائیں گے تو آپ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر رہ جائیں گے مگر کیا مجال کہ ایسی کتاب اُن کے ہاتھ میں دینا گوارا کریں جو اُن کے لیے ڈینجر سگنل کا کام دے۔ ہمدردانہ اور شریفانہ طور پر ان مضامین کو پیش کرے اور اُن کو گڑھے میں گرنے سے بچائے اور اس طرح اُن کی دین و دنیا دونوں درست کرے۔ اس سلسلے کی

کتب پر جب کبھی ہم کو ذی علم لوگوں سے گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا ہی اُنھوں نے اس کی
ضرورت کو نہ صرف تسلیم کیا بلکہ اس بات پر زور دیا کہ زیادہ تر لڑکے مدرسوں میں بگڑتے ہیں
جہاں وہ ہر قسم کے اچھے بُرے بھولے بھالے اور بگڑے بگڑائے لڑکوں سے ملتے جلتے اور
اور اُن کی صحبت سے متاثر ہوتے ہیں اور اُن کی خو بو پکڑتے ہیں۔ پس ہر لڑکے کو جو مدرسے
جاتا ہی اس قسم کی کتاب ضرور پڑھنی چاہیئے بلکہ والدین کا فرض ہی ایک ایک کتاب اپنے بچوں کو دیں
چنانچہ مولوی عزیز مرزا صاحب مرحوم نے جو اس کتاب پر نہایت مفصل اور مدلل ریویو کیا ہی
اُس کے ملاحظہ سے جو اس کتاب کے آخر میں لگا ہی اس کی ضرورت محسوس ہو گی اسی طرح
مخبر دکن۔ پیسہ اخبار۔ علی گڈھ گزٹ اور رسالۂ العصر کے ریویو بھی غور سے پڑھنے کے قابل ہیں۔
لیکن ایسے لوگ کم ہیں جو آزاد رائے رکھتے ہوں اور ضرورتِ وقتی کو محسوس کرتے ہوں۔ مجھے
افسوس سے کہنا پڑتا ہی کہ مولوی شبلی نعمانی مرحوم و مغفور جیسے علامۂ دہر اور عالم باعمل کو جب
میں نے یہ کتاب دکھلائی تو اُنھوں نے بھی با ایں ہمہ تبحر اس کتاب کو نظر استکراہ سے دیکھا اور
ناک بھوؤں چڑھائی اور مجھ کو صلاح دی کہ اگر اس کتاب میں سے توالد و تناسل کے متعلق
باب نکال دیئے جائیں تو وہ الندوہ کے رسالے میں اس کا ریویو کر دیں گے۔ میں اپنا سا منہ
لے کر رہ گیا کہ اگر میں وہ باب نکال دوں جو میری کتاب کی روح رواں ہیں اور جس پر کتاب کا
دار و مدار ہی تو اس میں سوائے جسد بے روح اور قالب تہی کے رہ کیا خاک جائے گا۔ غرض
جتنے منہ اُتنی ہی باتیں میں نہیں چاہتا تھا کہ ایسی کس مپرسی کی حالت میں ایک ناخواندہ مہمان
کی طرح "حرز طفلاں" کو پھر پبلک کے سامنے لاؤں لیکن علی گڈھ کالج کے بعض معزز احباب مصر ہوئے
اور زیادہ تر میرے دوست پروفیسر محمد الیاس صاحب برنی۔ ایم اے۔ ایل ایل بی نے
مجھے آمادہ کیا اور نہ صرف آمادہ کیا بلکہ کتاب کو نہایت غور سے مطالعہ کیا اور جا بجا کچھ لفظی تغیر و تبدل
بھی کر دیا جس کا میں از بس شکر گزار ہوں اور اُنھیں کی ہمت بندھانے پر میں اس زمانے
میں جب کہ چاروں طرف گرانی کی ہولناک گھٹا چھا رہی ہی اور کاغذ کا قحط ہی اس کتاب کا دوسرا
ایڈیشن نکالتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ اب اس کی کیا گت بنتی ہی ؎

خلق از جزائے خیر تو گردن مقصر است	پروردگار خلق تواند جزائے تو

مسٹر برنی کی راے یہ تھی کہ پہلے ایڈیشن میں کلام مجید کی آیتوں کی بے ضرورت بھرمار ہی جس سے بچے گھبراتے ہیں کہ زبان عربی سے وہ مانوس نہیں اور یہ راے اُن کی ایک حد تک صحیح تھی لہٰذا اس پر بادلِ ناخواستہ عمل کرنا پڑا اور ترجمے پر اکتفا کیا گیا اور کہیں اِدھر اُدھر جو لفظ مشکل آگئے تھے اُن کو سہل اور عام فہم کر دیا باقی جو پہلا ایڈیشن تھا سو یہ ہی مسٹر الیاس برنی نے میری یہاں تک حوصلہ افزائی فرمائی کہ میرے قالبِ مردہ میں جان ڈال دی جس کا نتیجۂ عاجل یہ ہوا کہ میں نے عورتوں کا سلسلہ بھی اپنی بیوی سے لکھوانا شروع کر دیا اور نہ سمجھا کہ

تو کارِ زمین را نکو ساختی — کہ بر آسماں نیز پرداختی

چنانچہ پہلی کتاب حرزِ طفلاں کے جوڑ کی نوعمر بچیوں کے لئے "بچیوں سے دو دو باتیں" علی گڈھ انسٹیٹیوٹ پریس میں چھپ کر ابھی شایع ہوئی ہی اور باقی اس سلسلے کی کتابیں زیرِ طیاری ہیں

چلا ہی جاتا ہوں میں گو چلا نہیں جاتا — غضب ہی شوق رسائی و دوری منزل

خدا کرے کہ قوم کی پہلی سی بے اعتنائی نہ رہے اور یہ کتاب جہاں جہاں اس کا پونہچنا ضرور ہی پونہچے اور قوم کے نونہالوں کو وہ فائدہ جو ہمارا مقصودِ دلی ہی پونہچا ے

تا جہاں آرزو کے بردھد
حالیا رفتیم و تخمے کاشتیم

فقیر حقیر بشیر
دہلی ستمبر ۱۹۱۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید
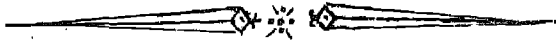
دلّی کے ایک خوش حال خاندان کے لڑکے مسعود کا ذکر ہی کہ ایک دن تیسرے پہر وہ مدرسے سے واپس آیا تو اُس نے ایک نئی بات دیکھی کہ گھر میں خوب چہل پہل ہی بہت سی عورتیں دالان میں بھری ہوئی ہیں۔ ماں کو دیکھا تو چھپرکھٹ میں پڑی ہیں اور اُن کے پاس ہی ایک بڑھیا دائی ننھے مُنّے بچے کو گود میں لئے بیٹھی ہی۔ ماں کو اس طرح لیٹے دیکھ کر مسعود جس کی عمر دس سال کی تھی سہم سا گیا اور کچھ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ یہ کیا ماجرا ہی ہی۔ ماں تو بیماروں کی طرح پڑی کراہ رہی ہیں مگر اور پر والے سب ہشاش بشاش اور خوش و خرم نظر آتے ہیں بیویوں نے مسعود سے کہا لئے لو میاں تمھارے ہاں ننھا بھائی ہوا! اللہ نے مدتوں بعد یہ بھاگوان دن دکھایا۔ اور بچے کے مُنہ پر سے دُلائی ہٹا کر دکھایا تو گورا گورا گلگوتھنا سا بچہ آنکھیں بند کئے نہالچے پر پڑا ہوا تھا سر کو ایک سفید کپڑے کا کساوہ بندھا ہوا تھا۔ ذرا سی حرکت سے وہ ہُواں ہُواں کرکے رونے لگا۔ جھٹ شہد کی بتّی منہ کو لگا دی وہ چُسَر چُسَر چُسنے لگا مسعود جو ایک سمجھ دار اور ہونہار لڑکا تھا بچہ کو تعجب ہوا کہ یہ بچہ کہاں سے آیا آج جب میں مدرسے کو گیا تھا تو اس کا کہیں پتہ بھی نہ تھا اتنی سی دیر میں کہاں سے آگیا۔ وہ سمجھا شاید کسی کا بچہ ہمسائے میں سے لے آئے ہیں مگر جب بیویوں نے کہا کہ تمھارا چھوٹا بھائی ہی اور تمھاری اماں کے ہاں پیدا ہوا ہی تو اُس کو خوشی کے ساتھ تعجب سا ہوا۔ جھٹ ماں سے جا کر لپٹ گیا

اور بے ساختہ پوچھنے لگا کہ "امّاں یہ ننھا مُنّا بھائی کہاں سے آ گیا" بھلا اس کا جواب
ناسمجھ بچّے کو کیا دیا جا سکتا تھا۔ اُس وقت تو اُسے اِدھر اُدھر کی باتوں میں بہلا پھُسلا دیا مگر
اُس کے دل میں کُھد بُد سی لگی ہوئی تھی پھر اُس نے چند دن بعد اسی بات کو پوچھا ماں نے
تو یہی کہا کہ "اللہ میاں نے دیا" مگر اس جواب سے اس ننھے سے دل کو کچھ تشفّی نہیں ہوئی
شدہ شدہ یہ بات باپ کے کانوں تک پُہنچی۔ لڑکے کے باپ مولوی احمد سعید صاحب
دِلّی کے رئیس تھے۔ دہلی کالج میں بی۔ اے تک تعلیم پا کر صوبۂ مغربی و شمالی میں ڈپٹی کلکٹری
سے حال میں پنشن لے کر خانہ نشین ہوئے تھے۔ اُن کے خیالات جنٹلمینی تھے لیکن ساتھ
ہی ساتھ مذہب کے بھی بڑے پابند تھے اُنھوں اپنی قدیم وضع قطع نہیں چھوڑی تھی اُنھوں
نے کئی دن اس معاملے پر غور کیا۔ وہ جانتے تھے کہ ہم لوگ اپنے بچوں سے ایسی باتیں
اَدبَدا کر چھپاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اُن کو بھونرے میں پالیں اور اُن کو دنیا کی ہوا نہ لگے
لیکن اب زمانے کی وہ حالت نہیں رہی جو پہلے تھی۔ بچوں کو ہر بات کی کُریدگی رہتی ہے اور اُن کے
دلوں میں خود بخود ایسے سوالات پیدا ہوتے ہیں جو مقتضائے وقت ہیں۔ اگر اُن کو تشفّی بخش
جوابات نہ دیئے جائیں تو چند دن میں کچھ تو بہ اقتضائے فطرت اور زیادہ تر نوکر چاکروں
کی صحبت میں وہ اُن ہی باتوں کو معلوم کر لیتے ہیں جن کو ہم اُن سے پوشیدہ رکھنا چاہتے
تھے لیکن ہوتا یہ ہے کہ ایسے بھونڈے اور بُرے پیرائے میں یہ نازک باتیں اُن کے کانوں تک
پُہنچتی ہیں کہ اُن کے پاک دل آلودہ ہو جاتے ہیں۔ بہر حال اویر سویر لڑکوں کو یہ باتیں معلوم
ہوں گی پھر ہوں گی کیا اچھا ہو کہ لڑکے کسی عمدہ ذرائع سے ان امور پر مطلع ہوں اس میں
اتنا تو ہو گا کہ وہ بازاری طرز نہ ہو گا جو کچھ کہا جائے گا صلاحیت سے اور اُس کا اظہار
اچھے پیرائے میں ہو گا ۵

۱	خوش تر آں باشد کہ سرّ دلبراں		گفتہ آید در حدیث دیگراں	

پھر بھی ڈپٹی صاحب نے سوچا اور ٹھیک سوچا کہ باپ بیٹے کا تعلّق بزرگانہ اور خردانہ ہی
بیٹے کو باپ کا ادب لحاظ رہنا چاہیئے ایسی باتیں باپ کے مُنہ سے بیٹے کے سامنے دو بدو

۵ خوش نما بات یہ ہے کہ خفیہ بات کسی دوسرے پر ڈھال کے کہی جائے ۱۲

ذرا اوپر ہی ضرور معلوم ہوں گی اس لیئے مناسب یہ ہی کہ کسی سمجھ دار شخص کے سپرد یہ کام کیا جائے۔ مدرسے کے معمولی ماسٹر یا مکتب کے میاں جی میں ایسا مادہ کہاں ہوسکتا ہی جو اس ضروری کام کو اچھی طرح انجام دے سکیں سوچتے سوچتے ڈپٹی صاحب کا خیال مولنا ابوالفیض صاحب کی طرف منتقل ہوا۔ کیوں کہ یہی ایک ایسے بزرگ تھے جو اس نازک کام کو اچھی طرح سلیقے سے انجام دے سکتے تھے اور یہ تھے بھی ڈپٹی صاحب کے بڑے گھرے دوست اگرچہ یہ پرانی وضع کے مولوی اور واعظ تھے مگر ان کے خیالات پرانے ملانوں کی طرح تنگ نہ تھے۔ انگریزی عملداری میں ہوش سنبھالا تھا اس ضرورت سے تھوڑی بہت انگریزی بھی سیکھ لی تھی کیوں کہ اس زمانے میں انگریزی جاننا شرطِ زندگی ہوگیا ہی پرائیویٹ مطالعے سے انھوں نے اپنی انگریزی کی استعداد کو معقول حد تک بڑھا لیا تھا۔ اسی وجہ سے اِن کے خیالات وسیع اور روشن تھے انگریزی تعلیم کا گھر گھر چرچہ تھا خود مولوی صاحب کا بڑا لڑکا بی۔ اے تھا۔ ڈپٹی صاحب نے موقع پاکر مولنا سے یہ ذکر چھیڑا اور نہیں معلوم اِن کے اُن کے آپس میں کیا گفتگو ہوئی مگر اتنا ہمیں معلوم ہی کہ مولنا نے ہامی بھر لی اور یہ قرار پایا کہ مسعود روز شام کو اِن کے پاس جاکر گھڑی دو گھڑی بیٹھا کرے وہ باتوں ہی باتوں میں اُسے ضروری مطالب ذہن نشین کرا دیں گے چنانچہ مسعود دوسرے ہی دِن سرِ مغرب مولنا کے گھر پہنچا جو اُس کے گھر سے قریب ہی تھا۔ مولنا سے بچہ پہلے ہی سے مانوس تھا اُن کو چچا چچا کہا کرتا تھا۔ مولنا نے پیار سے بچے کو اپنے پاس بٹھا لیا اور بات چیت یوں شروع ہوئی۔

مولنا۔ کیوں میاں مسعود! تم نے دیکھا تمھارا ننّھا بھائی کیسا ہی؟ اب تو وہ ماشاءاللہ ہاتھ پاؤں مارنے لگا ہوگا۔

مسعود۔ چچا جان! مجھے تو ننھے بھائی پر بہت ہی پیار آتا ہی جی چاہتا ہی کہ اُسے خوب اُچھالوں کداؤں مگر امّاں جان منع کرتی ہیں کہ ہنسلی اُتر جائے گی اس ڈر کے مارے میں دور سے ہی پیار کرلیتا ہوں۔

مولنا۔ تم کو ضرور حیرت ہوئی ہوگی کہ یہ نئی روح کہاں سے آگئی اور میں یہ سُن کر

بہت خوش ہوا کہ تم نے یہہ بات اپنی اماں جان سے پوچھی تھی لیکن وہ بے چاری عورت ذات تم کو اس کا پورا پورا جواب کیا دے سکتی تھیں نہ یہہ ایسی بات تھی کہ ایک بات میں اس کا جواب ادا ہو سکتا۔ تمھارے ابّا جان نے مجھ سے کہا ہی کہ میں تمھیں سمجھا دوں کہ یہ ننھا بھائی تمھارے ہاں کہاں سے آیا ہی اور کیوں کر آیا ہی۔ میں چاہتا ہوں کہ چند دن تم روز شام کو تھوڑی دیر کے لیے میرے پاس ہو جایا کرو تو میں تم کو تھوڑا تھوڑا کر کے سمجھا دوں گا کہ اللہ تعالی نے تمام مخلوقات کو جو زمین پر بستی ہی کس طرح پیدا کیا۔ اس کے بعد سے یہ معمول ہو گیا کہ مسعود مولٰنا کے پاس روز بعدِ مغرب جا بیٹھتا اور مولٰنا نہایت شفقت سے اُسی کی ننھی سی سمجھ کے موافق ہر روز تھوڑا تھوڑا مضمون بطور قصّہ کہانی سنا دیا کرتے۔ مسعود کا اس میں ایسا دل لگا کہ وہ شام ہونے کا منتظر رہا کرتا۔ ادھر چراغ میں بتّی پڑی اُدھر وہ مولٰنا کے ہاں پہنچا اس کتاب میں میاں مسعود کے نوٹ سے وہی مضامین ہم نے نقل کر دیئے ہیں اپنی طرف سے اُس میں کچھ گھٹایا بڑھایا نہیں۔

پہلا باب

پہلی بات جانور اور انسان کو اپنی جیسی نسل چلانے کی قوت بخشنے میں اللہ تعالی کی بڑی حکمت ہی۔

پہلی رات

وجود باری تعالی و توحید

یا تو ئی یا خوے تو یا بوے تو	ہر چہ آید در نظر غیر تو نیست[1]

[1] سوائے تیری ذات (پاک) کے اور کچھ نظر نہیں آتا جس چیز کو دیکھو یا اس میں تو خود موجود ہی یا تیری (بخشی) خصلت ہی یا تیرا رنگ روپ ہی ۱۲

میاں مسعود! جو سوال تم نے اپنی امّاں جان سے کیا تھا کہ "ننھا بھائی کہاں سے آیا" یہ ایسا سوال ہی جو ہر سمجھدار بچّے کے دل میں پیدا ہونا چاہیئے حتّیٰ کہ بعض تم سے بھی کم عمر بچوں نے خود اپنی بابت پوچھا ہی کہ ہم کس طرح پیدا ہوئے اور اس دنیا میں کیوں کر آئے۔ یہ سوال ہر انسان کے دل میں خود بخود پیدا ہوتا ہی جو نہایت واجبی اور درست ہی اور اس سوال کا ایسا پورا پورا جواب ملنا چاہیئے کہ تمھارے جیسے کم عمر بچّے کی سمجھ میں بخوبی آ جائے۔ وہ بچّہ خوش نصیب ہی جس کو تمھارے جیسے سمجھدار اور لایق والدین اور عزیز و قریب میسر ہوں جو تمھارے سوال کا صاف صاف اور قابل اطمینان جواب دے سکتے ہیں اور بچّوں کو جھوٹے اور خراب خیالات سے جو عموماً جاہلوں میں پھیلے ہوئے ہیں بچائیں۔ بچّوں کو دھوکے میں نہ رکھیں نہ غلط سلط جواب دے کر ٹال دیں مثلاً یہ اونٹ پٹانگ کہہ دیا کہ تم کو گھوسن سے مٹھی بھر بھوسی دے کر لیا تھا۔ لیکن اس سے تمھارے سوال کا جواب نہیں ملتا آخر گھوسن کے ہاں بچّہ کہاں سے آیا تھا۔ اگر تم یہ سوال کر بیٹھو کہ ریلوے انجن۔ دخانی جہاز تار یا ٹیلیفون کیوں کر ایجاد ہوئے تو اس کے سمجھانے کے لیئے ضرور ہی کہ میں تم سے ان کے ایجاد کرنے والوں کی ساری داستان دُہراؤں کہ اُنھوں نے کیوں کر یہ ایجادیں کیں وقتاً فوقتاً کیا کیا کوششیں اور ترقیاں کیں کس کس قسم کے تجربے سالہا سال کرتے رہے تب کہیں جا کر یہ چیزیں ایسی مکمل حالت کو پہنچی ہیں جو آج تم دیکھ رہے ہو۔ اسی طرح اس سوال کے اچھی طرح سمجھنے کے لیئے کہ "ہم کہاں سے آئے" ہم کو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع کرنا ہوگا کہ ہم کو کس نے پیدا کیا اور کیوں کر پیدا کیا۔ یہ تو تم جانتے ہی ہو گے کہ ہمارا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی۔ پس پہلے ہم کو معلوم کرنا چاہیئے کہ اللہ کون ہی۔

دُنیا[1] کے اس عظیم الشان کارخانے کا ذرّہ ذرّہ۔ سمندروں کا قطرہ قطرہ درختوں کا پتہ پتہ خدا کی ہستی کا گواہ ہی۔ اس لیئے کوئی چیز بڑی ہو یا چھوٹی زمین میں ہو یا آسمان پر خشکی میں ہو یا تری میں۔

---

[1] ماخوذ از دو الحقوق والفرائض حصہ اول مصنفۂ عالی جناب مولوی نذیر احمد صاحب قبلہ ۱۲ منہ

جان دار ہو یا بے جان اس خوبی اور اس عمدگی کے ساتھ کہ اس سے بہتر ہونا ممکن نہیں آپ سے آپ نہیں بن گئی۔ ضرور کسی کے بنائے بنی ہی۔ ہم نے اُس بنانے والے کی تلاش کی اور زمین سے لے کر آسمان تک چھان مارا تو کسی کو اس کے لائق نہ پایا جس کو دیکھا عاجز جس کو ٹٹولا بے بس۔

خدا جس کی ہمیں جستجو ہی آنکھ سے دیکھنے کی چیز نہیں بلکہ وہ ہمارے حواس ظاہر کی رسائی سے بالاتر ہی اور یہ ہمارے حواس کا قصور ہی ؎

گر نہ[1] بیند بروز شپرہ چشم		چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

قطعہ

دوست[2] نزدیک تر از من بہ من است		وین عجب تر کہ من ازوے دورم
چہ کنم باکہ تواں گفت کہ او		در کنارِ من و من مہجورم

شعر

حبل[3] الورید سے بھی وہ نزدیک ہی تو کیا		آنکھیں نہیں تو کیا نظر آئے قریب سے

ہمارا خیال تو یہ ہی کہ آدمی کو شروع ہی سے خدا کے بارے میں یہ غلطی واقع ہوئی ہی اور اب تک بھی اکثر خدا کے بندے اسی غلطی میں مبتلا ہیں کہ اُنھوں نے خدا کو اپنے حواس ظاہر کے ذریعے سے معلوم کرنا چاہا اور جب اُن کو اس ارادے میں کامیابی نہ ہوئی تو من مانا خدا فرض کیا۔ اور اُس کو اپنے جھوٹے وہموں کا تختۂ مشق بنایا یعنی ذلیل سے ذلیل اور رذیل سے رذیل مخلوقات کو پورا یا ادھورا خدا بنانے یا ماننے میں تامل نہیں کیا پورا تو پورا ادھورے کے یہ معنے کہ اپنے نزدیک خدائی کے اختیار خدا سے چھین کر ناا ہلوں کے

[1] اگر چمگادڑ کی آنکھ روشنی میں نہیں دیکھ سکتی تو یہ اُس کی نگاہ کا قصور ہی نہ کہ آفتاب کا ۱۲ [2] اللہ تعالیٰ ہم سے نزدیک کیسا بلکہ خود ہم میں موجود ہی لیکن یہ بڑے تعجب کی بات ہی کہ میں اُس سے دور ہوں پس کیا کروں اور کس سے یہ بات کہوں کہ وہ (اللہ) خود تو ہماری بغل (دل) میں موجود ہی اور (افسوس) کہ میں اُس سے جدا ہوں اسی مضمون کی ایک رباعی میر انیس مرحوم کی ہی ؎ پتلی کی طرح نظر سے مستور ہی تو۔ آنکھیں جسے ڈھونڈھتی ہیں وہ نور ہی تو۔ نزدیک رگ گلو سے اور اُس پہ یہ بُعد۔ اللہ اللہ کس قدر دور ہی تو ۱۲ [3] اور ہم اُس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اُس سے قریب ہیں ۱۲

حوالے کئے یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ (نعوذ باللہ) خدا کو منصبِ خدائی سے اُتار دیا۔ جس جس طرح پر خدا کے بندوں نے خدا کی جناب میں گستاخیاں اور بے ادبیاں کی ہیں اور کر رہے ہیں کہنے کے قابل نہیں ہیں کوئی تو اُس کی ذات پر حملے کرتا ہے کہ ایک نہیں دو خدا ہیں ایک پیدا کرتا ہے اور دوسرا مارتا ہے ایک بھلائی کا خالق ہے دوسرا بُرائی کا۔ کوئی کہتا ہے تین خدا ہیں اور پھر وہ ایک بھی ہے۔ کوئی مانتا ہے کہ ہر چیز اپنی جگہ خدا ہے کسی کا خیال ہے کہ خدا تو ہے مگر وہ اسباب کا سلسلہ قائم کر کے آپ انتظام دنیا سے الگ ہو بیٹھا ہے۔

ان کے نزدیک دنیا ایک طرح کی گھڑی ہے اور خدا گھڑی ساز جس نے اُس کو بنا کر کوک دیا ہے اور گھڑی پڑی چل رہی ہے۔ ذات تو ذات خدا کی صفات میں اس سے بڑھ کر بیہودگی کی جاتی ہے۔ غرض بندوں نے اتنے خدا بنا ڈالے کہ ایک خدا کے حصے میں پورا ایک بندہ بھی نہیں آتا اور یہ نہ سمجھے کہ خدائے واحد کے سوائے کوئی اور خدا بھی ہوتا تو دو باسن ایک جگہ رکھے ہوئے کھٹکھٹا اُٹھتے ہیں ایسا کیا ہے کہ دو یا زیادہ خداؤں میں اختلاف نہ ہو اور اختلاف ہو تو دنیا ایک لمحہ نہیں ٹھہر سکتی۔ دو بادشاہ آپس میں لڑتے ہیں ملک کے ملک خاک سیاہ ہو جاتے ہیں اور خداؤں کی لڑائی تو خدا کی پناہ۔ پس دنیا کا ایک طرز پر چلانا صاف اس بات کی دلیل ہے کہ تمام جہان میں ایک خدا کی حکومت ہے۔ خدا کے بارے میں اسلامی عقیدہ ایسا سیدھا اور صاف ہے کہ اس سے زیادہ سیدھا اور صاف عقیدہ ہو نہیں سکتا اسلام مخلوقات سے خدا کی ذات اور صفات کا پتہ چلاتا ہے اور یہی وہ رستہ ہے جسے موصل الی المطلوب[1] کہہ سکتے ہیں لیے مخلوقات سے ہم کو اتنی بات کا تو صاف پتہ چلتا ہے۔ کہ دنیا کے کارخانے بنانے والا اور چلانے والا کوئی ہے اور وہ کوئی اُن چیزوں میں سے نہیں جن کو ہم معلوم کر سکتے ہیں بس سوائے اس کے ہم خدا کی ذات کے بارے میں اور کچھ نہیں کہہ سکتے اور عقل انسانی کی دوڑ بس یہیں تک ہے۔[2]

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم	وز ہر چہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر	ما ہمچناں در اول وصفِ تو ماندہ ایم

[1] جس کو ہم طلب کرتے ہیں اُس تک پہنچا دینے والا۔

[2] اے خداوند تعالیٰ تو ہمارے خیال اور قیاس اور گمان اور وہم اور آج تک جو لوگوں نے لکھا ہے یا ہم نے سُنا یا پڑھا ہے ان سب سے بالاتر ہے۔ ذکر کے دفتر تمام ہو گئے اور عمر ختم ہونے کو آئی مگر ہم جیسے کہ تیری صفات سے پہلے ناواقف تھے ویسے کے ویسے ہی رہے تیری ایک صفت کو بھی اچھی طرح نہ سمجھ سکے دوسری صفات کا کیا مذکور ۱۲

دوسری رات

انسان کی پیدائش

اب تم جان گئے ہوگے کہ ہمارا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا اور اس کا قصہ تم نے قرآن شریف میں جابجا پڑھا ہوگا۔ لیکن بہت سی باتیں تمھاری سمجھ میں نہیں آئی ہوں گی یا تم نے سرسری طور پر دیکھا ہوگا اور غور نہ کیا ہوگا۔
اب میں تم کو وہ مضمون سُناتا ہوں جس میں حضرت آدم کی پیدائش کا مذکور ہے اور وہ یہ ہے۔
اے پیغمبر لوگوں سے اُس وقت کا تذکرہ کرو جب تمھارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں (زمین پر اپنا ایک) نائب بنانے والا ہوں (تو فرشتے) بولے کیا تو زمین میں ایسے شخص کو (نائب) بناتا ہے جو اُس میں فساد پھیلائے اور خونریزیاں کرے اور (بناتا ہے تو ہم کو بنا کہ ہم تیری حمد و ثنا کے ساتھ تیری تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں (خدا نے) فرمایا میں وہ (مصلحتیں) جانتا ہوں جو تم

نوٹ انسان کی پیدائش کا ذکر قرآن شریف میں جابجا ہے مثلاً (۱) اور لوگو! اللہ ہی نے تم کو (پہلے) مٹی سے پیدا کیا پھر نطفے سے پھر (مرد و عورت بنا کر) تم کو جوڑے جوڑے بنایا۔
(۲) اور انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا پھر نچوڑ (یعنی منی) سے جو ایک حقیر پانی ہے اُس کی نسل چلائی پھر اُس (کے پتلے) کو درست کیا اور اُس میں اپنی (طرف سے) روح پھونکی اور تم لوگوں کے (سننے کے لیے) کان اور (دیکھنے کے لیے) آنکھیں اور (سمجھنے کے لیے) دل بنائے (اس پر بھی تم اُس کا) بہت ہی تھوڑا احسان مانتے ہو۔ انسان کو کس قسم کی مٹی سے بنایا اس کی صراحت بھی کئی جگہ ہے ایک جگہ آیا ہے۔ (۱) میں کالے (اور) سڑے ہوئے گارے سے جو (سوکھ کر) کھن کھن بولنے لگتا ہے ایک بشر کو پیدا کرنے والا ہوں اور (۲) اُسی نے انسان کے (جدِ امجد آدم) کو ٹھیکری کی طرح بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا ہے۔ (۳) بنی آدم کو ہم نے (اسی معمولی) لیس دار مٹی سے پیدا کیا ہے ۱۲

نہیں جانتے اور آدم کو سب (چیزوں کے) نام بتا دیئے پھر اُن چیزوں کو فرشتوں کے روبرو پیش کر کے فرمایا کہ اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو تو ہم کو ان (چیزوں) کے نام بتاؤ بولے تو پاک (ذات) ہی جو تو نے ہم کو بتا دیا ہی اُس کے سوا ہم کو کچھ معلوم نہیں تو ہی جاننے والا (مصلحت کا) پہچاننے والا ہی (تب خدا نے آدم کو) حکم دیا کہ ای آدم! تم فرشتوں کو ان (چیزوں کے) نام بتا دو جب آدم نے فرشتوں کو اُن (چیزوں کے نام بتا دیئے تو (خدا نے فرشتوں کی طرف مخاطب ہو کر) فرمایا کیوں! ہم نے تم سے نہیں کہا تھا کہ آسمانوں و زمینوں کی سب مخفی چیزیں ہم کو معلوم ہیں اور جو کچھ تم (اب) ظاہر کرتے ہو (وہ) اور جو کچھ تم ہم سے چھپاتے تھے (وہ) ہم کو (سب) معلوم ہی اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کے آگے جھکو تو شیطان کے سوا (سب کے سب) جھک پڑے اُس نے نہ مانا اور شیخی میں آگیا اور نافرمان بن بیٹھا اور ہم نے (آدم سے) کہا ای آدم تم اور تمھاری بی بی بہشت میں بسو اور اُس میں جہاں کہیں سے تمہارا جی چاہے بافراغت کھاؤ (پیو) مگر اس درختِ (گندم) کے پاس مت پھٹکنا (ایسا کروگے) تو تم (آپ اپنا نقصان کروگے پس شیطان نے ان کو وہاں سے (بہلا پھسلا کر) اُکھاڑ دیا اور (آخر کار جس (مزے) میں تھے اُس سے اُن کو نکلوا چھوڑا اور ہم نے حکم دیا کہ تم (سب) اُتر جاؤ تم ایک کے دشمن ایک ہو اور زمین میں تمھارے لیئے ایک وقت خاص تک ٹھکانا اور زندگی بسر کرنے کا) ساز و سامان ہی۔ پھر آدم نے اپنے پروردگار سے (معذرت کے چند) الفاظ سیکھ لیئے اور (اُن الفاظ کی برکت سے) خدا نے اُن کی توبہ قبول کر لی۔ بے شک وہ بڑا ہی درگزر نے والا مہربان ہی (جب) ہم نے حکم دیا کہ تم سب کے سب یہاں سے اُتر جاؤ تو (ساتھ ہی یہ بھی سمجھا دیا تھا کہ) اگر ہماری طرف سے تم لوگوں کے پاس کوئی ہدایت پونہچے تو (اُس پر چلنا کیوں کہ) جو ہماری ہدایت کی پیروی کریں گے (آخرت میں) اُن پر نہ کوئی قسم کا خوف (طاری) ہوگا اور نہ وہ (کسی طرح پر) آزردہ خاطر ہوں گے اور جو لوگ نافرمانی کریں گے اور ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے وہی دوزخی ہوں گے (اور) وہ ہمیشہ (ہمیشہ) دوزخ ہی میں رہا کریں گے۔

انسان کی پیدائش کا سلسلہ یہ ہی کہ پہلے کچھ نہ تھا پھر خدا نے زمین و آسمان کو پیدا کرکے مٹی میں تصرّف کیا اُس سے روئیدگی پیدا ہوئی اور مٹّی سے ایک انسان کا پُتلا بنایا اور روئیدگی زمین کو اُس کی غذا قرار دیا اُس غذا سے بعد تصرفات ہضم وغیرہ نطفہ پیدا ہوا اُس سلسلۂ توالد و تناسل چلاتا بمرگ اس کے بعد اندھیرا ہی جس میں ہم بدون نور وحی کے نہیں چل سکتے وحی ہم کو یہ بتاتی ہی کہ بعد مرگ بھی ایک طرح کی ہستی ہوگی اور ہمارا دل بھی اُس ہستی کے ہونے کو قبول کرتا ہی اُس ہستی کے تفصیلی حالات کا ہم کو کافی علم نہیں سلسلۂ آفرینش قرآن میں جابجا بیان ہوا ہی کہیں ابتدا سے کیا گیا ہی جب زمین و آسمان کچھ بھی نہ تھا کہیں مٹّی سے شروع کیا ہی کہیں نطفے سے اگر ابتدا سے لو تو انسان کا شمار مُردوں میں ہونا اس اعتبار سے ہی کہ وہ عدمِ محض تھا اور اگر مٹّی سے لو تو وہ بے جانِ محض تھا۔ پس مطلب یہ ہی کہ تبدیلیاں جو انسان کی حالت میں ہوئیں اور آگے ہونے والی ہیں یہ تغیرات تمھارے ارادے سے تو نہیں ہوتے پس جس نے یہ تصرفات کیئے وہی خدا ہی جس کا انکار تم کر نہیں سکتے فرشتوں نے اپنی خدماتِ تسبیح و تقدیس ظاہر کرکے خلافتِ آلہی کے لیئے اپنا استحقاق ثابت کرنا چاہا اور انسان کے ظاہرِ حال سے دھوکے میں آکر اُس کو مفسد اور خون ریز بنایا کیوں کہ وہ مٹّی سے بنایا گیا تھا۔

اور مٹّی کئی اجزا سے مرکّب ہی جو غصیلا ہوگا وہ ضرور دوسروں پر زیادتی کرے گا۔ انسان کی عیب چینی سے فرشتوں کا یہ مطلب تھا کہ وہ خلافتِ آلہی کے لائق نہیں لیکن فرشتے انسان کی بناوٹ پر اُس کے دلی خیالات کو قیاس کرتے تھے اور اِس قیاس میں ایک طرح پر اس دعوےٰ کا شک بھی تھا کہ ہم انسان کے دل کا حال جانتے ہیں حال آنکہ دلی خیالات سوائے خدا کے کوئی نہیں جان سکتا تو یہ جو فرمایا کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچّے ہو دعوے سے وہی دعوےٰ مراد ہی جو فرشتوں نے انسان کے دلی خیالات کے علم کا لیا تھا خدا نے فرشتوں کو یوں قائل کیا کہ تم انسان کے دلی خیالات بے ہمارے بتانے جان گئے ہو تو مخلوقات عالم کے ناموں کو بھی ضرور جان گئے ہوں گے اور اگر ایسا نہیں تو پھر سرے سے تمھارا دعوےٰ ہی غلط ہی اس قصّے سے ایک نصیحت نکلتی ہی کہ خدا نے آدمی کو ایک خاص وضع کا بنایا ہی اُس کی طبیعت میں مختلف جذبات

ہیں ان میں اعتدال کا قائم رکھنا محال نہیں تو دشوار ضرور ہی اُس میں شہوت اور غضب کے تقاضے ایسے رکھے گئے ہیں جو اکثر اوقات عقل پر غالب آجاتے ہیں غرض فطرتِ انسانی میں گنہگاری داخل ہی فرشتے جن کو تقربِ بارگاہ الٰہی کا شرف حاصل ہی انھوں نے اپنے اوپر خیال کرکے سمجھا ہوگا کہ انسان اپنی خلقت کے لحاظ سے خلافتِ الٰہی کے قابل نہیں ہوگا چنانچہ اُنھوں نے اس خدشے کو حضرتِ رب العزّت کے حضور میں ظاہر کرکے انسان کی پیدایش کی مصلحت پر مطلع ہونا چاہا۔ خدائے تعالیٰ نے فرشتوں پر اُن کی کم زوری ثابت کرکے اُن سے اقرار کرالیا کہ اُن کا علم ناقص ہی مگر خدا نے انسان کی پیدایش کی مصلحت کو پھر بھی اُن پر ظاہر نہ کیا تو جس بات کو خدا فرشتوں سے پوشیدہ رکھنا چاہے بے چارے انسان کا بھلا کیا حوصلہ ہی کہ اُس کو معلوم کرسکے اور حکمتِ الٰہی کے بھیدوں کی تفتیش کے درپے ہو۔ افسوس ہی کہ اس زمانے میں اس طرح کا فساد بہت شائع ہوگیا ہی اور یہ پھاٹک ہی گمرہی کا اے کاش لوگ اس قصے سے متنبہ ہوکر ایسی خودسری سے باز آئیں اور چونکہ ہم کو بہت ہی تھوڑا علم دیا گیا ہی لہٰذا زیادہ ہاتھ پاؤں نہ پھیلائیں۔

تیسری رات

انسان کی پیدایش کا بقیہ بیاں

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آسمان او زمین کو پیدا کیا لیکن پیدا کرنے اور بنانے میں بڑا فرق ہی جب ایک معمار یا بڑھئی مکان بناتا ہی تو اُسے ضرور ہی کہ اُس کا سب سامان جیسے

پتھر مٹی چونا لکڑی وغیرہ فراہم کرے۔ ان چیزوں کی مدد سے وہ عمارت بناتا ہے لیکن پھر بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اُس نے مکان کو پیدا کیا معمار اور بڑھئی نے سوائے اس کے کچھ نہیں کیا کہ جو چیزیں مختلف طور پر موجود تھیں اُن کو جمع کیا اور اُن کی صورت بدل بدلا کر ایک مکان بنا دیا اگرچہ اُس نے کوئی چیز تو پیدا نہیں کی لیکن پھر بھی ایک مکان مال مسالے کی مدد سے ضرور بنا کھڑا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے جو دنیا کو بنایا وہ اس طرح کا بنانا تو نہ تھا کہ مال مسالا پہلے سے موجود تھا اور اُس کی مدد سے دنیا کو بنا کھڑا کیا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور دانائی بے حد وحساب ہے اُسے کسی کام کی سرانجام دہی کے لیئے نہ مال مسالے کی ضرورت ہے نہ کسی مددگار کی بلکہ صرف حکم کی دیر ہوتی ہے اِدھر حکم ہوا اُدھر جو چاہا موجود۔ تمام عالم میں اندھیر اگھپ تھا اور سب تیرہ و تار تھا اُس نے حکم دیا کہ روشنی ہو اور روشنی ہو گئی دوسرے دن اللہ تعالیٰ نے اسی طرح آسمان کو پیدا کیا اور اسی طرح برابر چھٹے دن تک اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو جو اس وقت زمین پر موجود ہیں یا سمندر میں تیرتی ہیں اور جو ہوا میں اُڑ رہی ہیں اور جو آسمان پر چمکتی ہیں پیدا کر دیا۔

بعض مخلوقات کو اللہ تعالیٰ نے یہ قوت عطا فرمائی ہو کہ وہ اپنی جیسی جنس خود پیدا کر لیں۔ ایسی چیزوں کو انگریزی میں آرگینک[۱] آبجکٹس یعنی جاندار چیزیں کہتے ہیں اسکے برعکس بعض چیزیں بے جان ہیں اور وہ اِن آرگینک آبجکٹس[۲] کہلاتی ہیں جیسے چاند۔ سورج۔ تارے پہاڑ۔ پتھر۔ سمندر۔ وغیرہ جن کو خدا نے نعمت تولید عطا نہیں فرمائی پچھلی قسم کی مخلوقات اُس وقت تک اپنی اپنی حالت پر قائم رہیں گی جب تک اللہ تعالیٰ اُن کو نیست و نابود کر دے[۳] اور اسی وجہ سے ان کے لیئے قوت تولید کی ضرورت نہ تھی۔ پہلی قسم کی جاندار چیزیں

---

۱ Organic objects.

۲ Inorganic objects.

۳ اور یہ قیامت کے دن ہوگا جیسا کہ کلام مجید میں جابجا آیا ہے:

جس وقت آفتاب (کے نور کی چادر کو) لپیٹ لیا جائے اور جس وقت تارے جھڑ پڑیں اور جس وقت پہاڑ (اپنی جگہ سے) چلائے جائیں اور جس وقت دس مہینے کی گیابھن اونٹنیاں چھٹی پھریں (اور کوئی اُن کا روک تھام کرنے والا نہ ہو) اور جس وقت وحشی جانور (مارے ڈر کے بستیوں میں) آ بھریں اور جس وقت دریا پاٹ دئے جائیں۔ (بقیہ صفحہ آئندہ)

جیسے نباتات۔ مچھلیاں۔ حیوانات۔ چرند و پرند اور انسان ان کی زندگی ہمیشہ کے لئے نہیں ہی بلکہ ایک مدّتِ مقررہ تک زندہ سرسبز اور شاداب رہ کر ایسے مر جاتے ہیں کہ پھر ان کا کہیں نام و نشان نہیں رہتا۔ چوں کہ انسان دنیا میں مسافرانہ زندگی بسر کر کے آخر کار مر جاتا ہی لہذا دنیا کی آبادی کا سلسلہ قائم رکھنے کے لئے ضرور تھا کہ جو لوگ مر گئے ہیں اُن کا کوئی قائم مقام اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کمالِ حکمت سے تمام جان دار مخلوقات کو یہ خاص قوت عطا فرمائی کہ وہ اپنی جیسی مخلوق پیدا کر سکیں۔ اگرچہ یہ قوت اُس قسم کی تو نہ تھی جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور حوّا کو ابتدائً پیدا کیا تھا لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ اُس سے ملتی جلتی ضرور ہی اور نتیجہ دونوں کا قریب قریب یکساں ہے۔ پیدا کرنے کی قوت جو جاندار وں کو دی گئی ہی وہ خدا کا ایک راز ہی جس کی تہ کو عقل مند سے عقل مند انسان

(بقیہ صفحہ تینتیس) دریا کے پاٹنے سے مراد یہ معلوم ہوتی ہی کہ زمین کو جب قیامت کا سخت بھونچال آئے گا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر پڑیں گے دریاؤں کا پانی اُچھل کر کسی طرف کو بہہ جائیگا زمین کے نشیب و فراز سب یکساں ہو جائیں گے۔ دریاؤں میں اِدھر اُدھر کا ملبہ آ بھرے گا جس سے وہ پٹ جائیں گے یہ قیامت کا ہولناک سین ہی جس کا ذکر سورۂ حج میں یوں ہی۔ قیامت کا زلزلہ ایک بڑی (سخت) مصیبت ہو گی جس دن وہ تمہارے سامنے آموجود ہو گی ہر دودھ پلانے والی (مارے ڈر کے) اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور جتنی حمل والیاں ہیں سب کے حمل گر پڑیں گے اور (مارے بد حواسی کے) لوگ متوالے دکھائی دیں گے حالاں کہ وہ متوالے نہیں بلکہ خدا کا عذاب بڑا سخت ہی (جس کے ڈر سے لوگ بدحواس ہو رہے ہوں گے)۔

(۲) جب کہ آسمان پھٹ جائے اور جب ستارے جھڑ پڑیں اور جب دریاؤں کو (اُن کی اصلی جگہ سے اُچھال کر دوسری طرف کو) بہا دیا جائے ۱۲

(۳) مگر جس دن زمین مارے دھکوں کے چکنا چور ہو جائے ۱۲

(۴)۔ (سب کو) کھڑ کھڑا ڈالنے والا (حادثہ سو) وہ کھڑ کھڑا ڈالنے والا (حادثہ) ہی کیا چیز (اُس حادثے سے مراد ہی روزِ قیامت) جس دن کہ لوگ (میدانِ حشر میں ایسے پٹے پڑے) ہوں گے جیسے پروانہ دار چینوٹیاں (پٹی پڑی ہوتی ہیں) اور پہاڑ ایسے اُڑتے پھرتے ہوں گے جیسے دُھنکی ہوئی اون ۱۲

(نوٹ صفحہ ہذا) لہ پھر جب اُن کا وقت آ پہنچا ہی تو (اُس سے) نہ ایک گھڑی پیچھے رہ سکتے ہیں اور نہ ایک گھڑی ۲ آگے بڑھ سکتے ہیں ۱۲

بھی آج تک نہیں پہنچ سکا اور پہنچ سکے گا بھی نہیں اور یہاں سب کی عقل چکر میں ہے

اگر یک سر موے برتر پرم	فروغ تجلی بسوزد پرم

چوتھی رات

پہلی بات۔ جانوروں اور انسان کی پیدائش

قرآن شریف سے تم کو حضرت آدم اور اماں حوّا کے پیدا ہونے کا حال معلوم ہوا ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ نباتات حیوانات اور انسان کی زندگی نسلاً بعد نسل باقی رہے۔ خداوند تعالیٰ نے گھانس اور جھاڑی بوٹی کو پیدا کیا جس میں خود بخود بیج پیدا ہوتا ہے اور پھل دار درختوں میں آپ ہی آپ پھل پھلاری لگتی ہے اور ان ہی درختوں میں اُن کا تخم بھی رہتا ہے اس کے بعد پرندا اور چرندا کو اللہ نے بنایا اور ان کی نسل کو برکت دی جس کی وجہ سے وہ پھلتے پھولتے اور بڑھتے ہیں۔ سب سے آخر حضرت انسان کو جو اشرف المخلوقات یعنی بہترین مخلوقات ہے پیدا کیا۔ قرآن شریف میں جو اللہ کا کلام ہے سلسلۂ پیدائش اس طرح درج ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی صورت پہ بنایا اور اُس کو تمام دوسری مخلوقات پر برتری اور حکومت دی زمین کی بادشاہت اُسے دی اللہ تعالیٰ نے انسان کو مٹی سے بنایا اور اُس کے پُتلے میں اپنی روح پھونک دی روح پھونکنے کے بعد پُتلا جو حضرت آدم کا تھا جان دار ہوگیا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو باغ بہشت میں رکھا لیکن حضرت آدم تنہائی سے گھبرانے لگے اللہ تعالیٰ نے اُن کی دل بستگی کے لیے اُن کا ایک جوڑا پیدا کیا۔ حضرت آدم کو اللہ تعالیٰ نے گہری نیند سُلا دیا۔ سویا مرا برابر اُسی

---

[۵] اگر اس سے زیادہ ایک بال برابر بھی اوپر اُڑنے کا قصد کروں تو باری تعالیٰ کے جلوے کی روشنی سے میرے پَر جل جائیں گے ۱۲

حالتِ بے خبری میں حضرت آدم کی ایک پسلی نکال گوشت کو جوں کا توں برابر کر دیا اور
اسی پسلی سے ماما حوّا کو پیدا کیا پس عورت مرد ہی کی ہڈی بوٹی سے بنی ہی یہی وجہ ہی کہ انسان
بڑی عمر میں ماں باپ سے جُدا ہو جاتا ہی اور اپنی بیوی سے جا ملتا ہی اور الگ گھر کر لیتا ہی کیوں کہ
میاں بیوی دونوں ایک ہی گوشت پوست سے بنے ہیں خدا نے انسان کی نسل کو برکت دی اور فرمایا
پھلو پھولو اور اپنی نسل کو بڑھاؤ زمین کو درست کرو اور اپنے تابع بناؤ پرند و چرند و جملہ حیوانات
و مخلوقات پر حکومت کرو۔ مجھے یقین ہی کہ انسان کی پیدایش کے حال کو تم نے بہت تعجب سے
سُنا ہو گا اور اُس سے ہم کو خداوند تعالیٰ کا صاف یہ منشا معلوم ہوتا ہی کہ جس طرح نباتات و حیوانات
کی نسل ایک دوسرے سے بڑھتی ہی اور پُرانوں کی جگہ نئے قائم ہوتے چلے جاتے ہیں یہی
حالت انسان کی ہی کہ دُنیا میں اُس کی نسل چوطرف پھیل گئی ہی ایک مرتا ہی۔ دوسرا
اُس کی جگہ آجاتا ہی۔ ع یکے ہمی رود و دیگرے ہمی آید۔

رباعی

ہی کون جو رنجِ مرگ سہنے کا نہیں	احوال یہ گو مگو ہی کہنے کا نہیں
آمادہ کوچ رہ۔ جہان میں غافل	ہشیار کہ یہ مقام رہنے کا نہیں

یہ وہ قانونِ قدرت ہی جس سے نباتات اور حیوانات اپنی مثل پیدا کرتے ہیں اور بڑے پودوں سے
چھوٹے پودے اور بڑے جانوروں سے چھوٹے بچے پیدا ہوتے ہیں بڑے فنا ہو کر چھوٹے اُن کے
قائم مقام ہوتے چلے جاتے ہیں اور اسی طرح سلسلہ حیات و ممات کا تا قیامت قائم رہے گا۔
یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ ہی کی تعلیم اور حکم مقدّس کی بنا پر جاری ہی اور یہ ہم بخوبی جانتے ہیں کہ
اللہ تعالیٰ کوئی کام ایسا نہیں کرتا جس میں ذرا بھی شک و شبہہ بُرے یا ناپاک خیالات کا
ہو خداوند تعالیٰ نے جس کمال دانائی اور فراست سے حضرت آدم اور ماما حوّا کو پیدا کیا وہ
کوئی ایسی بات نہیں ہی جس میں کسی قسم کے بُرے خیال کا دخل ہو یا کوئی ایسی بات ہو
جس سے ہم کو شرم آئے اسی طرح ہابیل و قابیل حضرت آدم اور حوّا کے بچوں کی پیدایش ہم

لہ ایک جاتا ہی دوسرا آتا ہی ۱۲

اگر ہم اچھی طرح غور کریں کہ اسی قسم کا سلسلہ توالد و تناسل کا آج تک جاری ہے جس کو سیکڑوں بلکہ ہزاروں پشتیں ہو چکیں۔ بڈھے مرجاتے ہیں اور جوان اُن کی جگہ بیٹے جاتے ہیں تو اس میں کوئی بات بھی بے موقع یا تہذیب و اخلاق سے گری ہوئی نہیں معلوم دیتی۔ جب ہم اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور اُن کے جوڑے کو پیدا کیا تو انسان کو زمین میں اپنا خلیفہ بنایا اس سے بڑھ کر اور کیا بزرگی ہو سکتی ہے۔ پھر ایسے موقع پر بُرے خیال کا کیا ذکر بلکہ جو بات ہو وہ پاکی اور تقدس کی ہونی چاہیے بایں ہمہ اگر کسی قسم کا ناپاک خیال انسان کے دل میں آتا ہے تو وہ محض شیطان کا وسوسہ ہے کبھی خداوند تعالیٰ کا ایسا منشا ہو نہیں سکتا۔ پس ہم کو پاک خیالات پر جمے رہنا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے کہ توالد و تناسل کے بارے میں ہمارے بھی وہی پاک خیالات ہوں جو انسان کے پیدا کرنے کے پیشتر اور پیدا کرتے وقت اور پیدا کرنے کے بعد خود اللہ تعالیٰ کے تھے پس جو خیالات پاک ہیں وہ اللہ کی طرف سے ہیں اور جو ناپاک ہیں وہ شیطان کی طرف سے۔ یہ مضمون نہایت مقدس اور پاک ہے۔ پس اس کے متعلق ہمارے خیالات بھی ویسے ہی مؤدب اور زاہدانہ ہونے چاہئیں کیوں کہ خلقت انسان بہترین کرشمات قدرت الٰہی ہے۔ یہ تو تم سمجھ گئے ہو گے کہ ہر قسم کی ذی روح مخلوق کو اپنی جیسی نسل پیدا کرنے کی قوت دی گئی ہے۔ اگر اپنی ہی جیسی چیز کے پیدا کرنے کی قید نہ ہوتی تو آج آم کے درخت میں جامن اور جامن کے درخت میں سنترے لٹکتے دکھائی دیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مخلوقات کو وہ عام قوت تخلیق حاصل نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے ورنہ درختوں سے مچھلیاں پیدا ہوتیں اور مچھلیوں سے درخت۔ پس یہ بھی ایک حکمت الٰہی ہے کہ ہر شے کو اپنی جیسی چیز پیدا کرنے کی قوت دی گئی ہے۔ اور اُس کی اپنی نسل کا تخم اُس میں ہی رکھا گیا ہے۔ اسی وجہ سے آم کے درخت کی پرداخت کی جائے تو اُس میں آم ہی لگتے ہیں اور جامن کے درخت میں جامنیں۔ یہی حال سب مخلوقات کا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے نباتات۔ حیوانات اور ہر ذی روح کو اپنی جیسی قوت تخلیق تو عطا نہیں فرمائی بلکہ اُس کو اپنے ہی دست قدرت میں رکھا ہے لیکن اُسی کے لگ بھگ ایک دوسری طاقت

دی ہی جو اُس کی اپنی قوت سے بہت مشابہ ہی اور وہ یہ ہی کہ ہر شی اپنی قسم کے بیج کو پیدا کرتی ہی اور ان ہی بیجوں سے چھوٹے چھوٹے پودے اُگتے ہیں جو بڑے درختوں کی طرح ہوتے ہیں اس قوت کو طاقت تخلیق نہیں کہا جاسکتا مگر طاقت تولید ضرور ہی جس کا تفصیلی حال کل بیان کیا جاے گا۔

پانچویں رات

نباتات کی پیدائش کا حال

رباعی

گلشن میں پھروں کہ سیر صحرا دیکھوں	یا معدن وکوہ دشت و دریا دیکھوں
ہر جا تری قدرت کے ہیں لاکھوں جلوے	حیراں ہوں کہ دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں

بیج زمین میں ڈالنے کے بعد پھوٹ نکلتا ہی جو پہلے پہل پودا کہلاتا ہی یا یوں سمجھو کہ جس طرح انسان کا بچہ ہوتا ہی یہ بھی درخت کا بچہ ہی۔ چڑے چڑیا دونوں مِل کر گھونسلا بناتے ہیں اُس میں چڑیا انڈے دیتی ہی اور چند دن سیئے کر بچے نکالتے ہیں کیسی محبت سے دانہ بھراتے ہیں۔ جس طرح یہ لال لال گوشت کی بوٹیاں چڑے چڑیا کے بچے کہلاتے ہیں اسی طرح ذرا سا پودا بڑے درخت کا بچہ ہوتا ہی۔ پرندوں میں تم نے دیکھا ہوگا۔ کہ ایک نر ہوتا ہی دوسرا مادہ اور دونوں کا مِل کر جوڑا ہوتا ہی۔ جیسے چڑا اور چڑیا۔ انسان کی پیدائش کے حالات میں بھی تم نے دیکھ کر مرد و عورت نر و مادہ کی تفریق معلوم کر لی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کا بھی جوڑا پیدا کیا ہی۔

جیسا انسان کا جوڑا ہی ایسے ہی حیوانات اور پرندوں کے جوڑے بھی ہیں لیکن یہ بات

غالباً تم نہ جانتے ہوگے کہ نباتات میں بھی نر و مادہ ہوتے ہیں اور مثل دوسری مخلوقات کے ان کا بھی جوڑا ہوتا ہے۔ جس طرح انسان اور حیوان کے بچوں کی پرورش کے لیئے ماں باپ ہوتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے پودوں کے لیئے بھی ماں باپ دونوں بنائے گئے ہیں بعض پودوں میں نر و مادہ دونوں جنسیں ایک ہی ڈنٹھل میں ملی ہوئی ہوتی ہیں جب وہ بڑے ہو جاتے ہیں تو دونوں جنسیں الگ الگ معلوم ہونے لگتی ہیں بڑے درختوں میں بیج نکل آتا ہی تاکہ آگے چل کر جب اصل درخت بڈھا ہو کر سوکھ جائے تو اُن ہی بیجوں سے اُن کی نسل چلے اور نئے نئے پودے اُگیں اور اس طرح صفحہ ہستی سے اُن کی نوعیت معدوم نہ ہو جائے۔ نر و مادہ ایک ہی درخت میں ملے رہنے کی کیفیت بہ آسانی غلے کے کھیت میں دیکھی جا سکتی ہی۔ پہلے صرف ایک ڈنٹھل زمین سے نکلتا ہی پھر اُس میں بالیں اور خوشے لگتے ہیں۔ خوشوں یا بالوں کو غور سے دیکھو تو اُن کے سرے پر باریک باریک ریشم کے سے تار رہتے ہیں اُسی کے ساتھ چھوٹی چھوٹی کلیوں کے گچھے بھی پھُندنے کی شکل کے نکل آتے ہیں۔ ان ہی خوشوں میں مردانہ اور زنانہ حصہ علی حدہ علی حدہ رہتا ہی۔ خوشے میں جو باریک باریک تار ہوتے ہیں وہ پودے کا زنانہ حصہ ہی اور خوشوں اور کلیوں پر جو باریک ذرات دانہ دار بھوسی کی طرح کے ہوتے ہیں جسے زیرہ کہتے ہیں یہ پودے کا مردانہ جزو ہی[۱]۔ جب ہوا کے جھونکوں سے ڈنٹھل ہلنے لگتے ہیں تو باریک برادہ پھُول میں سے جھڑ کر باریک تاروں پر گر جاتا ہی اور تاروں کے ذریعے سے دانوں تک پونہچ جاتا ہی اور اس طرح دانوں میں جو بال میں لگے ہوئے ہوتے ہیں جان پڑ جاتی ہی یعنی بالیدگی شروع ہو جاتی ہی اور یہی

[۱] علم نباتات سے جو لوگ واقف ہیں وہ نباتات میں نر و مادہ کے حصّے کی تفریق کو خوب جانتے ہیں انگریزی میں ان کے نام بھی الگ الگ ہیں پالن Pollen پھولوں میں ایک قسم کا سفوف ہوتا ہی جو مردانہ حصّہ ہی اور زنانے حصّے میں جو بطور رحم کے ہوتا ہی جب پڑ جاتا ہی تو پھول پھُبک اُٹھتا ہی زنانے حصّے کا نام [illegible] ہی جو پھولوں کے وسط میں بطور رحم کے ہوتا ہی اس کے بھی تین حصّے ہیں اووری Ovary سٹیل Style اور سٹگما Stigma لیکن افسوس ہی کہ ان اجزا کے نام زبانِ اُردو میں نہیں ہیں لہٰذا ہم مجبور ہیں۔ من المصنف ۱۲

غلے کی پیداوار کا اصل اصول ہے اگر یہ نہ ہو دانہ کھیتی پختہ نہ ہو۔ پھولوں کی کلیوں ہی پر سے
نر و مادہ کی تمیز ہوتی ہے۔ غلے کے اقسام میں تو نر و مادہ دونوں ہی جنسیں ایک ہی درخت
میں ملی ہوئی ہوتی ہیں لیکن بعض جگہ نر و مادہ کے پودے الگ الگ بھی ہوتے ہیں۔
جہاں دونوں جنسیں یکجا ہوتی ہیں تو نر پودے کا بُرادہ مادہ ڈنٹھل پر پڑ کر رفتہ رفتہ پودے کے تنے میں
پونہچ جاتا ہے اور تخم کی تولید شروع ہو جاتی ہے۔ بعض جگہ جدا جدا کلیاں اور جُدا جدا پھول
نر و مادہ کی حیثیت رکھتے ہیں کبھی تو وہ ایک ہی درخت کی شاخ پر کھلے ہوئے ہوتے ہیں
کبھی کبھی جُدا جُدا ٹہنیوں پر بعض دفعہ بالکل الگ الگ درخت پر پھول لگتے ہیں جو ایک
دوسرے سے فاصلے پر بھی ہوتے ہیں جہاں نر کا برادہ ہوا سے اُڑ کر پہنچ جاتا ہے اور مادہ
درخت کی کلیوں سے چمٹ جاتا ہے۔ یا یہ کہ شہد کی مکھیاں اور دوسری قسم کے کیڑے
جو رس چوستے رہتے ہیں اور ایک درخت سے دوسرے درخت پر اُڑتے رہتے ہیں اُن کے
ذریعے سے پونہچ جاتا ہے۔ درختوں کی پیدائش پر غور کرو کہ کس طرح خداوند تعالیٰ اُن کی
تولید اور بقا اور ہر سبز جھاڑی بوٹی کیا بلکہ ہر ہر گھانس کے تنکے۔ ہر ہر پھول اور درخت
میں روح زدان پونہچاتا ہے تاکہ نباتات کی نسل قائم رہے اور جو درخت بعد موسم مر جاتے
ہیں اُن کا سلسلہ مفقود نہ ہو۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار		ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار	

اگر خداوند تعالیٰ نباتات کو قوت تولید عطا نہ فرماتا تو وہ چند ہی سال میں ختم ہو جاتے کیوں کہ
عموماً درختوں کی عمر بہت تھوڑی ہوتی ہے اس کا یہ انجام ہوتا کہ چند ہی سال میں صفحۂ زمین
پر پھل پھلاری غلہ و سبزی کا نام باقی نہ رہتا اور قحط اور فاقہ سے تمام چرند و پرند حتیٰ کہ آدمی بھی روئے
زمین پر سے مٹ جاتے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی دانائی سے انسان کے پیدا کرنے
سے پیشتر ہی نباتات کو پیدا کیا تاکہ انسان کے کھانے پینے کا کافی انتظام ہو جائے۔

	ابر و باد و مہ و خورشید و فلک درکارند ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار		تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری

۵ہوشیار اور سمجھ دار آدمی کی نظر میں درختوں کے سبز پتے کیا ہیں گویا ہر پتہ خداوند تعالیٰ کی معرفت کا ایک دفتر ہے۔

مسعود! تم کو معلوم ہوا ہوگا کہ ان تمام چیزوں میں اللہ کی قدرت اور مہربانی کی نشانیاں موجود ہیں اب ہم رفتہ رفتہ تمہارے اُس سوال کے لگ بھگ پہنچ گئے ہیں کہ جو تم نے اپنے معصوم بھائی کو پالنے میں جھولتے ہوئے دیکھکر اپنی اماں جان سے کیا تھا۔ ان شاء اللہ کل رات کو میں تم کو بتلاؤں گا کہ مچھلی اور چڑیوں اور حیوانات کے بچے بھی ماں اور باپ رکھتے ہیں۔

چھٹی رات

اکسٹر اور مچھلیوں کے بچوں کی پیدائش کا حال

تم کو بتلا چکا ہوں کہ نباتات وغیرہ اشیائے ذی روح کو قوت تولید دی گئی ہے غلہ چوں کہ غذا کی چیز ہے تھوڑے بیج ڈال دینے سے منوں اناج پیدا ہو جاتا ہے اور یہ سلسلہ سال بسال ہر فصل پر جاری رہتا ہے۔ پھولوں کا بھی یہی حال ہے اول کلیاں لگتی ہیں پھر پھول اور پھل اور سب سے آخر بیج پیدا ہوتا ہے اور ان ہی بیجوں کے لگا لینے سے اُسی قسم کے دوسرے درخت اُگتے ہیں اور بڑے ہو کر اپنے موسم پر پھلتے پھولتے ہیں یہ سلسلہ شروع سے آج تک جاری ہے ہر درخت کی نسل مسلسل طور پر قائم ہے سال کے تین سو پینسٹھ دن یہی کارخانہ جاری ہے ان باتوں کو تم اپنے ذہن میں رکھو اور آگے جو میں کہتا ہوں اُسے غور سے سُنو۔ مخلوقات جان دار کی دو قسمیں ہیں۔

اوّل۔ جن میں اعصاب اور حواس خمسہ (یعنی سُننا۔ دیکھنا۔ سونگھنا۔ چکھنا اور چھونا۔) میں سے کُل یا چند موجود ہوں اور اس قسم کی چیزوں کو اشیائے مدرکہ کہتے ہیں۔

دوم۔ جن میں اعصاب اور حواس خمسہ نہ ہوں جیسے نباتات ان کو اشیائے غیر مدرکہ کہتے ہیں چڑیاں۔ مچھلیاں اور تمام قسم کے پرند نر و مادہ مل کر انڈے دیتے ہیں برخلاف اس کے نباتات میں نر و مادہ کی قوت یکجا ہو کر بیج پیدا ہوتا ہے۔ چڑیوں کے انڈے پر ایک سخت

چھلکا ہوتا ہے لیکن سب انڈے اس قسم کے نہیں ہوتے۔ جس طرح نباتات میں دانہ دار مادہ نر پودے میں ہوتا ہے عصبی مخلوقات میں بجا اس کے ایک رقیق عرق ہوتا ہے۔ مادہ جو انڈے دیتی ہے اُس میں نر کا یہ عرق داخل ہو جاتا ہے آئسٹر جسے کستورا کہتے ہیں ایک قسم کا گھونگا ہے جو نہ سُن سکتا ہے نہ دیکھ سکتا ہے نہ سونگھ سکتا ہے نہ چکھ سکتا ہے اُس میں صرف ایک ہی حاسہ حس کا ہے۔ یہ سب سے ادنیٰ قسم کی ذی حس مخلوق ہے آئسٹر کے گھونگے کے اندر ہی دونوں خواص نر و مادہ کے موجود ہیں جب گھونگے کے اندر انڈا بننے لگتا ہے تو دونوں مادّے نر و مادہ کے اُس میں شامل ہو کر آئسٹر کی تولید ہوتی ہے۔ انڈا جب اِس طرح طیار ہو جاتا ہے تو اُس گھونگے میں سے خود بخود نکل پڑتا ہے۔ اس گھونگے کو تم اس کی ماں کا پیٹ سمجھو وہ پانی کی سطح کے اوپر بہتے بہتے کسی پتّھر یا دوسرے گھونگے سے چمٹ جاتا ہے اور بتدریج اُس پر دوسرا خول چڑھ جاتا ہے جو رفتہ رفتہ سخت ہو کر اپنی اصلی صورت پر آ جاتا ہے۔ مچھلیوں کی حالت اس سے مختلف ہے اللہ تعالیٰ نے نر و مادہ مچھلیاں الگ الگ پیدا کی ہیں مچھلیوں کے بچّے ہمارے بچّوں کی طرح ماں اور باپ دونوں رکھتے ہیں۔ شاید تم نے کبھی کسی بڑی مچھلی کا پیٹ چاک کرتے ہوئے دیکھا ہوگا بعض اوقات اُس میں ہزاروں انڈے بھرے رہتے ہیں۔ بعض لوگ ان انڈوں کو بھی بہت شوق سے کھاتے ہیں۔ مچھلیاں عموماً جہاں پانی بہت ہوتا ہے وہاں رہتی ہیں لیکن جب اِن کے انڈے دینے کا موسم آتا ہے تو مچھلیاں اُس مقام کو چھوڑ کر ایسی جگہ چلی جاتی ہیں کہ جہاں پتّھر کی چٹانیں یا اور کسی قسم کی آڑ ہو وہاں وہ انڈے دیتی ہیں۔ جب مچھلیاں انڈے دینے جاتی ہیں تو نر بھی اُن کے ساتھ ہی ساتھ جاتا ہے۔ جہاں کہیں آڑ کا مقام ملتا ہے مچھلی ہزار ہا انڈے دیدیتی ہے۔ مرغی کے انڈے کی سُفیدی کی طرح سطح آب پر باریک باریک ترمروں کا چھتّے کا چھتا چکنا ہٹ کا نظر آتا ہے یہی مچھلی کے انڈے ہوتے ہیں۔ جب مچھلی انڈے دے چکتی ہے تو مچھلی کا نر آہستہ آہستہ اُس چھتّے پر تیرنے لگتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اِس کے جسم سے بھی اُسی قسم کی سفید لیس دار رطوبت نکلنے لگتی ہے اور وہ انڈوں کے چھتّے پر پوری طرح پھیل جاتی ہے جہاں مادہ مچھلی اور نر مچھلی دونوں کی رطوبتیں ایک دوسرے سے ملیں فوراً

انڈوں میں قوت نامیہ شروع ہوجاتی ہے یا یوں کہو کہ انڈوں میں جان پڑجاتی ہے اور انڈے بڑھنے لگتے ہیں ٹھیک اُسی طرح جیسے کہ غلّے کے بیان میں تم سُن چکے ہو کہ باریک باریک ریزے ریشم جیسے تاروں پر پڑتے ہی اناج کا دانا بننے لگتا ہے۔ مچھلیاں جب ایک مناسب مقام پر انڈے دے چکتی ہیں تو نر و مادہ اپنی اپنی جگہ چلے جاتے ہیں نہ وہ انڈوں کو سیتے ہیں۔ نہ اُلٹ کر خبر لیتے ہیں۔ بچے کب پیدا ہوئے اُنھیں خبر بھی نہیں ہوتی۔ پانی کی حرکت اور آفتاب کی تمازت سے انڈے پک جاتے ہیں اور اُن میں سے بے گنتی چھوٹے چھوٹے بچے نکل پڑتے ہیں۔ اب تم کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ مچھلیوں کے بچے کیوں کر پیدا ہوتے ہیں۔ کل ان شاء اللہ پرند و چرند کے بچوں کے پیدا ہونے کا حال کہوں گا۔

ساتویں رات

چرند و پرند کے بچوں کا حال

تم نے اپنے خانہ باغ میں مالی کو کیاریاں بناتے اور پھول ترکاریوں کے بیج بوتے ہوئے دیکھا ہوگا کہ زمین میں بیج ڈالنے کے بعد اُس کو اچھی طرح مٹی سے ڈھانک دیا جاتا ہے کہ زمین کی نمی اور آفتاب کی گرمی سے تخم میں جو جان پوشیدہ ہوتی ہے وہ جلد نکل آئے اور بیج سے ایک چھوٹا سا پودہ نکلے جو بڑھتے بڑھتے ایک زبردست درخت ہوجائے۔ تم نے چڑیوں کے گھونسلوں میں بارہا چھوٹے چھوٹے انڈے دیکھے ہوں گے لیکن شاید تم کو یہ خیال نہ آیا ہوگا کہ وہ بھی ایک قسم کے بیج ہیں جن میں سے بچے نکلتے ہیں اور اسی وجہ سے انڈے کو فارسی زبان میں "تخم مرغ" کہتے ہیں۔ انڈے اور بیج میں یہ فرق ہے کہ بیج کی طرح انڈے کو زمین میں نہیں دباتے بلکہ چڑیاں ایسی جگہ گھونسلا بناتی ہیں کہ جہاں وہ آرام و اطمینان سے انڈے سے سکیں زمین میں دبانے کے عوض سینے میں پروں کی گرمی انڈے کو پونہچتی ہے۔

جس سے دو یا تین ہفتوں میں انڈے کے اندر بچہ بن جاتا ہے۔ غرض گرمی پونہچانے سے ہی اوراس قسم کی گرمی اب بذریعہ مشین کے پونہچا کر مرغی کے بچے دم کے دم میں نکال لیتے ہیں جب انڈے کے اندر بچہ پورا بن جاتا ہے تو انڈے کا چھلکا خود بخود کھٹک جاتا ہے اور بچے نکل پڑتے ہیں جیساکہ تم آئے دن دیکھتے رہتے ہو۔ اگر تم نے کبھی غور کیا ہوگا تو تم کو معلوم ہوا ہوگا کہ اکثر انڈوں پر مادہ ہی بیٹھی رہتی ہے اور انڈوں کو اپنے پروں سے گرم رکھتی ہے لیکن چڑا بھی آس پاس ہی رہتا ہے اور ادھر ادھر پھُدک پھُدک کر اُسی جگہ آ بیٹھتا ہے جہاں کہ گھونسلا بنا ہوا ہوتا ہے اور وہاں بیٹھ کر چوں چوں کرنے لگتا ہے اوراس طرح چڑیا کے ساتھ رہ کر اُسکی تنہائی کو رفع کرتا ہے اور اُس کا دل بہلاتا ہے۔ پھر پھُر کرکے چڑا اُڑ جاتا ہے اور ذرا سی دیر میں اپنی چونچ میں اناج کا دانہ یا کوئی کیڑا پتنگا لاکر گھونسلے میں گھُس جاتا اور چڑیا کو بہت محبت سے کھلاتا ہے جب چڑیا بیٹھے بیٹھے تھک جاتی ہے تو وہ اُڑ جاتی ہے اور چڑا انڈے سینے لگتا ہے چڑیا جب تازہ دم ہو کر آجاتی ہے تو چڑا اُڑ جاتا ہے بعض دفعہ تھوڑی دیر کے لیئے دونوں اُڑ جاتے ہیں مگر دیر تک انڈوں کو خالی نہیں چھوڑتے کیوں کہ ہر وقت گرمی پونہچانا ضرور ہے ورنہ انڈے گندے ہوجائیں اور بچے نہ نکلیں۔ دیکھو چڑے چڑیا کی گزران کیسی محبت اور لطف کی ہے کس طرح ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور کیسے ہمدرد ہیں۔ ہم کو اِن سے سچی اور بے لوث محبت اور وفاداری کا سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ انڈوں میں سے بچے نکلنے کے بعد نر و مادہ دونوں دانہ ڈنکا کیڑے پتنگے چگتے پھرتے ہیں اور بچوں کو بھراتے ہیں۔ جب بچوں کے کلیاں پھوٹتی ہیں تو اُن کو اُڑنا سکھاتے ہیں اوراس بات کی حفاظت کرتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ اُڑنے کے لایق ہونے سے پہلے وہ پھُدک کر گھونسلے سے گر پڑیں یا کہیں کوا یا بلی اُچک نہ لے جائے۔

رفتہ رفتہ بچے بڑے ہوجاتے ہیں اور اُن کا بھی جوڑا الگ جاتا ہے پھر وہ بھی انڈوں میں سے اسی طرح بچے نکالنے لگتے ہیں۔ پرندوں کے بعد اب چرندوں کو لو۔ پرندوں کی طرح ان کے انڈے نہیں ہوتے اوراس میں بھی حکمت الٰہی ہے۔ تم کو مچھلیوں کا حال یاد ہوگا کہ وہ ایک جھول میں ہزارہا انڈے دیتی ہیں بلکہ ایک قسم کی مچھلی جو کاڈ کہلاتی ہے جس کا تیل کاڈ لیور آئل مشہور ہے اور اکثر بطور مقوی دوا کے استعمال ہوتا ہے خدا کی عجیب شان ہے کہ یہ مچھلی سولہا کروڑ سے

ے کریں کروڑ تک انڈے دیتی ہی چوں کہ مچھلیوں کے انڈے غیر محفوظ جگہ میں ہوتے ہیں
ہوا کے جھونکوں اور پانی کی لہروں سے اکثر برباد ہو جاتے ہیں جو بچ رہتے ہیں اُن میں
سے بچے نکلتے ہیں۔ ہزاروں بچے تو بڑی بڑی مچھلیاں خود کھا جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ
انڈوں کو آبی جانور مثل قاز اور بطوں وغیرہ کے کھا لیتے ہیں کہ اُن کی غذا ہی اس کے بعد جو
بچ رہتے ہیں وہ بڑے ہو جاتے ہیں۔ انڈوں کی بربادی کا حال تم سُن چکے اسی کی روک
تھام اور حفاظت کے لیئے خلّاق عالم نے اعلیٰ درجے کی مخلوقات میں بجائے انڈے
دینے کے مادہ کے پیٹ میں ہی چھوٹے چھوٹے[1] انڈے پیدا کر دیئے ہیں جنھیں اُوُوریز
Ovaries بیضۃ الحیوان کہتے ہیں نر کے جُفتی کھانے سے سپرمے ٹوزو آ
Spermatozoa (حیوانات المنویّہ) یعنی منی کے باریک باریک کیڑے مادہ
کے انڈوں سے مل کر وہ انڈے پرورش پانے لگتے ہیں۔ ہر مادہ کے پیٹ میں اللہ تعالیٰ
نے اپنی قدرت سے ایک خاص جگہ انڈوں کی پرورش پانے کی بنا دی ہی جسے رحم کہتے
ہیں جس طرح پرندوں کے انڈے سینے سے بہ تدریج اُن میں بچہ بنتا جاتا ہی اسی طرح رحم مادہ
میں نر کی منی کے شمول کے بعد انڈوں کی حالت بدلتی جاتی ہی اور جس کے لیئے جو میعاد
مقرّر ہی اُس میں وہ طیار ہو جاتے ہیں بعض جانوروں میں چند ماہ میں اور بعض میں سال بھر میں مُدّت پوری
ہوتی ہی۔ مدت مقرّرہ پوری ہونے کے بعد جس طرح مُرغی کے چوزے انڈوں کو کھٹک کر نکل
آتے ہیں اسی طرح انڈا یا جو تخم حیوان مادہ کے پیٹ میں رہتا ہی جب پوری طرح نشو و نما
پا لیتا ہی یعنی پورا جسم بن جاتا ہی اور جان پڑ جاتی ہی تو وہ اپنی ماں کے پیٹ سے باہر نکل
آتا ہی اور اسی کو "پیدا ہونا" کہتے ہیں۔ جب تک بچّہ ماں کے پیٹ میں رہتا ہی اُس کی
پرورش اور غذا ماں کے جسم سے پہنچتی رہتی ہی لیکن پیٹ کے باہر نکلتے ہی ماں کے
دودھ سے اُس کی پرورش ہونے لگتی ہی۔ اس طرح چند ہفتے ماں دودھ پلاتی رہتی ہی
پھر بچّے کے دانت نکلنے شروع ہوتے ہیں دانت نکلنے کے بعد گویا بڑھنے کی ایک منزل
طے ہو جاتی ہی۔ بعض جانور چند ماہ میں بعض چند سال میں جوان ہو جاتے ہیں۔ جتنے

---

[1] جب تک علم تشریح الابدان نہ پڑھا جائے پوری طرح یہ باتیں سمجھ میں نہیں آسکتیں ۱۲

کم درجے کا جانور ہوگا اُتنے ہی جلد اُس کا بچپنا ختم ہوگا اور جس قدر اعلیٰ درجے کا ہوگا اُتنی
ہی دیر اُس کے جوان ہونے میں لگے گی انسان اشرف المخلوقات اور بہترین صنائع پروردگار
عالم ہی۔ اسی وجہ سے اُس کی بچپنے اور جوانی تک پہونچنے کا زمانہ دوسری مخلوقاتِ عالم سے
بڑھا ہوا ہی۔ ہم کو یاد رکھنا چاہیئے کہ خداوند تعالیٰ نے انسان کے تابع تمام مخلوقات کو
کیا ہی اور اُن پر اُسے حکومت دی ہی اس لیئے ضرور ہی کہ اُس کے نشو و نما کی مُدّت بہت
طویل ہو تاکہ اس اثنا میں اُس کو واقفیت۔ علم عقل پختہ اور تجربہ ہر کام کا حاصل
ہو جائے اور جوان ہونے تک وہ اُن تمام قویٰ اور صفات کا جو اللہ تعالیٰ نے انسان
کے لیئے مخصوص کی ہیں ایک مکمل نمونہ ہو اور اشرف المخلوقات کے لقب کا ہر لحاظ سے
مستحق ہو اور تمام مخلوقات سے برتر اور بہتر ہو کر اُن پر حکمرانی کی قابلیت پیدا کرے اور مخلوقاتِ
عالم میں وہ خداوند تعالیٰ کے بعد کا مرتبہ حاصل کرے جس کی شکل و صورت پر وہ مخلوق
کیا گیا ہی۔ رباعی

آدم کو عجب خدا نے رتبہ بخشا	ادنیٰ کے لیئے مقام اعلیٰ بخشا
عقل و ہنر و تمیز و جان و ایماں	اس ایک کفِ خاک کو کیا کیا بخشا

مسعود! دوسرے بچوں کی طرح تم بھی چاہتے ہوگے کہ جلد ہی بڑے ہو جاؤ لیکن یہ
ناسمجھی کی بات ہی یاد رکھو کہ تمھارے بچپنے اور جوانی کے درمیان جو چند سال کا وقفہ ہی وہ
بہ لحاظ اُن تمام باتوں کے جو تم کو سیکھنی ہیں اور نیز بہ لحاظ اُن اہم ذمّہ داریوں کے جن کے
لیئے تم کو طیّار رہنا ہی بالکل ہی تھوڑا ہی۔ خود انسان کی زندگی ہی بہت مختصر ہی۔ کچھ زمانہ
ناسمجھی میں گزر جاتا ہی۔ جب سمجھ آتی ہی تو تجربہ درکار ہوتا ہی اور جب تجربہ حاصل ہوتا ہی
تو چل چلاؤ کا زمانہ آجاتا ہی ؎

فکرِ معاش و ذکرِ خدا یادِ رفتگاں	دو دن کی زندگی میں بھلا کوئی کیا کرے

اگرچہ خدا کے فضل سے تم اپنے گھر میں خوش حال ہو اور ہر طرح کا آرام و آسائش تم کو
میسّر ہی تاہم دوسرے بچوں کی طرح تم کو بھی مستقل مزاج اور جفاکش ہونا چاہیئے تاکہ
یہ زمانہ جو تمھاری ترقی کا ہی بے کار ضائع اور برباد نہ جائے۔ اس وقت کو غنیمت سمجھو۔

جو کچھ کرنا دھرنا ہو کر لو۔ ع گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔ وقت بڑے قدر کی چیز ہے ایک منٹ اِس کا رائگاں نہ جانے دو۔

آٹھویں رات

انسان کو حالتِ موجودہ پر پیدا کرنے کے وجوہ اور عورت مرد کے تعلقات

نباتات حیوانات اور انسان کی پیدایش کا حال تم سُن چکے۔ آج ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو سرزمین پر قائم رکھنے کے لیئے کیا طریقہ اختیار فرمایا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ انسان کو بنا بنایا پورا اور سمو چا پیدا کر دیتا اور بن ماں باپ کے عورت مرد آسمان سے آن پڑتے تو بچپنے سے جوانی تک کا کھٹراگ ہی نہ رہتا لیکن ایسی حالت میں ہماری طرز زندگی کی حالت کچھ اور ہوتی۔ وطن اور مولد نہ ہوتا حالانکہ وطن انسان کو بہت عزیز ہوتا ہے ؎

حب الوطن از ملکِ سلیمان خوشتر		خارِ وطن از سُنبل و ریحان خوشتر	

ماں باپ جیسی نعمت نہ ہوتی۔ میاں بیوی۔ آل اولاد۔ غرض دُنیا کے جتنے رشتے ناطے ہیں جن پر خانہ داری کا دارومدار اور لطفِ زندگی ہے کچھ بھی نہ ہوتا۔ مامتا محبت ایک دوسرے کی چاہت کا پتہ نہ ہوتا۔ کوئی بھی ایک دوسرے کی رنج و راحت کا شریک نہ ہوتا نہ کوئی ایک دوسرے کی مدد کرتا نہ ہاتھ بٹاتا نہ کوئی ایک دوسرے کی ضرورت میں کام آتا نہ کوئی ہم پر والدین جیسی شفقت کرتا نہ میاں بیوی کی محبت ہوتی نہ دوستوں کی مہربانی نہ کوئی بیماری میں تیمارداری کرتا نہ کوئی کسی کے مرنے کا ماتم کرتا غرض ہر شخص اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد جدا بناتا۔ خوب صورت دل فریب گول گول گلگوتھنا سے پیارے پیارے بچے اُن کے پھُولے پھُولے گلاب کے سے گال اُن کی موہنی باتیں دل لُبھانے والی ادائیں اور تماشے کہاں سے آتے بچپنے سے بڑے ہونے تک کا تعلیم کا سلسلہ نہ ہوتا۔

بچے جو بہ تدریج جسمانی اور دماغی ترقی کر کے جوانی اور بڑھاپے کی زندگی اور دنیاوی کاروبار کے لئے طیار ہوتے ہیں کچھ بھی نہ ہوتا۔ اس تصوّر سے دم اُلٹتا ہی زندگی وبال جان ہوئی جاتی ہی۔ انسان کے پیدا کرنے کے تمام طریقے اللہ تعالیٰ پر ظاہر تھے اُس کی قدرت میں سب کچھ تھا وہ جس طرح چاہتا ہم کو پیدا کر سکتا تھا۔ وہی عالم الغیب ہی اُسی کی ذات پاک میں گزشتہ اور آیندہ زمانے کے حالات کا مکمّل علم ہی لیکن خداوند تعالیٰ نے اس طریقے کو پسند نہیں فرمایا کہ جدا جدا آدمی پیدا کرے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی مبارک یہی تھی کہ انسان کو اپنی ذاتِ پاک سے بہت مشابہ پیدا کرے اور اسی وجہ سے اُس کو زندگی کے منتقل کرنے کی قوت عطا فرمائی ہی اور نئی پود اپنے ماں باپوں سے زندگی پائیں اور آگے چل کر وہ اسی طرح سلسلہ بہ سلسلہ اپنی اولاد پیدا کرتے چلے جائیں۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے باوا آدم اور امّاں حوا کو پیدا کیا اور ان دونوں کو یہ عجیب و غریب طاقت عطا فرما کر ایک مقدّس و متبرّک تحفہ عنایت فرمایا ؏ شکر نعمت ہائے تو چنداں کہ نعمت ہائے تو[۱] مسعود۔ اب تم کو معلوم ہوا ہوگا کہ عورت مرد کا رشتہ جس کو اکثر بے وقوف اور شریر آدمی بہت حقیر اور ذلیل خیال کرتے ہیں کیسا باعظمت ہی جس کا ہم کو ہمیشہ ادب کرنا چاہیئے اور پاک خیالات کے سوا بُرے اور کمینے خیالات کو کبھی بھول کر بھی دل میں جگہ نہ دیں۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے مرد عورت کو جُدا جُدا بنایا ہی مگر حقیقت میں وہ ایک جان دو قالب ہیں اُن میں سچّی اور حقیقی محبّت ہونی چاہیئے۔ عورت کو دیکھو خوب صورت شکل اور نازک اندام بنایا ہی اُس میں بالطبع یہ خاصّہ رکھّا گیا ہی کہ وہ دوسرے کی مدد ڈھونڈے اور دوسرے پر تکیہ کرے۔ وہ ہمیشہ ایک دوسرے شخص کی خبر گیری کی محتاج ہی۔ برخلاف اس کے مرد کو قوی ہیکل طاقت ور ہاتھ پاؤں مضبوط چوڑے چکلے سینے کا بنایا ہی جس سے صاف ظاہر ہی کہ یہ مردانہ وار قوتیں اُس میں خاص کر اسی غرض سے رکھّی گئی ہیں کہ وہ کم زور ذات عورت کو نہ صرف بیرونی حملوں اور خطروں سے بچا سکے بلکہ ہر طرح سے اُس کی خبر گیری حمایت اور حفاظت کرنے اور اُس کے پاکیزہ خیالات عمدہ اقوال و اعمال اور بے لوث زندگی

---

[۱] جتنی بہت سی تیری نعمتیں ہیں ہم اتنا ہی بہت سا تیرا شکر ادا کرتے ہیں ۱۲

کی آبرو اور عصمت کو برقرار رکھنے میں کافی مدد دے۔ جو شخص عورت یا مرد کی ذات کی نسبت بیہودہ اور لغو خیالات کرتا ہی تو یہ اُس کے دل کا خبث ہی۔ اس سے وہ نہ صرف اپنی آپ بے عزتی کرتا ہی بلکہ خداوند تعالیٰ کی مقدس مرضی کے صریح خلاف کرتا ہی اور گویا اُس کے کام پر نعوذ باللہ حرف گیری کرتا ہی۔ جس طرح پرندوں میں نر و مادہ دونوں مل کر اپنے بچوں کی خبرگیری اور پرورش کرتے ہیں یہی حال انسان کا بھی ہی کہ ماں باپ دونوں ہر کام میں لگے لپٹے رہتے ہیں تم تو ماشاء اللہ سمجھ دار اور ہونہار ہو کبھی تم نے اس بات کا بھی خیال کیا ہی کہ ماں اور باپ اپنی اولاد سے ایسی سچّی اور بے قراری کی محبت کیوں رکھتے ہیں جس کی مثال دُنیا بھر چھان ڈالو کہیں نہ ملے گی لاکھ سر پٹخو ایسے چاہنے والے میّسر نہ آئیں گے ؏ قدر بابا آں زماں دانی کہ خود بابا شوی۔[1] اس کا سبب میں تم کو بتلاؤں۔ اس کی وجہ یہ ہی کہ تم اپنے ماں باپ کے بدن کا ایک ٹکڑا ہو۔ تمہارے دُنیا میں آنے کا سبب ماں باپ ہی ہیں۔ تم اُن کی چھوٹی سی تصویر مجسّم ہو۔ تم اگرچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوے ہو تو اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ تم صرف ماں ہی کے جگر کے ٹکڑے ہو۔ یہ صرف حکمت آلہی تھی کہ تم کو ماں کے پیٹ میں رکھّا اور اُس نے اپنی عجیب و غریب قدرت سے ماں کے پیٹ کی تنگ و تاریک کوٹھری میں تمھارے تمام اعضا پورے کر کے تم کو پیدا کیا۔ بلکہ باپ بھی تم کو اُسی طرح چاہتا ہی جیسے کہ ماں کیوں کہ اُس کے بھی تم جگر کے ٹکڑے ہو بلکہ سچ پوچھو تو اصل سبب پیدائش باپ ہی ہی عورت مرد گو بظاہر الگ الگ ہیں مگر سچ پوچھو تو ایک ہی ہیں اسی واسطے انگریزی میں عورت کو بٹر ہاف Better half یعنی بہترین نصف کہتے ہیں۔ دُنیا کی گاڑی دونوں ہی سے مل کر چلتی ہی پس تم دونوں ماں باپ کے ملواں جُلواں ہوئے اس لیئے تم کو دونوں کا یکساں پاس ادب ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے گو ماں اور باپ اور بچوں کے علحدہ علحدہ جسم دیئے ہیں مگر سچ پوچھو تو وہ جُدا نہیں ہیں۔ نظم

ہی والدین کا حق سب حقوق پر غالب	محل حیف ہی ماں باپ خیر کے طالب

[1] باپ ہونے کی قدر تم کو اُس وقت معلوم دے گی کہ جب تم خود باپ بنو گے ۱۲

ہی تو سعید تو کیوں ہو سقیم حال اُن کا　　اُن ہی کا تو ہی ترا مال بھی ہی مال اُن کا
تو اُن کی فرع ہی اصل وجود ہیں ماں باپ　　بڑا ہوا ہی کوئی پل بلا کے آپ سے آپ
اُن ہی سے پایا ہی ہستی نے تیری نشو و نما　　بس ایک ذات خدا ہی کہ جس کے باپ نہ ماں
اُٹھائے رنج بہت تاکہ تجھ کو راحت ہو　　تجھے ہو پہلے کسی اَور کو ہو یا مت ہو
تو زیر منتِ احسانِ والدین کے ہی　　بس اُن کا دنیا بجائے ادائے دین کے ہی

جس طرح پرندوں میں انڈے سے بچے ہوتے ہیں یہی حال انسان کی پیدائش کا بھی ہی۔ انسانی انڈے کو اُوُوْم ovum یعنی بیضۃ البشر کہتے ہیں اور عورت کے پیٹ میں پیدا ہوتے ہیں یہ سیکڑوں بلکہ ہزاروں باریک باریک بُلبُلے مثل ریت کے ذرّات کے ایسے چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں کہ بلا مدد خوردبین کے دکھلائی نہیں دیتے یہی حال مرد کی منی کا ہی جو ایک قسم کی گاڑھی لیس دار سفید رطوبت ہوتی ہی جیسے ناک کا رینٹ اس میں بھی بے شمار چھوٹے چھوٹے جاندار کیڑے ہوتے ہیں جن کو انگریزی میں سپرمیٹوزوا spermatozoa اور عربی میں حیوانات المنویّہ کہتے ہیں منی کے کیڑوں کو اگر خوردبین سے دیکھو تو ہر ایک کا جسم علیحدہ علیحدہ معلوم ہوگا جس میں ایک گول نقطہ سر کا اور ایک باریک سی دُم بطور دھڑ کے ہوتی ہی۔ آدمی کی پیدائش اِن ہی منی کے کیڑوں سے ہوتی ہی۔ یہ منی[1] مرد کے جسم میں پیدا ہوتی ہی۔ جب عورت مرد کی شادی ہو جاتی ہی یعنی جوڑا لگ جاتا ہی۔ مرد اور عورت کی یکجائی اور مجامعت اور خدا کی قدرت سے اُوُوْم جو عورت کے پیٹ میں رہتے ہیں مرد کی منی جہاں اُن تک پہنچی دلبشرطیکہ طرفین میں کوئی نقص نہ ہو اور اُن میں جان پڑی۔ بدون اس قسم کی مقاربت کے یہ انڈے بیکار ہیں اور اولاد کا ہونا ناممکن ہی یہ ایک بہت بڑا پیچیدہ معاملہ ہی بڑے بڑوں کی سمجھ میں نہیں آتا تم تو بچے ہو اس راز کو اچھی طرح سمجھ نہیں سکتے لیکن جہاں تک تم کو بتلا دیا ہی تمھارے لیے کافی ہی۔

[1] بقراط جو بڑا یونانی حکیم ہی اُس کا مقولہ تو یہ ہی کہ منی مرد کی ہو یا عورت کی دماغ سے پیدا ہوتی ہی اور پھر دو رگوں کے رستے جو کانوں کے پیچھے ہیں حرام مغز میں پہنچتی ہی۔ پھر جگر سے دو رگیں نکلتی ہیں اُن میں آتی ہی اور وہاں سے گُردوں میں اور آخر کار سلسلہ بسلسلہ مرد اور عورت کے مخارج میں۔ غرض منی کا تمام

مہرۂ پشت اور سینے کی ہڈیوں کے بیچ میں ہی ۱۲ منہ

ڈاکٹر میری وُڈ ایلن جو ایک شریف اور پاک باطن میم صاحب ہیں اُنھوں نے اپنی ایک کتاب میں ایک چھوٹے لڑکے اور اُس کی ماں کی گفتگو جو اسی بارے میں لکھی گئی ہی وہ نہایت بھولی بھالی اور دلچسپ ہی وہ میں تم کو پڑھ کر سُناتا ہوں اس سے تمھاری واقفیت اور زیادہ بڑھے گی۔ لڑکے کی ماں کیسی سمجھ دار تھی اُس نے سوچا کہ لڑکے کو دُھندلا میں رکھنے سے کیا فائدہ میں نہ کہوں گی تو کیا ہوا آگے چل کر بازاری لونڈوں اور مدرسوں کی خراب صحبت میں وہ اِن باتوں کو معلوم کرلے گا اور ضرور کرے گا بلکہ بہت بُرے پیرائے سے مطلع ہوگا اس سے بہتر یہی ہی کہ میں ہی اپنے پیارے بچّے سے کیوں نہ کہوں۔ اس کا جو درد مجھے ہوگا وہ دوسرے کو تھوڑے ہی ہوگا اور فی الواقع خود ماں باپ جس تہذیب اور شائستگی سے اِن امور پر گفتگو کرسکتے ہیں ما و شما کو کیا غرض پڑی کہ وہ درد سر لیں۔

ماں بیٹے کی گفتگو

بیٹا۔ امّاں! جب اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بنایا تو میں کتنا بڑا تھا۔

ماں۔ میرے پیارے بچّے جب اللہ میاں نے تم کو بنانا شروع کیا تو پہلے پہل تو تم ایک چھوٹے سے تر میرے کے برابر تھے جو سوئی کی نوک سے بھی چھوٹا ہوتا ہی اور بدون خوردبین کے نظر بھی نہیں آسکتا۔

بیٹا۔ (متحیر ہوکر) امّاں۔ جب میں اتنا ذرا سا تھا تو کھو یا کیوں نہیں گیا۔

ماں۔ ہاں بے شک کھوئے جانے کی بات تھی لیکن اللہ تمھارا حافظ و نگہبان تھا تم جانتے ہو بچّے اللہ کی بڑی نعمت ہیں اس لیئے اللہ میاں نے اُن کے لیئے ماں کے پیٹ میں بڑی حفاظت کی جگہ ایک چھوٹی سی کوٹھری الگ بنادی ہی اُس میں وہ اُس وقت تک محفوظ رہتے ہیں جب تک کہ پوری طرح تمام اعضا بن کر طیار نہ ہوجائیں۔

بیٹا۔ کیا امّاں جان سچ مچ میں ایسی کوٹھری میں رہتا تھا؟

ماں۔ ہاں ہاں میاں!

بیٹا۔ لیکن یہ تو بتلائیے کہ میں سانس کیوں کر لیتا تھا اور پیٹ کے اندر کھاتا کس طرح تھا؟

ماں۔ تمھارے بدلے میں سانس لیتی تھی اور جو میں کھاتی تھی وہی تمھاری بھی غذا تھی۔

بیٹا۔ امّاں۔ کیا آپ کو معلوم تھا کہ میں آپ کے پیٹ میں ہوں۔

ماں۔ ہاں بے شک۔ بعض وقت تمھارا ننھا مُنّا سا ہاتھ یا پاؤں کوٹھری کی دیوار کو لگ جاتا تھا اور میں معاً سمجھ جاتی تھی کہ میرا پیارا بچہ مجھے جتلا رہا ہے کہ میں یہاں ہوں۔ میں کہتی تھی کہ اس ننھی سی جان پر صدقے قربان۔ اور تمھارے دیکھنے کو دل بے قرار تھا کہ خدا ساتھ خیر کے سب کی سلامتی میں وہ دن لائے کہ تمھارا چاند سا مکھڑا میں دیکھ لوں۔

بیٹا۔ امّاں۔ میں کتنے دنوں تمھارے پیٹ میں رہا؟

ماں۔ پورے[۲] نو مہینے اس عرصے میں تم پل پل اور گھڑی گھڑی بڑھتے گئے اور جب پورے دن لگے تو تم پیدا ہوئے۔ میں چاہتی تھی کہ تم کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچے اور تم توانا و تن درست پیدا ہو اس لیے میں ہر وقت اپنے دل کو ہشّاش و بشّاش رکھتی تھی عمدہ عمدہ مقوی اور مفرح غذائیں کھاتی تھی کہ تم میں طاقت دے۔ غصّہ چھوڑ کر میں نے اپنے مزاج کو دھیما کر دیا تھا کبھی ترش رو نہ رہتی تھی لوگوں سے مہربانی و شفقت سے پیش آتی تھی۔ ہر کام میں صبر و تحمل

---

[۱] پانچویں مہینے کے شروع پیٹ میں بچّے کی حرکت معلوم دینے لگتی ہے جوں جوں دن گزرتے جاتے ہیں بچّے کا پھرنا بخوبی محسوس ہونے لگتا ہے اسے انگریزی میں کوئکنگ Quickening کہتے ہیں ۱۲

[۲] مدتِ وضعِ حمل مابین ۲۷۳ اور ۲۸۰ دن کے ہے جو قریب چالیس ہفتے کے ہوتے ہیں ۱۲

اور استقلال اختیار کر لیا تھا خلاصہ یہ ہے کہ جو جو باتیں میں چاہتی تھی کہ تم میں ہوں وہ سب میں نے اپنے اوپر لازم کر لی تھیں کیونکہ میں خوب جانتی تھی کہ جس طرح میں رہوں گی اور جو کچھ میں کروں گی اُس کا پورا اثر تم میں موجود ہوگا۔

بیٹا۔ امّاں یہ تو میری کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ آپ کے کھانے سے میری پرورش کس طرح ہوتی تھی۔

ماں۔ جو غذا میں کھاتی تھی اُس کا خون بن جاتا تھا اور وہی خون تمھاری غذا تھی اور تم کو پہنچتا تھا۔

بیٹا۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

ماں۔ یہ خدا کی قدرت ہے۔ پیٹ میں جب بچہ رہتا ہے تو اُس کی ناف میں ایک نلکی سی لگی ہوئی ہوتی ہے جو ماں سے جُڑی رہتی ہے وہ ذریعہ غذا پہنچنے کا ہوتا ہے۔ جب وہ وقت قریب آیا کہ تم دُنیا میں قدم رکھو اور اپنی زندگی آپ شروع کرو تو تمھاری کوٹھری کا دروازہ خدا کی قدرت سے کُھل گیا۔ لیکن جننا اور مرنا برابر ہوتا ہے۔ اُس وقت مجھ پر سخت تکلیف اور کرب گزرا۔ دُنیا میں آتی ہی سب سے پہلا کام تھا کہ وہ نلکی جس نے تم کو مجھ سے جوڑ رکھا تھا کاٹ دی گئی۔ چند روز میں وہ اچھی ہوگئی۔ تم اپنی ناف کو دیکھو جو گڑھا پڑا ہوا ہے یہ اُسی کا نشان ہے۔ پیٹ سے نکلتے ہی جب تم نے پہلا سانس لیا۔ تو تم رونے لگے تمھاری ٹُہواں ٹُہواں کی آواز سُن کر میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر کیا کہ تم زندہ سلامت پیدا ہوئے۔ میرے چہرے پر بشاشت کے آثار نمایاں ہوگئے۔ میں نے نہایت بے صبری سے پوچھا کہ لڑکا ہوا یا لڑکی۔ معلوم ہوا کہ لڑکا تو اور زیادہ خوشی ہوئی پھر تم کو دائی نے نہلا دُھلا کپڑے پہنا بسم اللہ کر کے میری گود میں دیا۔ یہ وہ مبارک وقت تھا کہ پہلے پہل میں نے تمھاری پیاری صورت دیکھی۔ یہ وہ صورت تھی جس کی آمد کی میں نو مہینے سے منتظر تھی۔ اُس وقت کی خوشی کا کیا پوچھنا ہے اب تو تم سمجھ گئے ہوگے کہ ماؤں کو اپنے بچوں سے اس قدر زیادہ محبت کیوں

ہوتی ہی۔

بیٹا۔ امّاں جان! اب میں سمجھا کہ مجھے دُنیا میں سب سے زیادہ آپ کی محبّت کیوں ہی اور یہ کہہ کر بچّہ ماں سے لپٹ گیا اور پیار کرنے لگا۔

مسعود مجھے یقینِ کامل ہی کہ انسان کے پیدایش کے راز کو جو شخص اچھّی طرح سمجھے گا اُس کے دل میں ضرور خداوند تعالیٰ کی بے انتہا قدرت تعظیم اور عظمت قایم ہوگی۔ انسان کی پیدائش خدا تعالیٰ کی ایک عجیب وغریب قدرت کا راز ہی کہ جس کو آج تک بڑے سے بڑے عقلمندوں نے بھی نہیں سمجھا اور نہ اس کی پوری ماہیت کو کوئی بیان کرسکتا ہی۔ آج کی رات اور پچھلی راتوں میں جو کچھ بیان کیا میں نے اپنے امکان بھر اس بات کی پوری کوشش کی ہی کہ تمھارے سوال کا جواب صاف صاف اَور پورا پورا دیا جائے اور اس حد تک میرا بیان پورا ہوچکا۔ لیکن اسی سلسلے میں ابھی اور بہت سی ضروری باتیں باقی ہیں جن کا جاننا تمھیں ضرور ہی اور تمھارے والد ماجد نے مجھے فرمایا ہی کہ میں تم پر وہ تمام باتیں ظاہر کروں جن کا جاننا تمھارے لیئے ضرور ہی۔ اب انشاء اللہ کل پھر بات چیت ہوگی۔

نویں رات

بچّے ماں باپ پر کیوں پیدا ہوتے ہیں

پیدائش کے مُتعلق تو میں بہت کچھ بیان کرچکا ہوں لیکن اسی کے متعلق اَور باتیں بھی ایسی ہیں جن کا جاننا تمھارے لیئے ضرور ہی اُن کے معلوم کرنے سے نہ صرف تمھاری واقفیت بڑھے گی بلکہ وہ تمھارے حق میں بُہت مفید ہوگا۔ انسان کی غفلت اور ناعاقبت اندیشی سے جو خرابیاں اعضائے توالد وتناسل میں پڑ جاتی ہیں اور کس طرح

سے بھولے اور نادان بچّے اُن میں گرفتار ہوجاتے ہیں اور اُن سے بچنے کی کیا سبیل ہی
یہ سب باتیں ہیں آگے چل کر بیان کروں گا۔ کل رات کی تقریر سے تم سمجھ گئے ہوگے کہ کیوں
اکثر بچّے نہ صرف ماں باپ کی شکل وصورت کے پیدا ہوتے ہیں بلکہ اُن ہی جیسی خُو بُو عادات و
اطوار بھی اُن میں ہوتے ہیں اور بعض دفعہ تو عین بعین ماں یا باپ کی تصویر ہوتے ہیں کہ ذرا
فرق نہیں ہوتا ایک کو چھپاؤ ایک کو نکالو بے اختیار ہم کہہ اُٹھتے ہیں کہ ہو نہ ہو یہ فلاں
شخص کا لڑکا ہی یا یوں سمجھو کہ بڑے درخت کی لکڑی کی چھپٹیاں ہیں نباتات کا بھی یہی
اصول ہی اُن میں بھی نوعیت قایم رہتی ہی جس قسم کا بیج ہوگا ویسا ہی پھل ہوگا مثلاً اگر
کوئی آم کھٹا یا ریشہ دار ہو تو اُس کی گٹھلی سے جو پودا لگے گا وہ بھی ویسا ہی کھٹا اور ریشہ دار ہوگا
اسی طرح شکل وصورت وضع طرح ذائقہ سب وہی قائیم رہتا ہی یہ ممکن نہیں کہ بیج ایک طرح کا
ہو اور پھل دوسری طرح کا جانوروں کا بھی یہی حال ہی جس جانور کو چاہو لو جیسی اُن کی
نسل ہوگی ویسے ہی وہ بھی ہوں گے مرغی کے چوزے کبوتر کے بچّے۔ کُتّے اور گھوڑے
سب اپنے ماں باپ پر ہوں گے یہی حال انسان کے بچّوں کا بھی ہی وہ اس قاعدے سے
مستثنیٰ نہیں ہیں۔ پس بچّے جو پیدا ہوں گے اُن کے قواے جسمانی اپنے ماں پر ملے جُلے
ہوں گے بعض وقت بچّہ ماں یا باپ کسی ایک کی صورت پر پڑ جاتا ہی یا یہ کہ صورت ایک
کی ہوتی ہی تو عادت دوسرے کی۔ بعض وقت بچّے کی آنکھیں۔ اور پُتلیوں کی رنگت تو
باپ کی ہوتی ہی مگر دوسرے اعضاء مثلاً ناک یا پیشانی یا ہونٹ ماں پر ہوتے ہیں بعض جگہ بچہ ماں باپ
دونوں کی شکل سے ملتا جلتا ہوتا ہی جیسا کہ ایک ہندی کہاوت مشہور ہی باپ پوت پتا پر گھوڑا بہت نہیں تو
تھوڑا ہی تھوڑا۔ یہی حالت رنگت روغن سر کے بالوں۔ آنکھ ناک غرض کل نقشے اور قد و
قامت ڈیل ڈول کی ہوتی ہی کہ سب ماں باپ سے ملتے جلتے ہوتے ہیں۔ جو حالت ظاہری
شکل وصورت کی ہی بجنسہ یہی حالت صحت وتندرستی و توانائی اور اوصاف باطنی کی ہی
اگر ماں باپ تن درست و توانا ہیں تو بچہ بھی ہٹا کٹا ہوگا اگر ماں باپ مریض اور بھنکتے ہوئے ہیں تو بچہ بھی مریض
پیدا ہوگا اور ماں باپ کے عوارض کی جھلک بچّے میں ضرور موجود ہوگی اِس سے ظاہر ہی کہ تن درست
و توانا صحیح وسالم چُست وچالاک اولاد پیدا کرنے کے لیئے کس قدر ضروری امر ہی کہ ماں باپ

اپنی اپنی تن درستی کی پوری طرح حفاظت کریں پس اگر ہم کو عمدہ اولاد کا چلانا مقصود ہے تو پہلے ہم کو اپنی صحت درست کرنی چاہیئے اور یہ امر ممکن نہیں ہے جب تک بچپنے اور جوانی کی غلط کاریوں سے سخت پرہیز نہ کیا جائے۔ جس شخص کا جیسا اُٹھان اور جیسی کاٹھی بچپنے میں ہو گی بڑے ہو کر بھی وہ ویسا ہی ہو گا۔ جنھوں نے بچپنے میں بُری عادتیں سیکھی ہیں وہ جوانی میں اُس کا مزہ چکھیں گے جنھوں نے جوانی برباد کی وہ بڑھاپے میں اُس کا خمیازہ بھگتیں گے

	خوئے بد در طبیعتے کہ نشست		نہ رود جز بوقت مرگ از دست

پس میاں مسعود اگر تم ابھی سے اپنی صحت کی پوری طرح حفاظت نہ کرو گے یا کسی بُرے کام سے اپنی تندرستی کو نقصان پونہچاؤ گے تو یاد رکھو کہ آئندہ تم بہت پچتاؤ گے اور جب تم ماشاءاللہ جوان ہو گے اور تمھارے بھی بال بچّے ہوں گے تو یقین مانو کہ تمھاری بے پروائی اور ناعاقبت اندیشی کے نتائج اُن میں موجود ہوں گے۔ یہی حال قوائے عقلی کا ہے۔ بچّوں کو یہ بھی اپنے والدین سے وارثۃً پونہچتی ہیں چال چلن میں بچّے اپنے باپ یا ماں کے مشابہ ہوتے ہیں بعض دفعہ دونوں کی عادتیں ان میں موجود ہوتی ہیں اور کبھی دادا۔ دادی بلکہ اور ایک پُشت اوپر کا اثر بھی پایا جاتا ہے۔ اگر یہ باتیں سچ ہیں اور کچھ شک نہیں کہ سچ ہیں تو تم جان لو کہ کیسا کچھ تمھارے والدین کے عادات و اطوار نے جو تمھاری پیدائش سے برسوں پیشتر اُن میں موجود تھے تم میں اثر کیا ہو گا اور اسی طرح جیسے تم بچپن میں اُٹھو گے اور جس طرح کی تمھاری قوائے جسمانی و دماغی اور چال و چلن ہو گا اُسی طرح کی تمھاری اولاد بھی ہو گی۔ اگر تم شریفانہ عادات نیک مزاجی اور راست بازی اختیار کرو گے تو تمھاری اولاد میں خود بخود یہ صفات موجود ہوں گی۔ اگر تم مطیع و فرماں بردار نہ ہوئے اور تم نے دھوکے بازی اور بدوضعی اختیار کی تو یہ بات مشکل ہے کہ تمھاری اولاد بھی ایسا نہ کرے۔ اگر تم خوش دلی سے اپنے والدین کی اطاعت اور فرماں برداری کرو گے اُن کی تعظیم و تکریم اور محبّت اُن سے رکھو گے اور خدا کا خوف اور اُس کی عظمت اور محبت تمھارے دل میں ہو گی تو تمھارے بچّے بھی ایسے ہی فرماں بردار اور راست باز ہوں گے ۵

۵ بُری عادت جب کسی کی طبیعت میں بیٹھ جائے تو پھر مرتے دم تک نہیں چھوٹتی ۱۲

گندم از گندم بروید جوز جو	از مکافات عمل غافل مشو

اللہ کے فضل سے تمھارے قوائے جسمانی اور دماغی اچھے ہیں تم کو اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے لیکن اس بات پر مغرور نہ ہونا چاہیئے اور نہ اُن لوگوں کو جن میں نقصان جسمانی ہیں کبھی حقارت سے دیکھنا بلکہ اُن کے ساتھ ہمدردی کرنی چاہیئے تم اس بات کو بھی خیال رکھو کہ اگرچہ پیدایش سے تم کو یہ نعمتیں ملی ہیں لیکن ایسا نہ ہو کہ تم اُن کو بُرے طور پر استعمال کر کے برباد کر دو اور اسی طرح ممکن ہی کہ جو لوگ خلقۃً کمزور یا ناقص پیدا ہوئے ہیں وہ اپنی روک تھام اور حفاظت اور استقلال سے تم سے بڑھ جائیں ہم کو ہمیشہ کوشش کرنی چاہیئے کہ جو عمدہ قوی اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ہم کو عطا فرمائے ہیں اُن کی ہم پوری حفاظت کریں اور برقرار رکھیں بلکہ اُن میں یوماً فیوماً ترقی کرتے جائیں تاکہ آیندہ جو نسل ہم سے چلنے والی ہی وہ ہماری حماقت اور غلط کاریوں کا خمیازہ نہ بھگتے۔

دوسرا باب

کیفیت اُس نقصان کی جو اعضائے توالد و تناسل کو بچپنے میں غلط عادتوں سے پہنچتا ہی

دسویں رات

انسان کے قوائے عقلی و اخلاقی اور نور ایمان اور اپنے ہاتھ سے اُس کی اپنی بربادی

آج کی شب انسان اور حیوانات کے حالات میں جو یکسانیت ہی اُس کے متعلق میں ذکر کرنا چاہتا ہوں جس پر غالباً تم نے غور نہ کیا ہوگا۔ تم کو معلوم رہنا چاہیئے کہ انسان بھی ایک حیوان ہی اگرچہ وہ سب سے بڑے مرتبہ کا ہی اور اللہ تعالیٰ نے اُس کو جملہ حیوانات پر برتری دی ہی۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل دی ہی تاکہ وہ سوچ سمجھ سکے اس کے علاوہ

لہ گیہوں سے گیہوں اور جَو سے جَو اُگتا ہی اور اپنے عمل کے بدلے سے غافل نہ ہو یعنی جیسی کرنی ویسی بھرنی ۱۲

اخلاقی احساس بھی دیا ہی تاکہ وہ صحیح اور غلط میں تمیز کرسکے اور اُسکے دل میں ایمان کا ایسا نور دیا ہی کہ اگر وہ کوئی نیکی کا کام کرتا ہی تو اُس کا دل اُسے پسند کرتا ہی۔ برخلاف اس کے بدی کے لیئے ملامت کرتا ہی انسان اپنی صفات حسنہ کو بُرے کام میں بھی لاسکتا ہی مثلاً اپنے خیالات کو بُرے کاموں میں لگائے بُرے بُرے کام کرے۔ اپنے ہم جنسوں کو تکلیف پونہچائے حتی کہ وہ خداوند تعالی سے بھی برگشتہ و منحرف ہو جائے اِس طرح وہ اپنی اخلاقی حالت کو کمزور یا بالکل تباہ کرسکتا ہی۔ اس قسم کے حالات اکثر اُن بچوں میں پائے جاتے ہیں جو تعلیم و تربیت سے بے بہرہ ہوتے ہیں نہ وہ مدرسے جاتے ہیں اور نہ اپنے دلی خیالات کی اصلاح کرتے ہیں اور یہی حال اُن لڑکوں اور مردوں کا ہی جو احکام باری تعالی کی پروا نہیں کرتے نہ وہ روزہ نماز کے پابند ہیں اور نہ کبھی بھول کر قرآن شریف پڑھتے ہیں اور نہ کبھی کسی مجلس وعظ میں جاتے ہیں اور نہ کوئی ایسی کتاب پڑھتے ہیں کہ جس سے اُن کے چال چلن کی اصلاح ہو۔ حال آں کہ یہ سب باتیں نیکی کا رستہ بتلاتی ہیں اور جس طرح ایک بیمار کے لیئے دوا کی ضرورت ہی اُسی طرح اخلاقی کمزوری اور ہر قسم کی بدعنوانیوں کے لیے یہ اکسیر کا حکم رکھتی ہیں۔ جب کبھی بُرے کام پر انسان کا دل ملامت کرتا ہی تو ممکن ہی کہ آدمی اُس کو ٹال جائے اور پروا نہ کرے اور جو سیدھا رستہ ایمان بتلاتا ہی اُس کو نہ مانے ایسے لوگ رفتہ رفتہ بدی کے خوگر ہو جاتے ہیں اور اُن کے دل میں نیک و بد کی تمیز کا احساس باقی نہیں رہتا اِس کی مثال یوں سمجھو کہ جیسے ایک بیداری کی گھڑی تم اپنے سرہانے رکھ لو اور پانچ بجے صبح کے الارم لگا دو۔ پہلے پہل الارم کی آواز تم کو ضرور چونکا دے گی اور اگر تم ہمت کرکے اُسی وقت اُٹھ بیٹھو اور اپنے کاروبار میں لگ جاؤ تو ہر روز جب الارم کی آواز تمھارے کان میں پونہچے گی تم فوراً اُٹھ بیٹھو گے۔ لیکن اگر الارم کی آواز سُننے پر بھی تم کروٹیں لیتے پڑے رہو اور سُستی سے اینٹھا کرو اور نہ اُٹھو تو دو تین دن بعد اُس الارم کا کچھ بھی اثر تم پر نہ ہوگا۔ یہی حال ایمان کا ہی اگر ہم اس کی سرزنش اور نصیحتوں پر عمل کریں گے تو ہمارے لیئے بہتری ہوگی اور جب ہم اپنے دل میں یہ ٹھان لیں گے کہ ایمان اگر ہمارے کام کو اچھا کہے یا بُرا۔ دونوں یکساں ہیں تو چند دن کے بعد ہم خوگر ہو جائیں گے اور ہم پر کچھ اثر

نہ ہوگا۔ یہ بات نہیں ہی کہ ایمان ہم کو ملامت کرنا چھوڑ دے گا نہیں۔ بلکہ جس طرح الارم
اپنے وقت مقرّر پر ہمیشہ بجتا رہتا ہی۔ ایمان بھی بُرے کام پر ہمارے دل میں چُٹکیاں ضرور
لیتا رہے گا لیکن چونکہ ہم نے بے پروائی اختیار کرلی ہی اُس کی ملامت کا کچھ اثر ہماری
طبیعت پر باقی نہیں رہتا اور کھُلے خزانے بُرے بُرے کام کرنے لگتے ہیں۔ تم کو معلوم ہوگیا
ہوگا کہ اگرچہ انسان بھی ایک حیوان ہی لیکن وہ اپنی اخلاقی ذمہ داری اور ایمان کے
سبب سے تمام حیوانوں پر برتری رکھتا ہی۔ انسان اور حیوانات میں جو مشابہت اور
اختلاف جسمانی حالتوں میں پایا جاتا ہی وہ میں تم پر ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ اگر تم جُھک کر
اپنے ہاتھ اور گھٹنے زمین پر ٹیک دو تو تم دیکھوگے کہ تم گھوڑے یا گائے اور تمام چوپایوں
کے مشابہ ہوگئے۔ ایسی حالت میں تمھاری ٹانگیں اور ہاتھ جانوروں کے چاروں پاؤں
کے مانند ہو جائیں گے۔ بعض جانور مثلاً بندر کے پاؤں اور انگوٹھے تمھارے ہاتھوں کے
مانند ہوتے ہیں۔ گھوڑوں میں اُنگلیاں اور انگوٹھے مل کر بجائے ناخن کے سُم بن گیا ہی۔
اور اگر تم سیدھے کھڑے ہو جاؤ اور اپنے دونوں ہاتھ پیٹھ کے پیچھے کرلو اور اُن کو اوپر کی طرف
اُٹھاؤ تو تمھاری شکل پرندوں سے مشابہ ہو جائے گی تمھاری ٹانگیں اور پاؤں اُن کی
ٹانگوں اور پاؤں کی جگہ ہوں گے اور بازو اُن کے پکھوڑوں کی جگہ۔ اس سے نتیجہ نکلتا ہی
کہ ہمارے جسم کی بناوٹ اور دوسرے حیوانات سے مشابہ ہی لیکن ایک بات میں انسان
تمام حیوانات سے مختلف ہی۔ انسان ہی ایک ایسا حیوان ہی کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے ایک
مکمّل ہاتھ دیا ہی۔ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو عقل عطا کی ہی اگر وہ ہم کو ایسے ہاتھ
نہ دیتا تو انسان کے لیے بالکل ناممکن تھا کہ وہ جانوروں پر ایسی برتری حاصل کرسکتا
کیوں کہ ہاتوں ہی سے وہ اپنی غذا طیار کرتا ہی۔ دوائیں بناتا ہی۔ لباس بناتا ہی۔ اپنے
رہنے کے مکانات بناتا ہی۔ کتابیں لکھتا ہی۔ کاغذات چھاپتا ہی۔ انواع و اقسام کی کلیں
طیار کرتا ہی۔ ریل اور بڑے بڑے جہاز بناتا ہی کہ جو پرندوں کے اُڑنے سے بھی زیادہ تیز
چلتے ہیں انسان کے یہ دانشمندانہ عمل تو اللہ تعالیٰ کو بھی پسند ہوں گے لیکن اُس کے دل
میں جو بدی اور شرارت پوشیدہ رہتی ہی تو انھیں ہاتھوں سے وہ اپنے جیسے انسانوں کو درد، دُکھ تکلیف

اور اذیت پونہچاتا ہی وہ بڑی بڑی توپیں اور دوسرے آلاتِ مرگ بناتا ہی کہ جس سے
لڑائی میں خون کی ندیاں بہ جاتی ہیں اور ہزاروں بلکہ لاکھوں آدمی مارے جاتے
ہیں۔ انسان اپنے دل کی بدی کی وجہ سے اور نیز شیطان کے بہکانے اور بُرے لوگوں
کی صحبت سے جو شیطان سے بھی زیادہ بد ہوتے ہیں۔ مصرع صحبتِ بد بدلو واز مار بد[۵۱]
انہیں ہاتھوں سے بہت ایسے بُرے بُرے کام کرتا ہی جو خداوند تعالیٰ کو سخت ناپسند ہوتے
ہیں لیکن یہ بات تعجب کی ہے کہ انسان ہی صرف ایک ایسا حیوان ہی کہ جو عمداً اپنے
جسم کو آپ ناپاک اور برباد کرتا ہی۔ اگر اللہ تعالیٰ اُس کو ہاتھ جیسی نعمت نہ دیتا جو اُس نے
ایک بہت بکار آمد ذریعہ اور بڑی مدد اور برکت اُس کے تمام دُنیاوی کاموں میں
کرنے کے لیئے دیئے ہیں تو انسان کے لیئے ایسی حرکت قریب قریب ناممکن کے تھی۔
اس غرض سے کہ انسان اپنے پاک ہاتھوں کو اپنی ہی بربادی اور اپنے ہی ہم جنسوں
کی تکلیف رسانی میں کام میں نہ لاے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اخلاقی احساس اور
ایمان دیا ہی تاکہ یہ ہاتھ اُس کے لئے مدد اور برکت کا ذریعہ ہوں نہ کہ ناپاکی اور تکلیف
پونہچانے کے آلے بن کر بجاے رحمت کے ایک عذابِ جان ہو جائیں۔

گیارھویں رات

استمنا و اغلام

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل اور سمجھ دی ہی جس سے وہ اچھے بُرے کام میں تمیز کر سکتا
ہی عقل کے علاوہ ایمان بھی دیا ہی جو اچھے کام کی تعریف اور بُرے کام پر ملامت
کرتا رہتا ہی۔ پس وہ خوب جانتا ہی کہ خداوند تعالیٰ نے اُس کو ہاتھ اس لیئے نہیں دیئے
ہیں کہ وہ اپنے ہاتھوں سے بُرے کام کرے بلکہ ان ہاتھوں کے عطا کرنے سے اللہ تعالیٰ کا

[۵۱] بُری صحبت سانپ جیسے خراب جانور سے بھی بُری ہوتی ہی ۱۲

منشا یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو حیوانات سے بے انتہا برتر اور فائق بنائے لیکن بعض آدمی اور غضب تو یہ ہے کہ لڑکے بھی اِن ہی ہاتھوں سے ایسے بُرے اور شرمناک افعال کرتے ہیں کہ وحشی اور بے عقل جانوروں سے بھی وہ گئے گزرے ہوئے۔ بجائے اس کے کہ وہ اِن ہاتھوں سے ایسے کام لیں جو سمجھ دار اور نیک لوگوں کو کرنے چاہئیں ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے پاک نفس کو اس طرح برباد کرتے ہیں کہ پیشاب گاہ کو ہاتھ سے ملتے ہیں اور اُس سے نہایت شرمناک اور بُرا کھیل کھیلتے ہیں۔ اِس حرکت سے ایک قسم کا جوش اور گُدگُدی اور کچھ مزا بھی ملتا ہے۔ اور چند لمحے کے لیئے دل بھی خوش ہو جاتا ہے۔ لیکن اِس ذرا سے لُطف کا نتیجہ دماغی اور اخلاقی اور جسمانی قویٰ کی بربادی اور لاعلاج نقصان ہے۔ خداوند تعالٰی نے ہم کو عضوِ تناسل اِس واسطے نہیں دیا کہ ہم اُسے ایسے بُرے مصرف میں لائیں اور ایسا بُرا کام کریں جو خدا کے گناہ کے علاوہ دنیا میں بھی نہایت بُری حرکت ہے۔ اِس حرکت کو عوام مٹھولے مارنا اور عربی میں جلق اور استمنا کہتے ہیں۔ صرف انسان ہی ایک ایسا حیوان ہے کہ جس کا عضوِ تناسل اُس کے جسم سے بالکل باہر ہے اور وہی ایک فرد ہے جو اپنی ہٹوتی اور میلانِ طبعی سے اپنے آپ کو ناپاک کر سکتا ہے۔ عضوِ تناسل کی حفاظت اور دُرست طریقے پر استعمال کرنے کے لیئے اللہ تعالٰی نے ہم کو عقل اور اخلاقی ذمہ داری دی ہے۔ سوائے انسان کے اللہ تعالٰی نے کسی مخلوق پر ایسا اعتماد نہیں کیا اور نہ ایسی بڑی ذمہ داریاں اُس کے پیچھے لگائی ہیں۔ ع آن[۵۱] را کہ عقل بیش غمِ روزگار بیش۔ لیکن انسان کی دِلی خباثت اور بدی اور شیطان کے بہکانے اور اکثر اوقات کم سن بچوں کی محض ناواقفیت سے وہ ایسے بُرے فعل اور غلط کاری میں پھنس جاتے ہیں اور افسوس یہ ہے کہ بروقت اُن کو کوئی اس حرکت کی خرابیوں سے آگاہ کرنے والا نہیں ملتا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بُری عادت اُن میں جم جاتی ہے جس کا آگے چل کر چھوٹنا اوّل تو مشکل اور اگر چھٹی بھی تو کب جب کہ کام تمام ہو چکا۔ فضیحت اور رسوائی الگ سو۔

چوب[۵۲] تر را چنانکہ خواہی پیچ		نشود خشک جز بہ آتش راست

[۵۱] جن کو جتنی زیادہ عقل ہے اُتنے ہی زمانے کے افکار زیادہ ہیں۔ ع جن کے رتبے ہیں سوا اُن کو سوا مشکل ہے۔
[۵۲] گیلی لکڑی کو جس طرح چاہو جھکا سکتے ہیں۔ لیکن خشک لکڑی تو آگ پر دھرے بغیر سیدھی نہیں ہوتی ۱۲

جلق کے علاوہ بُری صحبتوں میں بیٹھ بیٹھ کر لڑکے طرح طرح کی شرم ناک عادتیں سیکھتے ہیں گالیاں بکنا بیہودہ گوئی مسخرا پن گاتا بجانا حتیٰ کہ ناچنا کیا کیا بلا بد تر سیکھ جاتے ہیں۔ یہاں تک بھی غنیمت ہے بعض لڑکے تو اغلام جیسے قبیح اور شرم ناک فعل کے مرتکب ہوتے ہیں جو نہایت ہی کمینہ اور سفلہ پن کی حرکت ہے۔

اغلام میں فاعل اور مفعول دو حالتیں ہوتی ہیں یعنی بعض لڑکے دوسرے لڑکوں سے خلافِ وضعِ فطری حرکت کرتے ہیں اس طرح کہ اپنے عضوِ تناسل کو دوسرے لڑکے کے دُبر میں داخل کرتے ہیں یہ فاعل کہلاتے ہیں اور جو خود ایسا کرائیں وہ مفعول۔ دونوں صورتیں خلافِ وضعِ فطری کی دنیا اور دین دونوں میں رسوائی کا باعث ہیں جو لڑکا ایسا فعل کرتا ہے وہ سخت کمزور ہو جاتا ہے اُس کے عضوِ تناسل کی رگیں کمزور پڑ جاتی ہیں اور کجی آجاتی ہے اور آگے چل کر قوت رجولیت یعنی مردمی ہی جاتی رہتی ہے اور جو لڑکے مفعول بنتے ہیں اُن میں بجائے مردانہ قویٰ کے زنانہ پن آجاتا ہے۔ بناؤ سنگھار کنگھی چوٹی تیل پھلیل عطر پھول پان سب عورتوں کے لوازم اختیار کر لیتے ہیں اور خلقۃً جوہر مردمی کا ہی غارت ہو جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ اس کی بھی لت پڑ جاتی ہے جو مرتے دم تک باقی رہتی ہے۔ اس علّت کو لواطت بھی کہتے ہیں جو منسوب ہے حضرت لوط پیغمبرؑ کی اُمت سے کہ قوم کی قوم اس گناہ میں مبتلا تھی اور اللہ تعالیٰ نے ساری قوم کو اسی گناہ کے عذاب میں تباہ کر دیا مسعود بالعض ناسمجھ اور بھولے بھالے بچے ان عادتوں کے بُرے نتائج سے بالکل ناواقف ہوتے ہیں بلکہ اُسے بھی وہ ایک قسم کا کھیل سمجھتے ہیں اور نادانستگی میں پھنس جاتے ہیں شروع شروع اُن کو ذرا بھی شبہ نہیں ہوتا کہ یہ باتیں بُری ہیں یا گناہ ہیں یا ان سے آگے چل کر کوئی خرابی پیدا ہو گی۔ مکان کے دریا کھموں پر چڑھنے اُترنے اور پھسلنے یا کبھی کسی درخت پر چڑھنے اور پھسلنے یا گھوڑے کی سواری میں رگڑ لگنے یا بعض دفعہ عضوِ مخصوص کو صاف نہ رکھنے سے ایک قسم کی سلسلاہٹ یا کھجلی معلوم ہونے لگتی ہے ایسی حالت میں ملنے یا کھجلانے سے آرام معلوم دیتا ہے یہی پہلی تحریک جلق کی ہے بعض وقت قبض یعنی اوقات مقررہ پر روزانہ اجابت کا نہ آنا پاخانے کی جگہ چنونوں کا پڑ جانا اور کھجلی کا ہونا اور ایسے ہی

بہت سے اسباب ہیں جن سے مقامی خلش پیدا ہو کر ایک قسم کی حس پیدا ہو کر رفتہ رفتہ جلق کی عادت پڑ جاتی ہے لیکن اکثر تو یہ دیکھا گیا ہے کہ بُرے لڑکوں کی صحبت میں بیٹھنے سے ایک لڑکا دوسرے لڑکے سے یہ عادت سیکھ جاتا ہے کبھی کبھی مامائیں اور کھلائیاں بھی بچے کی کم عمری میں حالت نادانستگی اُس کے بہلانے اور رونے سے چپکا کرنے کے لیے سہلاتے سہلاتے یہ طریقہ اختیار کر لیتی ہیں۔ بچے کو چونکہ ایک قسم کا آرام ملتا ہے وہ چپکا ہو جاتا ہے۔ باوجود ان تمام خرابیوں کے جاننے کے بھی اگر لڑکے ایسا کریں تو سوائے اس کے کہ ان کی سمجھ اوندھ گئی ہے اور اُن کی بدنصیبی ہے اور کیا خیال کیا جا سکتا ہے لیکن چونکہ کثرت سے اس بُری عادت کا رواج پڑ گیا ہے۔ اس لیے والدین کو خود ضرور ہے کہ بچے جس مرضِ خطر میں مبتلا ہیں اُس سے آگاہ رہیں تاکہ کسی نہ کسی تدبیر سے اُس کے انسداد کی کوشش کریں کہ سرے سے بچوں کو ایسی عادت ہی نہ پڑنے پائے اور ہماری بر وقت خبر گیری اور نگہبانی سے معصوم بچے اس بلائے بد سے محفوظ رہیں جو ایسی کم عمری میں اُن کو پڑ جاتی ہے کہ وہ نہ اُس سے واقف ہوتے ہیں نہ اُس کے نقصان دہ نتائج کو جاننے کی اُن میں قابلیت ہوتی ہے۔

بارھویں رات

قوّتِ تولید ایک بڑی نعمت ہے ہم کو اُس کی قدر کرنی چاہیئے نہ یہ کہ کوئی بُرا خیال دل میں لائیں

میں لکھ چکا ہوں کہ لڑکے عضوِ تناسل کا غلط استعمال کر کے برباد ہوتے ہیں یہ اُن کا قصور ہے نہ کہ اُس عضو کا۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ عضو اس واسطے دیا ہے کہ ہم اُس راہ سے جسم کی ناکارہ رطوبت بے کار اور سیّال مادّے یعنی عرق کو جسم سے خارج کریں اس کے علاوہ اسی حصّۂ جسم کو قوّتِ تولید بھی دی گئی ہے۔ نباتات میں جس طرز پر نسل پھیلتی ہے میں تم سے لکھ چکا ہوں۔ نظامِ تولید کی ماہیت اور طریقۂ عمل سمجھنے کے لیئے گھڑی کی مثال بہت صاف ہے

فرض کرو کہ کوئی ایسی گھڑی بنائی جائے کہ جو خود بخود اپنے ٹوٹے پھوٹے یا گھسے گھسائے پُرزوں کو درست کرلیا کرے اور اس طرح اپنی شکست و ریخت و مرمّت بھی بلا مدد غیرے خود کرلیا کرے کہ گھڑی ساز کے پاس جانے کی ضرورت ہی نہ پڑے اور اس قوتِ ترمیم و تجدید کے سوائے اُس میں یہ بات بھی ہو کہ اپنی جیسی اَور گھڑیاں بھی بنا بنا کر نکالا کرے جو بڑھتے بڑھتے معمولی قد و قامت کی ہو جائیں اور پھر اُن بچکانی گھڑیوں سے چھوٹی چھوٹی سی اَور گھڑیاں پیدا ہوا کریں غرض یہ کہ یہی سلسلہ قائم ہو جائے۔ یہ طاقت جس سے ایک گھڑی اپنی جیسی دوسری گھڑی بنی بنائی پیدا کر سکے قوّتِ توالد کہلاتی ہے اور اگر اسی گھڑی کے کوئی خاص پُرزے ایسے ہوں جو باعثِ توالد ہوتے ہوں تو ان سب اعضاء کو جن کا مجموعی اثر نئی گھڑی کی پیدائش ہے نظامِ تولید اور جس خاص پُرزے سے گھڑی کی بناوٹ ہوتی ہے عضوِ تناسل کہلاتا ہے۔ یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ مرد کی پیشاب گاہ میں جملہ نظامِ تولید کے صرف ایک عضو ہے اس کے سوائے ان اعضاء کا اَور سلسلہ ہے جہاں منی کی تولید ہوتی ہے اور جدھر جدھر سے وہ گذرتی ہے۔ کئی قسم کے غدود ہیں۔ مثانہ ہے اُنثیین ہیں۔ بجنسہ اسی طرح جیسے کہ ہمارے بدن میں ایک قوّتِ ہاضمہ ہے لیکن اُس کے کئی اعضاء اور حصّے ہیں۔ غذا مُنہ میں پہنچنے کے بعد چبائی جاتی ہے پھر اُس کو نگلتے ہیں جب وہ معدے میں پہنچتی ہے جہاں ہضم ہونے کے بعد اُس میں بہت سی تبدیلیاں ہو کر وہ اس قابل ہوتی ہے کہ انتڑیوں میں پھیلے خون بنے جب کہیں جا کر وہ جسم کی طاقت اور انسان کی زندگی قائم رکھ سکتی ہے۔ مُنہ معدے کا دروازہ ہے۔ انتڑیاں اور اسی قسم کے دوسرے اعضاء غذا کے ہضم اور تولیدِ خون میں مدد دیتے ہیں ان سب اعضاء کے مجموعی عمل سے ہضم کا فعل پورا ہوتا ہے۔ اسی طرح پیشاب گاہ توالد و تناسل کا ایک آلہ ہے اس سلسلے کے دوسرے اعضاء کچھ تو انسان کے جسم کے باہر ہیں اور کچھ اندر ہیں ان سب کے مجموعے کو ہم نظامِ تولید کہتے ہیں اُن سے جو فعل وقوع میں آتا ہے اُس کا نتیجہ پیدائشِ اولاد ہے یہ تمام اعضاء اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسم میں اپنی کمال دانائی سے مفید نتائج پیدا کرنے کے لیئے بنائے ہیں۔ یہ ایک غلط خیال لوگوں نے گھڑ لیا ہے کہ ان اعضاء

کو بہت حقارت سے دیکھتے ہیں حال آں کہ ایسا خیال کرنا اللہ تعالیٰ کی شان میں بڑی بے ادبی ہی جس سے صریح اُن کی کوتاہ نظری غلط فہمی اور کم عقلی ظاہر ہوتی ہی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے بنایا ہی ہم کو اس قدر عزّت اور تعظیم کرنی چاہیئے اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیئے تو فیر اولاد سے زیادہ کوئی مقدس فرض مقرّر نہیں کیا پس ہم کو اپنے خالق کی عطا کی ہوئی اس بے نظیر قوّت پر شکر کرنا چاہیئے اور جس مقدّس عہدے سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو سرفراز کیا ہی اُسے ہم کو نہایت ادب سے قبول کرنا چاہیئے اور ساتھ اِس کے ہم کو اپنے اعضا کا استعمال عمدگی اور پاکی سے کرنا چاہیئے کہ جس میں عزّت و آبرو بڑھے کیوں کہ انسان کی زندگی کا سب سے اہم اور مقدّس مقصد یہی ہی کہ وہ دنیا میں اپنی نسل کو بڑھاے ۔ کوئی آدمی جس کا دل پاک اور خیالات اچھّے ہوں گے وہ ان تمام باتوں کے معلوم کرنے کے بعد ایسے لغو اور بیہودہ خیالات قایم نہیں رکھ سکتا ۔ میں خدا کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تمھارے گھرانے میں مذہب کا چرچہ ہی والد تمھارے مولوی اماں تمھاری مولُون روزے نماز کے سب پابند عورت مرد سب قرآن شریف وظیفہ اور مذہبی کتابیں پڑھا کرتے ہیں اس وجہ سے تم سب لوگوں کے خیالات اچھے ہیں ۔ کیا تم جانتے ہو کہ تمھارا جسم پاک ہی اور اُس میں ایمان کی روشنی ہی اور اللہ تعالیٰ اُس میں موجود ہی اِس سے ظاہر ہی کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت ہمارے پاس ہی ۔ اور ہماری حرکات و سکنات اور افعال حتّیٰ کہ دل کی باتیں جو اور کوئی نہیں جان سکتا وہ بخوبی جانتا ہی پس جب اس جسم میں خدائے تعالیٰ موجود ہو وہ کیسا کچھ واجب التعظیم ہی ہم کو ہمیشہ اُس کا ادب ملحوظ رکھنا چاہیئے اور کوشش کرنی چاہیئے کہ کوئی ناپاک کام جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو یا اُسے ناپسند ہو ہم سے سرزد نہ ہو ۔ کام کرنا تو درکار کبھی دل میں بھی ایسا خیال بھی نہ آنے پاے ۔ آج کی رات کی باتیں ختم ہونے کے پیشتر میں تم کو یہ اَور بتلا دینا چاہتا ہوں کہ انسان صرف خارجی اسباب یعنی اپنے ہاتھوں کے ذریعے سے اپنے آپ کو ناپاک نہیں کرتا بلکہ ساتھ ہی ساتھ اُس کا دل اور خیالات بھی ناپاک ہو جاتے ہیں ۔ انسان کے دل میں مختلف ذرائع سے بد خیالات پیدا ہوتے ہیں ایک ذریعہ مثلاً آنکھ ہی کہ جب ہم اُس سے بد نگاہی کرتے ہیں اور بُری چیزوں غیر مہذّب تصاویر بازاری عورتوں ناچ رنگ کو دیکھتے ہیں دوسرا کان

کہ جس سے خراب اور ناپاک قصے اور بدی کے حالات سنتے ہیں۔ پس آنکھ اور کان ہمارے دل کی دو کھڑکیاں ہیں ہم کو ان کی بہت حفاظت کرنی چاہیئے ۵

دیکھنا سننا ہی منع جس کا کرے ترک سب	آنکھ کا اور کان کا روزہ یہی ہو لا کلام
روزہ کان و زبان جھوٹی نہ کہنا کوئی بات	غیبت اور بہتان سے بچنا نہ کرنا اتہام
ہاتھ سے ایذا نہ دے لکھے نہ بے جا کوئی حرف	واں نہ رکھے پاؤں جو دیکھے گناہوں کا مقام

یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں رتی رتی بھر کا حساب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں دل اور دیگر اعضاء سے بھی اُن کے افعال کی پرسش ہوگی۔ اور ہمارے ہی اعضاء ہمارے خلاف گواہی دیں گے۔ کوئی سمجھدار آدمی یہ نہ چاہے گا کہ وہ کوئی ایسا کام کرے کہ جو اُس کے خالق کو ناپسند ہو اور وہ اُس کے مواخذے میں گرفتار ہو اور خداوند تعالیٰ کی درگاہ سے راندہ جائے کیوں کہ جن لوگوں کے دل پاک اور اعمال اچھے ہیں انہیں کو اللہ تعالیٰ کے دیدار کی سب سے بڑی نعمت نصیب ہوگی۔ اور ایسے ہی لوگ جنت میں جائیں گے۔

تیسرا باب

اعضائے تناسل کے بُرے استعمال کے نتیجے

تیرھویں رات

جلق کی خرابیاں اور اُس کے افسوس ناک نتائج

کسی لڑکے کو اپنے عضو تناسل کو کھیل نہ بنانا چاہیئے ورنہ اس کے نتائج جیسے کچھ خراب ہوں گے آگے چل کر تم کو معلوم ہو جائے گا۔ شروع شروع میں لڑکا اس کو ایک معمولی بات سمجھے لیکن پھر اُس کا دل چٹکیاں لے گا کہ یہ حرکت ضرور بُری اور قابلِ نفرت ہی جب ہی تو

چوری چھپے تنہائی میں یہ کام کیا جاتا ہی اور اسی واسطے اِس حرکت کو گناہِ خلوت بھی کہتے ہیں۔ اگر یہ کام اچھا ہوتا تو اس کے چھپانے کی کیا ضرورت تھی۔ جو شخص یہ حرکت کرتا ہی وہ خود اپنے تمام وجود کو ناپاک اور برباد کرتا ہی اسی واسطے اِس کو "نجاستِ ذاتی" بھی کہتے ہیں۔ انجیل مقدس میں لکھا ہی کہ چار ہزار برس پہلے اِس قسم کی حرکت ایک شخص ("اونن") نامی نے کی تھی اللہ تعالیٰ نے اس گناہ کی پاداش میں اُسے ہلاک کر ڈالا اسی وجہ سے یہ حرکت اُس کے نام سے منسوب ہی اور انگریزی میں اُسے اونزم (Onanism) کہتے ہیں۔ تحریر میں وہ قوت نہیں کہ اُس بُرے کام اور سخت گناہ کے اُن نتائج کو بیان کر سکے جس میں اس کے کرنے والے مبتلا ہو جاتے ہیں مگر افسوس ہی کہ عادت پڑ جانے کے بعد باوجود اس کے بے انتہا نقصانات اور خرابیوں کے معلوم ہونے کے بھی لوگ باز نہیں آتے۔ مسعود! مجھے اس بات کا یقین ہی کہ خدانخواستہ تم اس عادت بد میں اب تک نہیں پھنسے اور مجھے اس امر کا بھی اطمینان ہی کہ تم نے اتفاقیہ طور پر بھی کبھی اس فعل کو نہیں کیا ہوگا اور نہ تم کسی ایسے بُرے اور شریر النفس لڑکے کی صحبت میں بیٹھے ہوگے جو تم کو اس حرکت کی طرف رغبت دلاتا لیکن یاد رکھو کہ آدمی کا شیطان[1] آدمی ہی ہوتا ہی۔ ؏ ای بسا ابلیس آدم روئے ہست بُری صحبت میں بھلے چنگے لڑکے بگڑ جاتے ہیں لیکن پھر بھی مجھے ضرور اِس بات کا اندیشہ ہی کہ کہیں بحالتِ نادانستگی تم اس بلا میں نہ پھنس جاؤ کیوں کہ بہ نسبت کم عمر کُند ذہن اور اُن لڑکوں کے جن کے قویٰ کمزور ہوتے ہیں زیادہ تر سمجھ دار لڑکے ہی جن کی قوتیں تیز اور جوش قوی ہوتا ہی اِس بلا میں پھنستے ہیں اِس لیئے میں یہ چاہتا ہوں کہ پیش از پیش تم کو جلق کی خرابیاں اور اُس کے بے انتہا نقصانات اور خطرات اچھی طرح ذہن نشین کرا دوں تاکہ کل کلاں کو تم کو ناواقفیت کا عُذر باقی نہ رہے۔ تم اُس سے بچے رہو جس میں کم عمر اور ناسمجھ نہتے تو بچے بچیس اور تیس تیس برس کے جوان مرد بھی انجام کار نہ سوچ کر پھنس جاتے ہیں اِس لیئے بمصداق علم شئی بہ از جہل شئی کسی بات سے واقف رہنا بہت فائدہ مند ہوتا ہی۔ بس بچوں کے علاوہ

[1] آدمی کی شکل میں بہت سے شیطان بھی رہتے ہیں ۱۲

جوان شخصوں کو بھی اِن سب مراتب پر غور کرنا چاہیئے۔ اگرچہ شریف گھرانوں اور اچھی صحبتوں میں ایسی مکروہ باتوں کے ہونے کی بہت کم توقّع کی جاسکتی ہی لیکن پھر بھی ممکن ہی کہ بعض جسمانی نقائص ایسے ہوں کہ عضو مخصوص میں کسی قسم کا نقص ہونے سے یہ مرض لاحق ہو جاے اور اِس بُری عادت کی اس طرح بُنیاد پڑ جاے کہ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہو اور اِس عالمِ بے خبری میں یہ عادت پڑ جاے اور شاید اِس کثرت سے اس کا شوق ہو جاے کہ انجام کار خللِ دماغ ۔ مالیخولیا ۔ اور قبل از وقت موت پر خاتمہ ہو ۔ میرے خیال میں عدمِ واقفیت اور ناداشتگی ہی کی بڑی وجہ ہی جو یہ کم بخت عادت بلاے بے درماں کی طرح لڑکوں کو لگ جاتی ہی اور کثرت سے رواج پاتی جاتی ہی اے کاش وہ پہلے سے اِس کی بے انتہا خرابیوں سے آگاہ ہوتے تو ضرور اس کی ایک حد تک روک تھام ہوتی اور اِس کثرت کی نوبت نہ پہنچتی اور صدہا بلکہ ہزارہا بچّے جو ہر سال اِس بلا میں پھنس کر دین و دنیا سے غارت ہو جاتے ہیں بچ جاتے جیسا کہ میں تم سے پہلے کہہ چکا ہوں کہ پہلے پہل جب یہ لت پڑتی ہی تو لڑکا تنہائی میں یہ حرکت کرتا ہی اور شروع سے اُس کا دِل اس بات کی گواہی دیتا ہی اور اُس پر نفریں کرتا ہی کہ یہ کام بہت بُرا ہی اور تمام اخلاقِ حسنہ کی بربادی کا پیش خیمہ ہی اور سب سے پہلے اخلاق ہی کا بگڑنا شروع ہوتا ہی مَثَل مشہور ہی کہ چور کے پاؤں کہاں ۔ جو نورِ ایمان ہر شخص کے دل میں ہی وہ خود اُسے گُناہ گار اور خطا کار ٹھیراتا ہی اسی کو نفسِ لوّامہ کہتے ہیں لیکن افسوس یہ ہی کہ ایسے لڑکوں کے دِل میں بُرے خیالات اور شیطانی وسوسوں کا ایسا ہجوم ہو جاتا ہی کہ بنیاہ بخدا خداوندتعالیٰ سے وہ شخص برگشتہ ہونے لگتا ہی خداوندتعالیٰ کی دانائی اور بہتری ہی میں شک کرنے لگتا ہی ۔ ایسے لوگوں کا دِل مذہبی کتابوں پند و نصائح کی باتوں ۔ نماز روزہ غرض تمام اچھے کاموں سے اُچاٹ ہو جاتا ہی ۔ دل میں مفسدانہ اور باغیانہ خیالات پیدا ہو جاتے ہیں جس کا انجام یہ ہی کہ لڑکا خود سَر ۔ بدمزاج ۔ چڑچڑا اور ہر طرح بُرا ہی بُرا ہو جاتا ہی ۔ اُسے ہر نیکی کا کام اور اچھی بات بُری ہی لگنے لگتی ہی اور اگر وہ بُری عادت کو نہ چھوڑے گا تو رفتہ رفتہ تمام صفاتِ حسنہ جو ایک انسان میں ہونی چاہئیں مفقود ہو کر

شیطانی حرکات کا مجسّم مجموعہ بن جائے گا۔ الحاصل ایسے عادات کا اثر سب سے پہلے اخلاق پر پڑتا ہی اور جب کبھی تم کسی لڑکے کو دیکھو کہ وہ ہر بات میں پس و پیش اور شک کرتا ہی اور خواہ مخواہ نیکی کی باتوں میں بُرائی پیدا کرتا ہی اور خدا کی شان میں بیہودہ گوئی کرتا ہی اور اُس کے کلام پاک اور احکام کا استہزا تو جان لو کہ اس میں ضرور کوئی نہ کوئی در پردہ خرابی یا بُری عادت ہی اور وہ کسی نہ کسی گناہ کا خوگر ہی جس نے اُس کے اخلاق کو اِس حد تک برباد کر دیا ہی اور اسی وجہ سے اُس کے دل میں ایسے خیالات فاسد پیدا ہوتے ہیں۔ اگر اِس عادت میں اتنی ہی خرابی ہوتی کہ اخلاق کی تباہی اور بربادی ہی پر اکتفا ہو جاتا تو بھی کافی وجہ تھی کہ کوئی سمجھدار آدمی اِس کے پاس نہ پھٹکتا لیکن اِس کی خرابیاں تو اِس سے بھی بڑھ کر ہیں کہ دل و دماغ کو بھی تباہ کر دیتی ہیں جس کا بیان آگے چل کر ہوگا۔

چودھویں رات

چال چلن اور نظام عصبی پر چلق کا اثر اور اُس کے روک تھام کی تدابیر

اگر مجھے کافی وقت ملتا تو میں تم کو بہ وضاحت بتلاتا کہ اِس عادتِ بد کا اثر انسان کے اخلاق و عادات پر کس طرح پڑتا ہی اور جو لڑکے اور مرد اِس میں مبتلا ہوتے ہیں اُن میں کیوں کر ظاہر ہوتا ہی لیکن اس خیال سے کہ تم طوالتِ مضمون سے گھبرا نہ جاؤ میں نے اختصار کر دیا ہی اِس عادت کا اثر لڑکوں کے طرزِ ماند و بود عادات اور اخلاق پر بہت ہی بُرا پڑتا ہی۔ ہنس مکھ سیدھا سادہ خوش مزاج مطیع و فرماں بردار لڑکا چڑچڑا بدمزاج۔ ٹھگا۔ اور گھنّا ہو جاتا ہی وہ ایسا کم ہمت اور بزدل ہو جاتا ہی کہ کسی سے آنکھ ملا کر بات نہیں کر سکتا بلکہ گھر گھسنا ہو جاتا ہی اور ملنے سے جی چُراتا ہی۔ اپنی آنکھیں ہمیشہ نیچی رکھتا ہی اُس کے چہرے اور حرکات و سکنات سے

خطاکاری شرمساری صاف ظاہر ہوتی ہی اور رفتہ رفتہ دماغی اور جسمانی قویٰ پر اثر پڑنے لگتا ہی۔ اخلاق کی خرابی کے بعد اعصاب کی خرابی ہوتی ہی۔ انسان کے تمام جسم میں اس قدر اعصاب کا مجموعہ نہیں ہی جیساکہ خاص کر عضو تناسل میں ہی۔ جلق لگانے میں رگوں پر اس قسم کا دباؤ پڑتا ہی کہ وہ بالکل مُردہ ہوجاتی ہیں عضوِ مخصوص خمیدہ اور کج ہو جاتا ہی شروع شروع تو اس میں کچھ مزا ملتا ہی لیکن آخر تمام رگیں سُکڑ جاتی ہیں عضوِ مخصوص کی رگوں پر جب ایسا سخت صدمہ پونہچتا ہی تو چوں کہ تمام بدن کے اعصاب کو باہمی تعلق ہی وہ سب متاثر ہو جاتے ہیں اور اگر اس کی عادت پڑ جاے تو تمام نظام عصبی چکنا چُورا در ایسا برباد ہو جاتا ہی کہ آیندہ اُس کی درستگی کی امید باقی نہیں رہتی۔ اِدھر اعصاب کی یہ تباہی ہوئی اُدھر قواے دماغی بالکل مضمحل ہو جاتے ہیں۔ ہونہار لڑکا جو اپنی جماعت میں سب سے اول رہا کرتا تھا اُس کی طاقت گھٹتے گھٹتے یہ نوبت پونہچتی ہی کہ حافظہ معطّل بھول بڑھ جاتی ہی ایسا بُھلکڑّ ہو جاتا ہی کہ سبق یاد نہیں رہتا۔ ذہن کی جودت اور رسائی دونوں جاتی رہتی ہیں پہلے کی طرح اُس کے دِل میں کوئی بات ذہن نشین نہیں ہوتی رفتہ رفتہ وہی لڑکا اپنی جماعت میں سب سے آخر ہو جاتا ہی نہ اُس کی ذاتی کوئی راے ہوتی ہی اور نہ اُس کو اپنے آپ پر بھروسا ہوتا ہی اور نہ پہلے کی طرح تنومند چالاک وہشیار زندہ دل اور ہر ایک سے ملنے جُلنے والا رہتا ہی جو ایک طاقت ور دل و دماغ اور قوی جسم والے لڑکوں کی خاصیت ہوتی ہی یہ حالت تو اخلاقی اور دماغی قویٰ کی ہوئی لیکن جسمانی قویٰ کی کیفیت ہوتی ہی کہ تندرستی روز بروز کم ہوتی جاتی ہی آنکھوں کی چمک دمک اور رونق جاتی رہتی ہی رنگ زرد پڑ جاتا ہی گوشت لٹک آتا ہی تھر تھر ہاتھ پاؤں ٹوٹتے رہتے ہیں سستی اور سنسنی معلوم دیتی ہی اور طبیعت نڈھال رہتی ہی ذرا سا کام کرنے سے تکان ہو جاتی ہی کسی محنت یا کوشش کے کام میں دل نہیں لگتا ہر کام اجیرن معلوم دیتا ہی ایسے لڑکوں کی کمر اور سر میں اکثر درد رہتا ہی اور درد کے علاوہ سر میں چکر ہاتھ پاؤں ٹھنڈے چلچلے ہو جاتے ہیں آنکھوں میں فتور پڑ جاتا ہی بھوک میں فرق آجاتا ہی۔ دل میں دھڑکن پیدا ہو جاتی ہی ہمیشہ جُھک کر بیٹھنے کی عادت ہو جاتی ہی سینہ بجاے چوڑا اور پھیلنے کے سُکڑ جاتا ہی الغرض تمام جسم بجاے اس کے

کہ تروتازہ ہو کر بڑھتا اور ایک مردانہ اور مضبوط ڈھانچ بنتا بالکل ڈھیلا اور لٹکا ہوا اور
پژمردہ دکھلائی دیتا ہی اور بہت سی علامات سے قوی میں انحطاط اور مردنی پائی جاتی ہی۔
پیارے مسعود جلق کی یہ چند بڑی بڑی علامات اور اثرات ہیں جو لڑکوں اور جوان
شخصوں میں جو اس عادتِ بد کو اختیار کر لیتے ہیں پاے جاتے ہیں۔ یہ ممکن ہی کہ
بعض وقت کچھ ایسی علامتیں یا عام کمزوری دوسرے امراض یا اسباب سے ہوا ور
غلط فہمی سے اُس شخص پر شبہ کیا جاے لیکن اچھے ڈاکٹر اور حکیم سے یہ بات کبھی پوشیدہ نہیں
رہ سکتی۔ اس بد بلا میں ایک بڑی مصیبت یہ بھی ہی کہ جب اس کی لت پڑ جاتی ہی تو جسم و دماغ
اور اخلاقی قوت جوں جوں کمزور ہوتی جاتی ہی ویسے ہی یہ عادت مستحکم اور بڑھتی جاتی ہی۔
قوتِ ارادی اس درجے کمزور ہو جاتی ہی کہ اگرچہ اُس شخص پر اِس عادتِ بد کے خوفناک اور
تباہ کن نتایج کا اظہار بھی کیا جاے تو بھی وہ اپنی عادت سے باز نہیں آتا اور اپنے آپ کو اُن بد نتایج سے جو یقیناً آگے
پیش آنے والے ہیں محفوظ رکھنے کی کوشش نہیں کرتا اور اگر اُس میں مردمی باقی ہو اور
وہ اس بات پر آمادہ بھی ہو جاے کہ اس بات کو چھوڑ دے تاہم اُس کی نیت ایسی ڈانواں ڈول
ہو جاتی ہی کہ اپنے ارادے پر قایم نہیں رہتا۔ جو کچھ میں نے اوپر بیان کیا ہی اُس سے تم کو
واضح ہوا ہوگا کہ جلق سے کیسی مضر اور لاعلاج خرابیاں پیدا ہوتی ہیں لیکن اب تک
میں نے تم سے اِس کی بدترین خرابی کا بیان نہیں کیا اس کی مداومت کی جاے تو طاقت
و توانائی اور تن درستی بالکل مفقود ہو جاتی ہی اگر آدمی قوی الجثہ ہی تو چند دنوں وہ اس
آفت کو جھیل سکتا ہی لیکن آخر کار نامردی اور دیوانگی لازمی نتایج ہیں اور جب کہ آدمی
قوی الجثہ نہ ہو تو ناتوانی اور کمزوری اور سِل کے عارضے یا اسی قسم کے امراض سے زندگی
کا خاتمہ ہو جاتا ہی۔ یہ خوفناک اور قابلِ افسوس حالت اُن لوگوں کی ہو جاتی ہی کہ جو اس کے
خوگر ہو جاتے ہیں اور یہ ایسی بُری لت ہی کہ اس کا چھوٹنا اگر ناممکن نہیں ہی تو سخت مشکل
تو ضرور ہی۔ اس کی روک تھام کے لیے بہت سی سخت تدبیریں اختیار کی جاتی ہیں بعض
وقت لڑکوں کو ایسا سخت کُرتا پہنایا جاتا ہی کہ وہ جُھک نہ سکیں بعض دفعہ اُن کے ہاتھ
اُن کی پیٹھ کے پیچھے باندھ دیے جاتے ہیں بعض وقت پلنگ کی پٹیوں سے ہاتھ کس دیے

جاتے ہیں یا دیوار میں رسّیاں یا زنجیریں گاڑ کر ہاتھ باندھ دیئے جاتے ہیں اور اسی قسم کی بہت سی سخت تدبیریں اختیار کی جاتی ہیں تاکہ لڑکا کسی نہ کسی طرح اس عادت کو چھوڑ دے لیکن سخت افسوس کی بات ہے کہ ان تدبیروں پر بھی بعض اوقات کامیابی نہیں ہوتی۔ تم کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ کتنی ضروری بات ہے کہ تمام لڑکوں کو ان مصیبت ناک نتائج سے وقت مناسب پر پیش از پیش آگاہ کیا جائے۔ اگرچہ تمھارے سوال کا جواب تو پہلے ہی ادا ہو چکا تھا تاہم میں نے اس سلسلے کو جاری رکھا تاکہ تم کو اَور ضروری باتیں بھی بتلا دی جائیں کہ جن کا جاننا ہر شخص کے لیئے فرض ہے۔ چوں کہ والدین کو اپنی اولاد سے سچی محبت ہوتی ہے اور وہ دل سے اُن کی بہتری کے خواہاں ہوتے ہیں اس لیئے جو سمجھدار ہیں وہ کبھی اس بات کو گوارا نہ کریں گے کہ اُن کی اولاد ناواقفیت اور نادانستگی سے ایسی بلا میں پھنسے۔ اب چوں کہ تم کو اچھی طرح بتلا دیا گیا ہے اور تم ان حرکات کے بُرے نتیجوں اور اس کے سخت گناہ ہونے سے واقف ہوئے ہو کہ جس میں بہت سے ہونہار لڑکے بوجہ ناواقفیت کے پھنس کر برباد ہو گئے ہیں تو ایسی حالت میں تم کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اُس نے تم کو راہ راست دکھلا دی اور تم کو اس بد بلا سے جو اکثر رائج ہے بچنے کا موقع دیا۔

پندرھویں رات

عادات بد کا دوسروں پر اثر۔ اولاد کی تباہی سے ماں باپ کی دل شکستگی جن کا ادب فرض ہے۔ اپنی نسل کی بربادی۔

گزشتہ دو راتوں میں جو میں نے تم سے بیان کیا ہے اُس سے تم کو جلق کے افسوس ناک نتائج معلوم ہو گئے ہوں گے لیکن تم کو یہ بھی معلوم رہنا چاہیئے کہ اس عادت سے اکیلے

تم کو ہی نقصان نہیں پونہچتا۔ بلکہ اس غلط کاری سے بالواسطہ دوسروں کو بھی نقصان پونہچتا ہی۔ جس طرح بڑوں کی بداعمالیاں خود بچّوں کی تباہی کا باعث ہوتی ہیں اسی طرح بچوں کی بداعمالیوں سے بڑوں کو بھی اثر پونہچتا ہی۔ اگر تم اپنی بداعمالیوں سے اپنی تندرستی برباد اور اپنی عقل کو کمزور کرلو اور بجاے ایک ہونہار بہ کار آمد اور نامور شخص ہونے کے ایک ناکارہ محض بن جاؤ تو تم سمجھ سکتے ہو کہ اس سے تمھارے والدین کی اُمیدیں خاک میں مِل جائیں گی اور تمھاری ذات کو نقصان پونہچنے کے علاوہ تمھارے سبب سے وہ زندہ درگور ہو جائیں گے۔ تم خیال کرو کہ تمھارے ماں باپ نے تمھارے لیئے کیا کچھ کیا ہی۔ سب سے اول تو تمھاری ماں نے اپنی جان پر کھیل کر تم کو جنا ہی اور مہینوں بڑی مصیبت اور تکلیف اُٹھا کر تمھاری پرورش کی ہی۔ بچپنے میں جو بچّوں کو اکثر بیماریاں ہوتی ہیں اُس میں تمھاری کیسی خبرگیری کی ہی ہر درد دُکھ سے تم کو بچایا ہی اور اگر وہ غفلت کرتی تو کیا ممکن نہ تھا کہ تم کسی سخت بیماری میں مُبتلا ہو جاتے مثلاً آنکھ جاتی رہتی یا بہرے ہو جاتے یا کسی اَور قسم کا تم کو ایسا نقصان جسمانی پونہچتا کہ لنگڑے لُولے یا اپاہج ہو جاتے اور بقیہ ساری عمر کے لیئے وہ تمھارے لیئے ایک بدنما داغ ہوتا۔ جب کبھی تم کو شدّت سے بخار آیا یا کھسرا نکلی تو دنوں بلکہ ہفتوں تمھارے ماں باپ نے اپنے آرام و آسایش کو تم پر قربان کر دیا اور کئی کئی رات اُن کی پلک نہیں جھپکی اور بعض وقت وہ مہینوں تمھارے علاج معالجے اور تیمارداری میں سرگردان رہے۔

اَب سے دور جب تم کو کھسرا نکلی تھی تو اُس کی چھوت کے سبب سے کوئی گھر میں قدم نہ رکھتا تھا۔ تن تنہا وہی دونوں تم پر اپنی جان چھڑکتے تھے اور درحقیقت تمھاری جان کو اپنی جان سے بڑھ کر عزیز رکھتے تھے اور اسی واسطے ماں باپ کا بہت بڑا ادب کرنا چاہیئے

ماں باپ کا بڑا رتبہ[۱] ہی کہ دُنیا میں تمھاری پیدایش کا سبب یہی دونوں ہیں اسی واسطے ماں باپ کا بڑا درجہ ہی اور اُن کا بہت ادب اور ہر طرح فرماں برداری اور اُن کی رضا جوئی کرنی چاہیئے قرآن شریف میں کئی جگہ ماں باپ کے ادب اور اُن کے ساتھ عمدگی

[۱] ماخوذ از الحقوق والفرائض ۱۲

سے برتاؤ کرنے کا حکم آیا ہے۔ خاکساری کا پہلو اُن کے آگے جھکائے رکھنا اور (اُن کے حق میں) دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار جس طرح اُنھوں نے مجھے چھوٹے سے کو پالا اور (میرے حال پر رحم کرتے رہے ہیں) اسی طرح تو بھی اِن پر (اپنا رحم کیجیو)

ماں باپ سے سلوک

قرآن شریف میں کئی جگہ والدین سے حسن سلوک کا حکم ہے اور احادیث میں بھی آیا ہے کہ ماں کے ساتھ سلوک کرنا چاہیئے پھر باپ کے ساتھ پھر جو زیادہ قریب ہو اُس کے ساتھ۔ ماں کا حق اولاد پر بہ نسبت باپ کے زیادہ ہے ۔

جنّت کہ رضائے مادران ست
تحتِ کفِ پائے مادران ست

دوسری حدیث۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا عمل بہت پسندیدہ ہے فرمایا وقت پر نماز پڑھنا پھر ماں باپ سے سلوک کرنا۔

ماں باپ سے محبّت

حدیث۔ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والا فرزند اپنے ماں باپ کو محبّت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو خدا اس کے لئے ہر مرتبہ کے دیکھنے کے عوض (اُس کے اعمال نامے میں) ایک حج مقبول کا ثواب لکھتا ہے۔ نامشروع بات کے علاوہ ہر امر میں والدین کی اطاعت فرض ہے۔

ادب و تعظیم

ہماری شریعت میں اگرچہ سجدۂ تعظیمی خدا کے سوائے کسی کے لئے جائز نہیں مگر ادب و تعظیم کی تمام صورتیں جو عرف و شرع میں معمول بہا ہیں اُن کے مستحق سب سے پہلے ماں باپ ہیں۔

حدیث۔ ایک موقع پر تین شخص چلے جارہے تھے کہ اُنہیں مینھ نے آلیا۔ تو وہ ایک پہاڑ کے غار میں چلے گئے۔ غار کے مُنہ پر پہاڑ کا ایک بڑا سا پتھر لڑھک آیا اور غار کے مُنہ کو ڈھانک لیا نکلنے کا رستہ نہیں رہا۔ اِس پر ایک نے دوسرے سے کہا کہ بھائیو! اپنے اُن نیک عملوں پر نظر کرو جو تم نے خاص خدا کے لئے کیے ہیں اور اُن کے ذریعے سے خدا سے دُعا کرو شاید خدا اِس پتھر کو ہٹادے اور اِس مشکل کو آسان کرے۔ اُن میں سے

ایک شخص نے کہا خداوندا! میرے ماں باپ بہت بوڑھے تھے اور میرے کئی چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے میں اُن کا نفقہ حاصل کرنے کے لیئے بکریاں چرانے جایا کرتا تھا واپس آنے کے بعد میں دودھ دُہتا اور اپنے بچوّں سے پہلے والدین کو پلایا کرتا تھا ایک دن کا ذکر ہی کہ مواشی کے چرنے کے درخت بہت دُور تھے اور مجھے آتے آتے رات ہو گئی یہاں آکر میں نے والدین کو سوتا پایا۔ اور دودھ کا برتن لیئے ہوئے اُن کے سرہانے کھڑا رہا کیونکہ مجھے اِدھر تو اُن کا جگانا ناپسند تھا اور اُدھر یہ بھی ناپسند تھا کہ اُن سے پہلے بچوّں کو دودھ پلادوں اور بچےّ تھے کہ مارے بھوک کے میرے قدموں میں لوٹتے اور چیختے تھے الغرض میں اُسی طرح کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ صبح کی پو پھٹ گئی تو اے خدا اگر تو جانتا ہی کہ میں نے یہ کام صرف تیری خوشنودی اور رضامندی کے لیئے کیا ہی تو اس قدر دراڑ کھول دے کہ ہم اس میں سے آسمان کو دیکھ لیں۔ چنانچہ خدا ئے تعالیٰ نے اُن کے لیئے اتنا پتھر ہٹا دیا کہ اُنھوں نے آسمان کو دیکھ لیا۔

دعائے مغفرت ورحمت

ابی اُسید ساعدی کہتے ہیں کہ ایک دن ہم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ دفعتہً بنی سلمہ کے ایک شخص نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ کیا کوئی نیکی اور سلوک باقی ہی کہ میں اپنے والدین کے ساتھ اُن کے مرنے کے بعد کرسکوں فرمایا ہاں۔ اُن کے لیئے دُعائے رحمت اور استغفار کرنا اور اُن کے بعد اُن کے عہد و پیمان کو جاری کرنا اور صرف اُن کی رضامندی اور خوشی کے لیئے صلۂ رحمی کرنا اور اُن کے ملنے والوں کی تعظیم و توقیر کرنا۔ خلاصہ یہ کہ اولاد کی دعا و استغفار ماں باپ کے حق میں اُن کے مرے پیچھے اتنا اثر رکھتی ہی کہ اگر ماں باپ اولاد سے ناراض گئے ہوں گے تو حق تعالیٰ ماں باپ کو اُس اولاد سے راضی کرا دے گا اور اُس کا نام اُن لوگوں کے دفتر میں لکھ دے گا۔ جو ماں باپ کے فرماں بردار ہیں ؎

والدین کی ناراضی

احسان جتانے والا اور والدین کی نافرمانی کرنے والا اور شراب خوار جنّت میں داخل نہ ہوں گے۔ جب سے تم پیدا ہوئے اُنھوں نے کوئی دقیقہ تمھارے آرام و آسایش کا اُٹھا نہیں رکھا جب تم

خدا خدا کرکے پروان چڑھے اور ہوش سنبھالا تو انھوں نے تمھاری تعلیم و تربیت کا عمدہ انتظام
کیا اور سیکڑوں روپیے تم پر خرچ کیئے بُری صحبت میں بیٹھنے اور بُرے لڑکوں کے ملنے
سے تمھاری ہر طرح کی حفاظت کی اور تا بہ امکان اس بات کی کوشش کی کہ تم کو کوئی
بُرا نمونہ نہ دکھلایا جاے اور تم کوئی بُری عادت اختیار نہ کرو۔ باوجود اس کے اگر خدانخواستہ
تم اُن کی توقع کے خلاف اُٹھو تو خیال کرو کہ اُن کو کیسی نا اُمیدی اور کتنا بڑا صدمہ ہوگا
ماں باپ کے لیئے کیسے افسوس کا مقام ہی کہ وہ اپنے لڑکے کو مُرجھایا ہوا بے رونق
کم زور دیکھیں کہ اُس میں طاقت توانائی ہمّت۔ استقلال۔ مردانگی۔ جرأت کچھ بھی نہ ہو
بلکہ وہ ایک جھول شرمیلا۔ بُزدل پست ہمّت۔ گھر گھسنا ہو۔ اچھّی کتابوں سے اُسے
نفرت ہو پڑھنے لکھنے کا بالکل شوق نہ ہو۔ مدرسے جانے سے جان چُراے الغرض
جو اچھّی باتیں ایک اشراف آدمی میں ہونی چاہئیں اُن سب سے کوسوں دُور ہو۔
اِس سے بڑھ کر ماں باپ کے دلوں کو تکلیف دِہ اور کیا بات ہوسکتی ہی کہ وہ لڑکا جس پر
اُن کی اُمیدوں کا دار و مدار تھا اور جو اُن کے لیئے سرمایۂ ناز اور عصاے پیری تھا
اور جس پر وہ اُمید لگاے بیٹھے تھے کہ بڑھاپے میں ہمارے کام آے گا وہ گناہ اور
بدکاری کے رستے پر لگ کر تباہ ہو رہا ہی اور اُس کے افعال سے اُن کی ناک کٹ
رہی ہی۔ اِن باتوں سے ماں باپ کی تمام اُمیدوں پر پانی پھر گیا اور وہ دیکھ رہے ہیں
کہ اُن کے لڑکے کی دین و دُنیا دونوں بربادہیں۔ نہ صرف والدین ہی کو یہ رنج اور
صدمہ پونہچتا ہی بلکہ اُن چھوٹے بھائی بہن کو بھی کہ جو چند دن بیچ ان ہو جائیں گے اور جن کو تمھاری
صلاح و ہمدردی اور مدد پر بھروسا تھا کس قدر تمھاری کم زوری۔ بربادی و رنا قابلیت
کی کیفیت سُن کر آزردہ نہ ہوں گے۔ اِس طرح تم نے نہ صرف اپنے بھائی بہن کی حق تلفی
کی بلکہ تم اُس پاک اور پیاری اولاد کی بھی حق تلفی کروگے جو ہم کو اُمید ہی کہ مشیتِ
ایزدی سے تمھاری جوانی کا پھل ہونے والی ہی۔ تمھاری اولاد تمھاری عزّت و قدرت
کبھی نہیں کرسکتی اور نہ تم سے خوش رہ سکتی ہی جب تک کہ تمھارا چال چلن اور طرزِ زندگی
ایسا پاک و شریفانہ نہ ہو جیسا کہ تم خود اپنی اولاد کا چاہتے ہو۔ جو تلخ نتائج جلق سے پیدا ہوتے ہیں

اُس لڑکے تک ختم نہیں ہوتے کہ جو اُس کا مرتکب ہوتا ہے نہ والدین۔ بھائی بہنوں۔ دوستوں اور رشتہ داروں پر اُن کا انحصار ہے بلکہ اگر اُس لڑکے کی زندگی نے وفا کی اور وہ جوان ہوا اور اُس کی شادی ہوئی اور اگر اُس کے بچّہ بھی ہوا تو ضرور ہے کہ اُس کی ولاد بھی مصیبت میں گرفتار ہوگی اور ضرور اپنے باپ کی طرح کچھ نہ کچھ حصّہ اِس گناہ میں سے پاوے گی۔ اگر باپ کو اُس کی غلط کاری نے جو اُس نے بچپنے میں کی تھی کام کاج یا نوکری چاکری کے قابل نہیں رکھا اور اِس وجہ سے بچّے افلاس کی حالت میں پیدا ہوے تو یہ بھی ایک بڑی مصیبت ہوگی کہ جو اُن پر اپنے باپ کی وجہ سے پڑی اور اگر باپ کے دماغی اور جسمانی قویٰ کو اِس بد عادت کے سبب سے نقصان پونہچا ہے تو یہ بات لازمی ہے کہ ایسا باپ کبھی تن درست و توانا اور صحیح العقل اور عمدہ اخلاق کے بچے پیدا کر نہیں سکتا کیوں کہ جب سِرے سے خود باپ ہی میں ایسی قوّتیں نہیں ہیں تو اُس کے بچّوں میں کہاں سے آئیں گی۔ جب باپ نے سہل انگاری سے اپنا سرمایہ برباد کر لیا ہے اور خود افلاس میں گرفتار ہے تو اُس کی اولاد کو کیا مالی مدد مِل سکتی ہے۔ جو حالت اناج کی ہے وہی حالت انسان کی زندگی کی بھی ہے۔ جو بیج کھیت میں بویا جاتا ہے اگر وہ ادنیٰ درجے کا یا ناقص ہے تو اُس سے جو غلّہ پیدا ہوگا وہ بھی بے شک خراب ہوگا۔ جب ایک لڑکا اپنے قواے تولید کو اِسی طرح نقصان پونہچا لیتا ہے کہ جب وہ جوان ہو تو اُس کا نطفہ ناقص اور ادنیٰ قسم کا ہو جاوے تو اُس کا اثر ضرور اُس کی اولاد کے جسمانی دماغی اور اخلاقی قویٰ میں ظاہر ہوگا۔ اب تم کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ لڑکوں کی بُری عادات اور گناہوں کے نتیجے کیوں کر اُن کی اولاد تک پونہچتے ہیں حال آں کہ یہ افعال اولاد کے پیدا ہونے کے مدّتوں پیشتر باپ سے سرزد ہوے تھے۔ فی الواقع یہ ایک بہت عبرت خیز معاملہ ہے کہ آج کل کے چھوٹے چھوٹے بچے نہ صرف بے پروائی اور بے خیالی سے اپنی آیندہ آنے والی نسلوں کے جسمانی دماغی قویٰ صورت شکل اُن کے عادات و اطوار اور آیندہ کے مقدّرات کا سامان طیّار کر رہے ہیں بلکہ یوں کہو کہ وہ آیندہ زمانے کی تاریخ اور آیندہ زمانے کی قوم کی تقدیر کا فتویٰ ابھی سے دے رہے ہیں۔ کنڈر گارٹن اور ابتدائی مدارس

میں چھوٹے چھوٹے لڑکے لڑکیوں کے چال چلن خیالات خواہشات کی اب تخم ریزی کی جا رہی ہی وہی باتیں اُن کے دلوں میں جم جائیں گی اور رفتہ رفتہ نشو نما پاکر مضبوط جڑ پکڑ کر راسخ ہوجائیں گی یہی بنیاد او پیشین گوئی ہی اِن کو دیکھو اور اپنے دل میں فیصلہ کرلو کہ آیندہ سو برس تک اِس قوم کے افراد کی کیا حالت ہوگی یعنی جیسی چھوٹی پود ہوگی ویسے ہی آگے چل کر ہماری قوم کے جوان اور بڈھے ہوں گے۔ ع سالے کہ نکوست از بہارش پیدا است۔ اِس لئے یہ کم سن بچے جن کو آج کسی وقعت سے نہیں دیکھا جاتا ہی سو برس آیندہ کی نسل کا آج فیصلہ کرنے والے ہیں۔ "ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات"۔ میری دلی خواہش ہی کہ ہمارے مُلک کا ہر لڑکا اِن واقعات سے واقف ہوجائے اور اگر وہ کچھ بھی سمجھ رکھتا ہی تو ضرور مُصمّم ارادہ کرلے گا کہ وہ اپنی تندرستی کی کامل حفاظت کرے گا تاکہ آگے چل کر اُس کے بچّے بھی تن درست اور توانا پیدا ہوں اور وہ اپنے قوا ے دماغی ایسی عمدگی سے درست کرے گا کہ اُس کی اولاد میں یہ سب صفات اس سے بھی اعلیٰ درجے پر موجود ہوں اور اِس طرح اخلاقی احکام کی پابندی کرے گا کہ اُس اولاد میں وراثتہً اور طبعاً نیک بختی۔ راست بازی۔ اور پابندی مذہب کا کافی رجحان ہو۔ اب تو تم نے جان لیا ہوگا کہ جو قوی اللہ تعالیٰ نے ہم کو عنایت فرمائے ہیں کس درجے ہم کو انکی حفاظت ضروری ہی اور ہم ذمہ دار ہیں کہ اُن میں کسی قسم کا نقص نہ آنے دیں اور نہ اُن کا بے جا استعمال کریں۔

چوتھا باب

وہ طریقے جن سے لڑکے اِن حرکات سے محفوظ رہ کر اپنی طاقت کو برقرار رکھ سکتے ہیں

سولھویں رات

ظاہری اور باطنی پاکیزگی اور جسم انسانی کی بناوٹ کا مختصر حال

تمھارے جیسے سمجھدار لڑکے سے جو خوش نصیبی سے ایسے خاندان میں پیدا ہوا ہی کہ جہاں مرد اور

سلہ موسم بہار پر سے اندازہ کیا جا سکتا ہی کہ آنے والا سال کیسا ہوگا ۱۲۔

عورتیں تعلیم یافتہ اور عقلمند اور سمجھدار ہیں میں کوئی نئی بات بیان نہیں کرسکتا۔ تم آئے دن پند و نصائح سنا ہی کرتے ہو تاہم میں اُن ہی باتوں کو دُہراتا ہوں جو تم سن چکے ہو گئے تاکہ ایسی ضروری باتوں کو بار بار بیان کرنے سے یاد تازہ ہو کر وہ باتیں تمھارے دل میں جم جائیں گی وہ باتیں جو آج بالکل خفیف کم وقعت اور سرسری معلوم ہوتی ہیں وہ حقیقت میں ہماری زندگی کے اُصول اور ہمارے اہم فرائض ہیں جن کی قدر اور منزلت تم کو آگے چل کر معلوم ہوگی۔ اس مضمون کے متعلق باتیں ہیں تو بہت سی اگر سلسلہ وار بیان کروں تو کئی ہفتے چاہئیں۔ لیکن ہم اس مضمون کے لیئے تین چار راتوں سے زیادہ نہیں نکال سکتے جس میں اُن سب باتوں کا ذکر آجائے گا جو تمھاری عمر کے بچّوں کے لیئے ضروری ہیں۔ جوں جوں تم بڑے ہوتے جاؤ گے اسی قسم کی دوسری عمدہ عمدہ کتابیں پڑھو گے جس میں اُس عمر کے مناسب حال مضامین ہوں گے تاہم میں اس بات کی کوشش کرتا ہوں کہ جہاں تک ممکن ہو تھوڑے وقت میں آسان پیرائے میں تم سے تمام ضروری باتیں بیان کردوں۔

اللہ تعالٰی صفائی اور پاکی کو بہت پسند کرتا ہے سچّی پاکی جسم اور دل دونوں کی ہوتی ہے۔ یعنی ظاہری اور باطنی اگر دل میں بُرے اور ناپاک خیالات بھرے رہیں تو ظاہر کی ٹیم ٹام سے کچھ فائدہ نہیں ہے اللہ تعالٰی دل کو دیکھتا ہے۔

ما بروں را ننگریم و قال را	ما دروں را بنگریم و حال را[1]

دل کی بُرائی ہمیشہ دنیاوی کاموں میں ظاہر ہوتی ہے۔ جیسے کچھ دل میں خیالات ہوں گے ویسا ہی اُس شخص کا طرزِ عمل بھی ہوگا۔ دلی خیالات ہی چند روز میں چال چلن اور طرزِ زندگی بن جاتے ہیں۔ اس لیئے نہایت ضروری امر ہے کہ پہلے ہم اپنے دلی خیالات کی درستی کی کوشش کریں اور دل کو بالکل بیہودہ خیالات سے پاک و صاف رکھیں۔ پاک خیالات رکھنے کے لیئے ضرور ہے کہ پہلے انسان کا دل پاک ہو اور یہ اللہ تعالٰی کے اختیار میں ہے کہ وہ ہم کو پاک دل عطا فرمائے اور ہم کو ہمیشہ اللہ تعالٰی سے دُعا کرنی چاہیئے کہ اے پروردگار تو ہی ہم کو شیطانی وسوسوں سے محفوظ رکھ۔

[1] ہم تو اندرونی کیفیت اور حالت کو دیکھتے ہیں۔ بیرونی حالات اور زبانی بات چیت سے ہمیں کچھ مطلب نہیں ۱۲

اگر تم نے اب تک سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں اپنے دل کی پاکی کے لیے دعا نہیں کی ہو تو سب سے پہلے تمھارا یہ فرض ہو کہ بخشوع و خضوع اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں اپنی پاکی کے لیئے دعا کرو کہ اسی سے تم گناہوں سے محفوظ اور مصئون رہوگے اور آخرکار تمھارے دل کی پاکی ہی پر تمھاری بخشش اور نجات کا دارومدار ہو۔ اللہ تعالیٰ ضرور اپنی رحمت سے تم کو پاک دل عطا فرمائیگا تو تمھارا فرض ہو کہ اُس کی بہت حفاظت کرو تاکہ وہ شیطانی وسوسوں یا گناہ کی آلودگیوں سے خراب نہ ہوجائے اپنے دل کو پاک اور تمام خرابیوں سے محفوظ رکھنے کی عمدہ تدبیر یہ ہو کہ اس امر کی بہت احتیاط کرو کہ کوئی ناپاک یا اخلاق بگاڑ دینے والی کتاب تمھاری نظر سے نہ گزرے فی زماننا اس قسم کی بہت سی کتابیں چل پڑی ہیں کہ جو انسان کے دل کو بُرائی کی طرف مائل کرتی ہیں اس قسم کی کتابوں کو پڑھنا تو درکنار تم کو چھونا بھی نہیں چاہیئے اور کسی کتاب یا اخبار یا ایسے کاغذ کو تم نہ پڑھو اور نہ سنو جس کو تم بلاخوف وخطر اپنی والدہ یا والد کے سامنے نہ پڑھ سکتے ہو۔ اس قسم کے معاملات میں اپنے بزرگوں کی صلاح کے موافق کاربند رہو اور اُن کو اپنا محافظ اور نگہبان سمجھو ایسی صحبت یا ایسے لوگوں سے دُور بھاگو جو بُرے قصّوں سے تمھارے خیالات کو برگشتہ کرتے ہیں یا پھکڑ بیہودہ اور خلافِ تہذیب گفتگو کرتے ہیں تم کو اپنے دوست اور ملاقاتی ایسے لوگ تلاش کرنے چاہئیں جو شریف پاک باطن اور خوش اخلاق ہوں اگر سوءِ اتفاق سے ایسی صحبت نہ مل سکے تو تنہائی میں زندگی بسر کرنا اس سے بدرجہا بہتر ہو کہ تم بُری صحبتوں میں بیٹھو اور اُن کی بُری عادتیں سیکھو ؎

صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبتِ طالح ترا طالح کند

دیکھو حضرت نوحؑ کا لڑکا جو بُری صحبت میں بیٹھا تو اُس کا کیا نتیجہ ہوا۔ ہر چند حضرت نوحؑ نے اُسے سمجھایا بجھایا اور طوفان کے وقت بلایا کہ بیٹا! ہمارے ساتھ کشتی میں بیٹھ لے اور کافروں کے ساتھ نہ رہ۔ بیٹے نے جواب دیا۔ میں ابھی تمھارے دیکھتے دیکھتے تیر کر

ؔ نیک صحبت سے آدمی نیک ہوجاتا ہو اور بد صحبت سے بد ۱۲

کسی پہاڑ کے سہارے جا لگتا ہوں کہ وہ مجھ کو طوفان کے پانی سے بچائے گا۔ حضرت نوح نے اُس سے کہا کہ آج کے دن اللہ کے غضب سے کوئی بچانے والا نہیں مگر خدا ہی جس پر اپنا رحم کرے وہی بچ سکتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ باپ اور بیٹے یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ دونوں کے درمیان ایک موج آحائل ہوئی تو دوسروں کے ساتھ حضرت نوحؑ کا بیٹا بھی ڈبو دیا گیا۔ ابھی حضرت نوح کا بیٹا غرق نہیں ہوا تھا کہ حضرت نوح نے اپنے پروردگار کو پکارا اور اُس کی جناب میں عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرا بیٹا بھی میرے اہل و عیال میں داخل ہے اور تو نے جو میرے اہل و عیال کے نجات دینے کا وعدہ فرمایا تھا وہ سچا ہے اور تو سب سے بڑا حاکم ہے تیرے حکم میں مجال گفتگو نہیں تو میرے بیٹے کو بھی نجات دے۔ خدا نے فرمایا کہ نوح! تمھارا بیٹا تمھارے اہل و عیال میں داخل نہیں کیوں کہ اُس کے عمل اچھے نہیں۔ بیٹے کی ماں کا یہ حال دیکھ کر نہ رہا گیا۔ اب دیکھو کیا نتیجہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے بوجہ حضرت نوحؑ کے بیٹے کی بد اعمالی کے اُسے خاندانِ نبوت ہی سے خارج کر دیا۔

پسرِ نوح با بداں بنشست	خاندانِ نبوتش گم شد
سگِ اصحابِ کہف روزے چند	پے نیکاں گرفت مردم شد

اچھا آدمی بُری عادتیں آناً فاناً میں اختیار کر لیتا ہے اور اُسے بگڑتے کچھ دیر نہیں لگتی مگر بگڑے ہوؤں کا سنورنا البتہ بہت مشکل ہے۔ صاف و شفاف کپڑے پر ذرا سا دھبہ بھی چغلی کھاتا ہے اور میلے کچیلے کپڑوں میں چھینٹے کے چھینٹے کھپ جاتے ہیں یعنی جو بدمعاش ہیں اُن کو لوگ یہی کہہ کر چُپ ہو رہتے ہیں کہ فلاں شخص ایسا ہی لیکن شریف زادہ جب بگڑتا ہے تو جا بجا اُس پر انگلیاں اُٹھنے لگتی ہیں۔ خیالات کے ساتھ جسم کو بھی پاک صاف رکھنا ضرور ہے کیوں کہ ستھرائی اور نفاست سب کو پسند ہے کم سے کم

ل نوحؑ کے بیٹے نے بدوں کی صحبت میں بیٹھنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ نبوت کے خاندان ہی سے خارج کر دیا گیا اور نیک صحبت کا یہ نتیجہ ہوا کہ اصحاب کہف کے کتے نے چوں کہ نیک آدمیوں کا ساتھ دیا تھا اُس نے انسان کی سی خصلت اختیار کی ۱۲ منہ

ہفتے میں ایک مرتبہ جمعہ کے جمعہ ضرور نہانا چاہیئے اور اگر ہفتے میں دو مرتبہ نہاؤ تو اور
بھی اچھا ہی۔ میں لڑکپن میں ہر روز صبح اُٹھتے ہی ٹھنڈے پانی سے نہایا کرتا تھا وہ عادت
آج تک چلی جاتی ہی اور اسی کا سبب ہی کہ باوجود اس سن و سال کے تم مجھے تنگڑا دیکھتے
ہو۔ اگر ٹھنڈے پانی سے نہانے کی عادت گرمی کے موسم میں شروع کی جاوے تو آگے
چل کر جاڑوں میں نزلہ زکام کا خدشہ نہ رہے گا اور بوجہ عادت پڑ جانے کے جاڑے
میں ٹھنڈا پانی ناگوار نہ معلوم ہوگا بلکہ نہانے کے بعد بدن میں ایک طرح کی گرماہٹ
اور تقویت سی آجاوے گی۔ عضو تناسل میں سے تاکہ پیشاب کے ناپاک قطرے نہ ٹپکیں اور
نیز دوسرے امراض سے محفوظ رکھنے کے لئے مسلمانوں میں ختنے کا بہت عمدہ طریقہ ہی
بچوں کا ختنہ اگر چلّے ہی کے اندر کرا دیا جاوے تو بہت اچھی بات ہی۔ پیشاب گاہ کے
سامنے جو چمڑے کی ایک نوک سی لٹکتی رہتی ہی اُس میں اکثر پیشاب کے قطرے رہ جاتے
ہیں اور پیشاب ایک قسم کا زہر ہی اس کے علاوہ میل کچیل جمع ہو کر انڈے بچے پڑ جاتے
ہیں جس سے کھجلی ہونے لگتی ہی اس قسم کے اور نیز دیگر امراض کے دفعیے کے لئے ختنے
سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہی۔ عیسائیوں کے ہاں بھی انجیل مقدس میں ختنہ کرنے کا حکم
ہی مگر اب انگریزوں کے ہاں اس کا رواج اُٹھ گیا ہی۔ ختنہ بہت آسانی سے ہوتا ہی
اس لٹکتی ہوئی کھال کو کھینچ کر کاٹ دیتے ہیں چند ہی دن میں زخم مندمل ہو کر بچہ بھلا چنگا
ہو جاتا ہی اُس کے بعد حشفہ جس پر کھال کا غلاف چڑھا رہتا ہی کھل جاتا ہی اور میل کچیل
جمع رہنے کا موقع باقی نہیں رہتا اگر ختنہ نہ کرایا جاوے تو کبھی پیشاب کے قطروں سے
طہارت ممکن نہیں ہی حشفہ اور لٹکتی ہوئی کھال کے درمیان ایک سفید صابن کی طرح
کی گاد جم جاتی ہی جس سے ہمیشہ سلسلاہٹ اور کھجلی رہتی ہی جو بیشتر جلق اور جماعی
خواہش کی محرک ہوتی ہی۔ جو لوگ ختنہ نہیں کرا سکتے اُن کے لئے ضرور ہی کہ آہستہ سے
لٹکے ہوئے چمڑے کو اُلٹ کر پانی سے دھار لیا کریں تاکہ میل اور رطوبت جمع نہ ہونے
پاوے۔ بیرونی حصے کی صفائی کے ساتھ جسم کے اندرونی اعضا کی صفائی بھی ضرور
ہی۔ بے کار رطوبات اور بخار اور سخت مادے انسان کے جسم کے لاکھوں سوراخوں سے

پسینہ بن کر باہر نکلتے رہتے ہیں۔ اس آلودگی سے ہمیشہ بدن کو پاک رکھنا چاہیئے اور ہزارہا سوراخوں کو جن کو مسامات کہتے ہیں اُن کے مُنہ کو کھلا اور صاف رکھنے کے لیئے جتنا جلد جلد غسل کیا جائے ضامن صحت ہی کیوں کہ میل کچیل سے یہ سُوراخ اَٹ جاتے ہیں۔
انسان کے بدن کے ہر مربع انچ میں قریب تین ہزار کے نہایت باریک باریک مسامات ہوتے ہیں جن کے رستے پسینہ اور ایک قسم کی چکنائی اور دیگر زہریلے مادّے خارج ہوتے رہتے ہیں۔ چنانچہ چوبیس ۲۴ گھنٹے کے عرصے میں سوا سیر سے ڈھائی سیر تک پسینہ خارج ہوتا ہی جس میں قریب نصف تولہ کے زہریلے مادّے ہوتے ہیں پس اگر جلد کو ہر روز صاف نہ کیا جائے تو میل وغیرہ سے مسامات بند ہو جاتے ہیں اور خون کی کثافتیں جو بذریعہ مسامات خارج ہوتی تھیں وہ ٹھیک طور پر خارج نہیں ہو سکتیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ خون کثیف ہو جاتا ہی۔ بدن سے بو آنے لگتی ہی۔ خارش اور جلدی امراض پیدا ہو جاتے ہیں لہٰذا قیام صحت کے لیئے جلد کو پاک و صاف رکھنا نہایت ضروری ہی۔ اس لیئے ہر روز ایک بار ضرور غسل کرنا چاہیئے۔ غسل ہمیشہ پاک و صاف پانی سے کرنا چاہیئے غسل نہ کرنا گویا دیدہ و دانستہ اپنے آپ کو بیمار ڈالنا ہی نہاتے وقت بدن کو خوب ملنا چاہیئے اگر ہر روز نہ ہو سکے تو ہفتے میں دو تین بار خوب صابن مل کر نہانا چاہیئے۔
کیسہ کرنا بہت مناسب ہی تاکہ میل کچیل اُتر کر بدن صاف ستھرا ہو جائے اور مسامات کھُل جائیں۔ نہانے کے بعد جسم کو صاف تولیئے یا کسی موٹے کھُردرے کپڑے سے اچھی طرح صاف اور خشک کرنا چاہیئے۔ غسل کے بعد اُجلے کپڑے بدلنے مناسب ہیں اگر میلے کپڑے پہن لیئے جائیں تو غسل کرنا بے فائدہ ہی۔ غسل کے لیئے سب سے عمدہ وقت صبح کا ہی یا شام کے بعد کا یعنی رات کے کھانا کھانے سے پہلے مگر کھانا کھاتے ہی غسل کرنا نہایت ہی مضر ہی اُس سے ہضم میں فتور رہتا ہی۔ لمبے بال اور پٹے رکھنا تیل اور کنگھی چوٹی میں اُلجھے رہنا اور بناؤ سنگار کرنا شیوۂ مردانگی سے دور ہی یہ کام عورتوں کو زیبا ہی تاہم جس قسم کے بال سر پر ہوں اُن کو صابن سے مل کر دھونا چاہیئے اور خوشبودار تیل بھی کبھی کبھی لگانا چاہیئے کہ مفرح اور مقوّی دماغ ہی کنگھی اور برش سے

ہمیشہ بالوں کو ہموار رکھنا چاہیئے ورنہ بکھرے ہوئے بال بدرونقی چہرے کے علاوہ صورت کی پریشانی کو ظاہر کرتے ہیں۔ دانتوں کو بھی روز مسواک یا کسی عمدہ منجن سے صاف کرنا چاہیئے کھانا کھانے کے بعد ضرور ہاتھوں کو صابن سے دھو کہ چکنائی باقی نہ رہے اور کلّی کرو کہ منہ صاف ہو جائے اگر دانتوں میں کوئی ریشہ اٹکا ہوا ہو تو خلال سے نکال ڈالو۔ ناخن بھی صاف ستھرے رکھو۔ ناخن کترواتے وقت احتیاط کرو کہ کہیں گہرا اور جیتا ناخن نہ کٹ جائے ورنہ انگلی کی کور پک کر سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اسی طرح ہمیشہ لباس بھی موسم اور اپنے آرام و آسائش کے لحاظ سے پہنا کرو مگر ہر حال میں صفائی اور ستھرائی مقدم ہے۔ میلے کپڑوں سے لوگ گھن کھاتے ہیں۔ اور مضرِ صحت بھی ہیں۔ مسامات سے پسینہ نکلنے کے علاوہ ایک کثیر مقدار سیّال منجمد اور ناکارہ مادوں کی جسمِ انسانی میں اکٹھی ہو کر ایک کثیر مقدار میں وقتِ واحد میں نکلتی ہے یعنی پیشاب اور پاخانے کے ذریعے سے کہ جن کو بول و براز کہتے ہیں۔ ہمارے بدن میں فضلہ کہاں سے آیا یہ بات تمہاری سمجھ میں انگیٹھی کی مثال سے اچھی طرح آئے گی۔ انگیٹھی میں آگ کے لئے لکڑی یا کوئلہ جلایا جاتا ہے اور آگ تازہ رکھنے کو وقتاً فوقتاً ایندھن ڈالنا چاہیئے۔ ایندھن جل جانے کے بعد انگیٹھی کی تہ میں صرف راکھ باقی رہ جاتی ہے۔ لکڑی اور کوئلے کے کچھ اجزا تو دھواں بن کر آتش دان میں سے نکل جاتے ہیں۔ صرف راکھ باقی رہ جاتی ہے اگر راکھ وقتاً فوقتاً نہ نکالی جائے تو انگیٹھی اٹ جائے گی اور آنچ برابر نہ ہوگی۔ یہی حال ہمارے جسم کا ہے۔ معدہ، شش، جگر۔ اور دیگر اعضا میں ہماری حرارتِ غریزی کی مختلف تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔ اور اسی سے ہماری زندگی برقرار رہتی ہے۔ یہ حرارتِ غریزی قریب قریب ایسی ہی ہے جیسے کہ انگیٹھی میں ایندھن جلتا ہے جو اجزا پسینہ بن کر مسامات سے نکل جاتے ہیں۔ یہ ایندھن کا وہ حصّہ ہے جو چمنی سے دھواں بن کر اُڑ جاتا ہے باقی ماندہ منجمد اور سیّال حصّے ہمارے جسم کے اندر اُن اجزا میں اکٹھے ہوتے ہیں کہ جو خالق نے اُن کے جمع ہونے کے لئے بنائے ہیں وہ گویا راکھ ہے جو انگیٹھی کے نیچے کے حصّے میں جسے "راکھ دان" کہتے ہیں جمع ہوتی رہتی ہے۔ اگر راکھ ہر روز خالی نہ کی جائے تو اس کا ڈھیر لگ جائے اور انگیٹھی اٹ جائے

اور آگ بجھ جائے اسی طرح اگر مثانہ اور مقعد ہر روز مناسب اوقات پر خالی نہ کئے جائیں تو تمام اندرونی حصہ پیٹ کا رک جائے گا اور دوسرے اعضاء کے تمام افعال بند ہو جائینگے اور یہ بدبودار مادّے رکاوٹ پیدا کر کے اِن کا اثر خون میں ہو جائے گا جس کی وجہ سے دماغ اور تمام اعضائے جسمانی سُست اور بوجھل پڑ جائیں گے اور اگر یہی حالت دیر تک رہی یا بار بار اس کا دورہ ہوتا رہے اور اوقات مقررہ پر ان رطوبات کا اخراج نہ ہو تو یقیناً آدمی بیمار ہو جائے گا۔ اگر تمہاری خواہش یہ ہے کہ تم طاقتور اور تن درست رہو تو پابندی سے اوقات مقررہ پر اپنے جسم کی ان دونوں موریوں کی صفائی کا انتظام رکھو۔ ہمیشہ اس بات کی عادت رکھو کہ شب کو سوتے وقت حوائج ضروری سے فراغ حاصل کرو اور اسی طرح سویرے اُٹھتے ہی فارغ ہو لو۔ پیشاب کے لئے دن میں چار یا چھ گھنٹے کا فاصلہ کافی ہے۔ تن درستی کے لئے ضرور ہے کہ ہر روز وقت مقررہ پر پابندی سے ہم کو اجابت آ جائے اور اکثر لوگ جو طہارت کا خیال رکھتے ہیں علی الصباح سب سے پہلے حاجت سے فارغ ہو جاتے ہیں اگر اس کا خیال نہ رکھا جائے اور وقت مقررہ پر اجابت نہ ہو تو تن درستی اور طاقت میں نقصان آئے گا۔ علیٰ ہذا پیٹ میں غلاظت رکھ کر پاک خیالات کا ہونا بھی ناممکن ہے اگر کسی مکان کے رہنے والے یہ چاہتے ہیں کہ وہ مکان میں آرام و آسائش سے خوش رہیں تو اُن کے لئے صرف یہ کافی نہیں ہے کہ مکان کی چار دیواری پر سفیدی کرا دیں بلکہ مکان کے اندر کے قطعات کو بھی پاک و صاف رکھنا ضرور ہے اس لئے تندرستی اور خوش حال رہنے کے لئے ضرور ہے کہ ہم اپنے بدن کو اندر اور باہر دونوں جانب سے بالکل پاک اور صاف رکھیں۔

ستّرھویں رات

کھانے پینے کی چیزوں کی احتیاط اور نشے والی چیزوں سے پرہیز

شبِ گزشتہ میں نے تم سے انگیٹھی کی مثال دے کر حرارتِ جسمانی اور اُن تغیرات کا حال

بیان کیا تھا جو انسان کے جسم میں واقع ہوتے ہیں واقعات کے لحاظ سے یہ مثال حقیقۃً منطبق ہے ہمارے جسموں میں جلنے اور بھڑکنے کا مادہ موجود ہے جس سے رطوبات جذب ہوتے ہیں اور غذا کے ہضم کا عمل ہوتا ہے لیکن اتنی بات ہے کہ جلنے کا عمل دھیمے طور پر ہوتا ہے جسم انسان میں لکڑی کی طرح جلد جلنے والا مادّہ نہیں ہے بلکہ وہ آہستہ آہستہ جلتا ہے اور اسی وجہ سے انسان کی روح کو ایک چراغ سے تشبیہ دیتے ہیں جب تک وہ جلتا رہتا ہے جان باقی رہتی ہے اور جب وہ گُل ہو جاتا ہے تو آدمی مرجاتا ہے کہیں سچ مُچ تم سمجھو گے کہ آدمی کے پیٹ میں چراغ جلتا ہے۔ نہیں نہیں۔ یہ صرف ایک مثال بیان کی گئی ہے۔ ہمارے بدن میں جو غذا وغیرہ کی تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں اُس کی کیفیت لکڑی اور کوئلے کے جلنے کے ساتھ ایک مناسبت رکھتی ہے پس ہم کو معلوم کرنا چاہیئے کہ ہماری زندگی کے شعلے یعنی "حرارتِ عزیزی" کو عمدہ طور پر قایم رکھنے کے لئے کس قسم کے ایندھن (غذا) کی ضرورت ہے۔ انسان کی غذائیں مختلف اقسام کی ہوتی ہیں اُن سے فرداً فرداً بحث کرنا بے سود ہے مگر عام اصول یہ ہے کہ کوئی غذا جو تندرستی کے لئے مفید نہ ہو نہ کھائی جائے غذا اچھی طرح پکائی جائے اوہ کچری نہ رہے مناسب مقدار میں کھائی جائے نہ اتنا ٹھُسا ٹھُس کھائیں کہ کھٹّی ڈکاریں آنے لگیں اور بدہضمی ہو جائے اور نہ ایسا کم کھائیں کہ کمزوری پیدا ہو جائے ایک ہی قسم کی غذا سے دل بھر جاتا ہے تبدیل ذائقے کے لئے غذا کا بدلنا بھی ضرور ہے۔ کہ اُلٹ پلٹ سے رغبت ہوتی ہے۔ کھانا وقتِ مقرّرہ پر کھانا چاہیئے۔ کھانے کے اوقات کے درمیان اتنا وقفہ ہونا ضرور ہے کہ پہلی غذا ہضم ہو جائے اگر پہلے پہلے کھالیا جائے گا تو بدہضمی ہو جائے گی۔[۵]

نہ چنداں بخور کز دہانت بر آید[لہ]
نہ چنداں کہ از ضعف جانت بر آید

جو کچھ کھاؤ ہمیشہ اِس بات پر غور کیا کرو کہ تم پر اِس غذا کا کیا اثر مترتّب ہوا اگر تمھارے سر میں درد ہو یا بخار آجائے یا کھانے کے بعد طبیعت سُست اور نڈھال ہو جائے

[۵ لہ] نہ اتنا کھاؤ کہ مُنہ سے نکلنے کی نوبت آئے اور نہ اس قدر کم کھاؤ کہ کمزوری سے دم نکلنے لگے۔ ۱۲

یا مزاج میں چڑچڑاپن پیدا ہو تو اچھی طرح یاد کرو کہ گزشتہ بارہ گھنٹے سے لے کر اڑتالیس گھنٹے کے اندر تم نے کیا کیا کھایا تھا کیونکہ غذا کا اثر فوراً مترتب ہوتا ہے۔ اس طرح کی جانچ پڑتال اور چھان بین سے تمھاری معلومات کو بہت فائدہ ہوگا اور تم اس بات کا فیصلہ کر سکوگے کہ کس قسم کی غذا سے کیا اثر ہوتا ہے اور کون سی قسم کی غذا تم کو موافق اور مفید تن درستی ہے اور کون سی ناموافق اور مضر۔ اور اس اصول پر تم اپنے لئے خود مناسب غذائیں تجویز کر سکوگے کیونکہ ہر شخص اپنی طبی خصوصیتوں اپنے آرام و آسائش کے لحاظ سے غذا میں تھوڑا بہت ردّ و بدل کر سکتا ہے۔ خواہ کوئی چیز کتنی ہی لذیذ ہو لیکن اگر وہ تمھارے مزاج کے موافق نہیں اور تم کو اُس سے نقصان ہوتا ہے تو اُسے بھول کر بھی کبھی نہ کھاؤ تم کو کھانے کے متعلق یہ اُصول یاد رکھنا چاہیے کہ ہم جانوروں کی طرح صرف کھانے کے لئے پیدا نہیں کئے گئے ہیں بلکہ کھانا ہماری زندگی کے لئے بنایا گیا ہے مختصر یہ کہ زندگی محض کھانے کے واسطے نہیں ہے بلکہ کھانا زندگی کے واسطے ہے ؎

خوردن[۱] برائے زیستن و ذکر کردن ست
تو معتقد کہ زیستن از بہرِ خوردن ست

بعض لڑکے اور لڑکیاں سرکہ۔ نمک۔ کھٹاس۔ مٹھاس۔ چائے کافی کی لت لگا لیتی ہیں اور بعض تو سوندھی مٹی اور کوری ٹھیکریاں اور اسی قسم کی اَور چیزیں جو ملیں اَلا بَلا کھا لیتے ہیں اس سے اُن کے معدے کمزور اور خراب ہو جاتے ہیں اور صحت کو نقصان پونہچتا ہے۔ ایسی عادتوں پر اگر شروع ہی میں روک ٹوک نہ ہو تو اُن سے بُرے نتائج پیدا ہوتے ہیں اور یہی باتیں جلق۔ اغلام اور شراب خواری اور اسی قسم کے اور عوارض کی محرک ہوتی ہیں کہ جن سے آگے چل کر بُرے نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ اس قسم کی عادتوں کے بد نتائج ہم نے خود بہت سی جگہ دیکھے ہیں۔ غذا کے متعلق جو احتیاطیں ملحوظ رکھنی چاہئیں وہی پانی کے لئے بھی ہیں ہم کو صرف وہی چیز پینی چاہیے کہ جس سے عمدہ

[۱] زندگی قایم رکھنے اور یادِ خدا میں مشغول رہنے کے لئے کھانا ضروری چیز ہے اور تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ زندگی کا مقصد بس کھانے کے سوائے اَور کچھ نہیں ہے۔ ۱۲

تن درستی حاصل ہو۔ عمدہ پاک شفاف اور تازہ پانی خواہ وہ چشمہ کا ہو یا کنوئیں کا۔ چھوٹے
بڑے آدمیوں کے لیے سب سے زیادہ مفید ہے۔ بچوں کے لئے جب کہ اُن کی عمر بڑھنے
کی ہو جائے اور کافی کا زیادہ استعمال مُضر ہے۔ اس کی وجہ سے اُن کے بڑھنے اور عصبی
قوتوں میں فرق آجاتا ہے اور اگر وہ صرف پانی ہی پئیں تو اُن کا ڈیل ڈول اچھی طرح بڑھے گا
اس لئے چائے اور کافی کا استعمال بالیدگی کے زمانے میں کبھی نہیں کرنا چاہیئے اور جو
کرتے ہیں اُن کی جودتِ طبع ذہنی اور قوتِ نامیہ کو نقصان پہونچتا ہے۔ اگرچہ مسلمانوں میں
شراب خواری بہ نسبت دوسری اقوام کے بہت کم ہے لیکن انگریزوں کی دیکھا دیکھی اب
شراب پینا بھی داخلِ تہذیب سمجھا گیا ہے۔ تم کو اگر اپنی تن درستی۔ خوش حالی۔ اور
زندگی منظور ہے تو شراب کے پاس نہ پھٹکو خواہ وہ کسی قسم کی بھی کیوں نہ ہو کلام مجید میں
شراب کو حرام قرار دیا ہے اور بڑا گناہ بتلایا ہے۔ شراب خواری انسان کے جسم کو تباہ کر دیتی
ہے اُس کی عزت و آبرو و نیک نامی اور دولت سب کو خیرباد کہتی ہے اسی واسطے اس کو
اُمّ الخبایث یعنی خباثتوں کی جڑ کہتے ہیں۔ تم نے شراب خواروں کو دیکھا ہوگا کہ اُن کی کیسی
بُری گت بنتی ہے بڑے بڑے لکھپتی امیر اسی کی بدولت ٹکڑوں کو محتاج ہو گئے۔ تن درستی
کی سخت دشمن ہے اِس کا بہت بُرا اثر خاص کر پھیپھڑوں۔ جگر اور معدے پر پڑتا ہے۔ کلیجے کو
پھونک دیتی ہے۔ ہاتھ پاؤں میں رعشہ پیدا ہو جاتا ہے اور چند ہی دن میں شرابی کی زندگی
کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ دوسروں کو دیکھ کر عبرت پکڑنی چاہیئے۔ بہ نسبت اس کے کہ آدمی خود
اپنے اوپر تجربہ کرے۔ چائے اور کافی سے زیادہ تماکو کا استعمال خواہ سگریٹ ہو یا چرٹ یا
حقّہ یا پان کسی شکل میں ہو سخت مضر ہے اور سگریٹ جس کا آج کل بے انتہا رواج ہو گیا
ہے اور انگریزیت کی تکمیل اس کے بغیر ناممکن ہے دیکھنے میں ایک چھوٹی سی چیز ہے اور اس
واسطے گمان ہوتا ہے کہ اس سے کیا نقصان پہونچے گا۔ لیکن یاد رکھو کہ یہی لڑکوں کے لئے
بربادی اور تباہی اور دوسری بُری عادتیں اختیار کرنے کی پہلی سیڑھی ہے۔ وہ لوگ جو تیس
سال سے متجاوز ہیں۔ اور جن کا زمانۂ نمو ختم ہو چکا ہو اور جن کے قوائے دماغی و جسمانی
مضبوط اور ٹھوس ہوں ایک معتدل مقدار میں اگر تماکو پئیں تو بہ ظاہر کسی نقصان کا اثر معلوم

نہ ہو گا برخلاف اس کے یہ بات تو بالکل یقینی ہے کہ لڑکوں کے لئے بالیدگی کی عمر میں تماکو کا استعمال خواہ وہ کسی طریقے سے ہو قطعًا فوری اور دوامی نقصان پونہچاتا ہے۔ تم غور سے اُن لڑکوں کو دیکھو جو سگریٹ پینے کے خوگر ہیں جتنا زیادہ وہ سگریٹ کا استعمال کرتے ہیں اتنا ہی اُن کے تمام اعضا کی بالیدگی کو نقصان پونہچتا ہے اور ٹھٹر جاتے ہیں حتیٰ کہ قد و قامت بھی بڑھتے بڑھتے رُک جاتا ہے اور بجائے بلے مرٹنگے ہونے کے پست قد ہو جاتے ہیں۔ وہ لڑکے جو کثرت سے سگریٹ پیتے ہیں اُن کے اعصاب بھی ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ چہرہ اور تمام جسم زرد ہو جاتا ہے آنکھیں بے رونق ہو جاتی ہیں۔ تماکو کا اثر سب سے زیادہ دماغ پر پڑتا ہے۔ مدرسوں اور کالجوں میں مدتوں نہایت احتیاط سے غور کرنے کے بعد یہ نتائج ثابت ہوئے ہیں کہ جو لڑکے کسی طور سے بھی تماکو کا استعمال کرتے ہیں وہ ہر طور سے اُن لڑکوں سے جو تماکو استعمال نہیں کرتے ہیٹے رہتے ہیں۔ حسابی اور علمی طور سے یہ بات پایۂ تحقیق کو پونہچ گئی ہے کہ کالج میں رہنے کے چار سالہ زمانے میں جو لوگ تماکو کا استعمال نہیں کرتے اُن کے وزن بمقابلہ اُن لوگوں کے جو تماکو کا استعمال کرتے ہیں چوبیس فی صدی کی بیشی ہوتی ہے علیٰ ہذا قد میں ستائیس فی صدی سینے کی چوڑائی میں بیالیس فی صدی کی زیادتی ہوتی ہے۔ اور یہی حال دماغی اور عقلی قویٰ کا ہے۔ جب یہ حال بڑے بڑے کالجوں کا ہے تو چھوٹے چھوٹے مدرسوں میں اس سے زیادہ خراب نتائج ضرور پیدا ہوتے ہوں گے لیکن بات یہ ہے کہ وہاں نہ اس پر توجہ کی گئی نہ تجربہ حاصل کیا گیا۔ قوائے دماغی کو تماکو کا استعمال بالخصوص مضر ہے اور دوسرے اعضا کی صحت کو بھی نقصان پونہچاتا ہے خصوصًا اعضائے توالد کی صحت اور نمو کا قاتل ہے۔ اگر تماکو پینے یا کھانے کے بُرے نتائج اُسی شخص کی ذات تک محدود ہوتے جو اُس کا استعمال کرتا ہے تو چنداں مضائقہ نہ تھا لیکن ہم کو یاد رکھنا چاہئے کہ ہم کوئی علیحدہ فرد انسان کی نہیں ہیں بلکہ انسانوں کی زندگی اور اُن کی پیدائش کی زنجیر ایک کڑی ہم بھی ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ ہم اپنے آپ کو جو نقصان پونہچاتے ہیں وہی نقصان ضرور آگے چل کر ہمارے بچوں کو پونہچے گا جو ہمارے بعد آنے والے ہیں۔ میں تم کو

پہلے ہی تبلا چکا ہوں کہ جس قسم کے تم خود ہوگے اُسی طرح کے تمہارے بچے بھی ہوں گے اور جس طرح تم اپنی اولاد کو اُٹھانا چاہتے ہو تم کو چاہیئے کہ خود اُس کا نمونہ بنو۔ تماکو کا استعمال نہ صرف مضر ہے بلکہ اسراف بے ضرورت بھی ہے۔

اٹھارھویں رات

ریاضتِ جسمانی تفریح اور آرام کے اوقات

جسمانی اور دماغی طاقت صرف عمدہ اور مقوی غذا کھانے سے برقرار نہیں رہ سکتی۔ اگر ہم تن درست۔ طاقت ور۔ اور خوش حال رہنا چاہتے ہیں تو ہم کو کچھ محنت کرنا بھی لازم ہے بلا مشغلے کے زندگی دوبھر ہوجاتی ہے۔ خالی پڑے پڑے آدمی کاہل اور سست ہوجاتا ہے جو بہت بری عادت ہے۔ حضرت آدم اور اماں حوا جنت جیسی جگہ میں بے کاری سے گھبرا اُٹھے تھے اللہ تعالیٰ نے اُن کو بھی بے مشغلہ نہیں رکھا کچھ نہ کچھ کام لگا دیا تھا جو اُن کی مشغولیت اور تن درستی کے لئے ضرور تھا۔ تاکہ وہ اپنا وقت بے کار نہ گزاریں جنت کے باغ کی نگرانی اور حفاظت اُن کے سپرد تھی۔ یہ سچ ہے کہ انسان کی طبیعت خلقتہً آرام طلب واقع ہوئی ہے اور شروع شروع محنت سے جی چراتا ہے لیکن اگر ہم کام کرنے کی عادت ڈالیں تو رفتہ رفتہ خود بخود ہمیں کام کا ایسا شوق لگ جائے گا کہ پھر خالی بیٹھنے سے جی گھبرائے گا۔ ہر انسان کے ذمے چھوٹے بڑے بہت سے کام لگے ہوئے ہیں اُن کے انصرام سے جی نہ چرانا چاہیئے بلکہ ہر کام پابندی سے وقتِ مقررہ پر جہاں تک ممکن ہو کوشش اور محنت سے عمدہ طور پر سرانجام دینا چاہیئے۔ جو کام ہم کریں ہمیشہ اچھے طور پر کریں ورنہ ادھورا کرنے سے بہتر تو یہ ہے کہ سرے سے کریں ہی نہیں۔ اپنی گاڑھی محنت اور اپنی قوّتِ بازو سے جو روٹی کمائی جاتی ہے اُس کا کچھ

لطف ہی اور ہے۔ کسی پیشے یا کسی قسم کی محنت میں شرم کا کوئی محل نہیں ہے۔ ہاں
مفت کے ٹکڑے توڑنے سے زیادہ کوئی بات شرم کی نہیں ہے جس معاملے میں ہاتھ
ڈالیں اُس میں دیانت راست بازی اور خوش معاملگی کو مدِ نظر رکھیں تو پھر خود بخود لوگوں
کی نگاہ میں تمھاری عزت اور وقعت بڑھ جائے گی اور پھر ایسے کاروبار میں آیندہ چل کر
ضرور خیر و برکت بھی ہوگی۔ بعض قسم کی محنت سے صرف دماغ ہی پر بار پڑتا ہے اور بعض
میں جسم کے اور چند اعصاب بھی مصروفِ کار رہتے ہیں اور باقی معطل و بے کار۔
حصولِ صحت کے لئے ضرور ہے کہ جسم کے کل اعضا اور اعصاب سے کچھ نہ کچھ کام لیا جائے
اس لئے ہر شخص کو کسی نہ کسی قسم کی ورزش کرنی چاہیے۔ اِس بات کا تعین کہ کس
قسم کی ورزش کرنی چاہئے اس کے لئے ہم کوئی عام اصول مقرر نہیں کر سکتے۔ ہر شخص
کے ذاتی حالات اور مشاغلِ زندگی کے جو مناسب ہو۔ ایک کسان کا لڑکا جو دن بھر ہل
جوتتا ہے اُس کو شام کے وقت مشق کی ضرورت باقی نہیں رہتی اُس کو دوسری ہی قسم
کی ورزش کی ضرورت ہے اگر وہ کسی تالاب میں کشتی چلائے یا کسی نہر میں تیرے
یا وہ کسی ایسی قسم کی ورزش کرے کہ جس میں اُن اعصاب کے سوائے جو زراعت
کے کام میں تھک گئے ہیں دوسرے اعصاب اور پٹھوں کی ورزش ہو تو البتہ مفید ہوگا
جو اعصاب دن بھر کام میں لگے رہے ہیں اُن کو آرام ملنا چاہئے اور دوسرے تازہ دم
اعصاب سے کام لینا چاہئے جس سے علاوہ ورزش کے ایک نئی قسم کی تفریح بھی
ہوگی کیوں کہ کوئی شخص تمام دن یکساں طور پر ایک ہی کام نہیں کر سکتا۔ آدمی کی طبیعت
جدّت پسند واقع ہوئی ہے۔ ایسے کام بہت سے ہیں جن میں تمام اعصاب بکار آمد
ہو سکیں۔ پس ہر شخص کو اپنے مناسبِ حال ورزش اختیار کرنے سے بہت فائدہ
پہنچے گا۔ جب کبھی میں کسی لڑکے کے کمرے میں جاتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ اُس کے
چھوٹے سے کتب خانے میں اچھی اچھی کتابوں کے علاوہ ایک کونے میں مگدر کی
جوڑی یا میز پر ڈمبل رکھے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ لڑکا ہونہار اور ترقی کرنے والا
ہے۔ ایک جوڑی ہلکے مگدروں کی بہت تھوڑی قیمت میں مل سکتی ہے اگرچہ باعتبار

قیمت کے کچھ بھی نہیں مگر بلحاظ فائدے کے تو بہت بڑی چیز ہے۔ انگریزی ڈمبل خواہ
وہ عام قسم کے ہوں یا سینڈو کے گرپ ڈمبل ہوں ان کی ورزش سے تمام اعصاب
متحرک ہوتے ہیں۔ مگدر بھی اگر بغلی اور رومالی اور مختلف طریقوں سے ہلائے جائیں تو
بہت سا بالائی حصہ جسم کا اس سے بنتا ہے علی ہذا ڈنڈ پیلنے سے سینہ اور کمر۔ اور بیٹھکیاں
لگانے سے رانیں اور پنڈلیاں طیار ہوتی ہیں۔ تھوڑی دیر بھی اگر روزانہ بلاناغہ اس طرح
کسرت کرلی جائے تو یقیناً بہت فائدہ ہوگا۔ بعض لڑکے ورزش پر قیاس کرکے سمجھتے
ہیں کہ اسی طرح عضو تناسل کے اعصاب کو بھی جلق سے متحرک کیا جائے تو مفید ہوگا
یہ صریح غلطی ہے۔ اس میں گناہ کے علاوہ اُلٹا نقصان ہے۔ دوسرے اعضاء میں اتنی
رگیں یکجا جمع نہیں ہیں جیسی کہ عضو تناسل میں ہیں یہ رگوں کا ایک مجموعہ ہے مختلف
اعضائے تناسل سے رگیں نکل کر اس جگہ ایک گچھا ہوگیا ہے اور ان کا تعلق سارے
جسم کی رگوں اور پٹھوں سے ہے بجائے اس کے جلق سے رگوں کو تقویت ہو وہ بالکل کمزور
اور مردہ ہوجاتی ہیں اور اگر اس کی مداومت کی جائے تو رگوں کی طاقت سلب ہوجاتی
ہے اور عمر بھر اس حماقت کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔ محنت اور کام کے بعد سب کے لیئے
تھوڑی بہت تفریح بھی ضرور ہے۔ جو لوگ تمام دن کام کریں اور ذرا بھی تفریح نہ کریں
ان کی صحت کو نقصان پہنچتا ہے۔ ورزش اور تفریح میں بڑا فرق ہے اصلی تفریح میں ہمیشہ
فرحت اور انبساط خاطر شامل رہتا ہے ایک مزدور جو جنگل میں لکڑیاں کاٹتا ہے یا پتھر
پھوڑتا ہے اس سے اس کے لیئے ایک گونہ ورزش تو ہوجاتی ہے لیکن چوں کہ یہ کام اس کو
ہر روز کرنا پڑتا ہے اس میں کوئی تفریح نہیں ہوتی البتہ گیند بلا ٹینس کشتی چلانا۔ بائی سکل
یا گھوڑے کی سواری وغیرہ یہ ایسے عمدہ مشاغل ہیں کہ ان میں ورزش اور تفریح
دونوں شامل ہیں۔ تفریح کے کاموں میں بھی کچھ نہ کچھ ورزش ہوجاتی ہے لیکن خالی
ورزش سے کافی تفریح نہیں ہوتی۔ تفریح میں اگر اس قدر محنت کی جائے کہ انبساط
خاطر اور تازگی باقی نہ رہے تو تفریح مشقت کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ ایک لڑکے کے
لیئے جو کئی دن تک برابر مدرسے یا کسی کارخانے میں کام کرتا رہا ہو گھنٹے دو گھنٹے کی چھٹی

باغ کی سیر کے لیئے البتہ حقیقی تفریح ہو سکتی ہی برخلاف اس کے باغ میں جو مالی دن بھر
کام کرتے ہیں اُن کو باغ کی سیر سے کیا تفریح ہو سکتی ہی بلکہ اُن کے لیئے وہی باغ محنت
اور مشقّت کی جگہ ہی جہاں سے نکلنا ہی اُن کے لیئے موجب فرحت ہی۔ بعض لوگوں کو اپنے
کام سے ایسی دل بستگی اور دلچسپی ہو جاتی ہی کہ وہ اپنے روزانہ کاموں کو سرگرمی اور
خوشی سے کرتے رہتے ہیں اور اس میں اُن کو کافی مسرّت حاصل ہوتی ہی۔ کام کرنے کا
یہ طریقہ تو سب سے بہتر ہی۔ ہم خرما و ہم ثواب۔ اسی طرح بعض لڑکے لڑکیاں اپنے پڑھنے
لکھنے اور مدرسے کے کام میں ایسی خوش دلی سے مصروف رہتے ہیں کہ علاوہ محنت کے
وہ اُن کے لیئے ایک مشغلہ اور تفریح بھی ہی۔ ایسے ہی لوگ ہمیشہ تن درست اور خوش و خرّم
رہتے ہیں اُن کو کام بالکل بار نہیں معلوم دیتا بلکہ ہنستے بولتے اُس کو پورا کر لیتے ہیں۔
اگر تم تن درست زندہ دل اور بکار آمد آدمی بننا چاہتے ہو تو کاہلی اور سستی سے قطعاً
دور رہو اور کام کرنے کی عادت ڈالو اور اپنے مفوضہ کام کو ایسی سرگرمی اور توجہ اور
خوش دلی سے کرو کہ کام کام نہ معلوم ہو بلکہ تم کو اُس کے کرنے میں تفریح اور خوشی ہو

ہر[1] کارے کہ ہمت بستہ گردد
اگر خارے بود گلدستہ گردد

بعض لوگ سخت غلطی کرتے ہیں کہ وہ خوشی کو ڈھونڈھتے رہتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ
خوشی کوئی ایسی چیز ہی جس کا وجود[2] فی الخارج ہی حالانکہ اصلی اور حقیقی خوشی سوائے
اس کے حاصل نہیں ہو سکتی کہ ہم اپنے فرائض کو راست بازی اور ایمان داری سے
ادا کریں تو اس کامیابی میں ہم کو خود بخود مسرّت پیدا ہو گی جس کی ہم کو تلاش ہی یہی صحیح
طریقہ سچّی خوشی حاصل کرنے کا ہی۔ لیکن اگر تم چاہو کہ محنت نہ کرو اور احدی بنے پڑے
رہو اور خوشی تم کو گھر بیٹھے بے ہاتھ پاؤں ہلائے میسّر آ جائے تو ع[3] ایں خیالست و محالست و جنوں

[1] جس کام کے لیئے ہمّت باندھ لو تو اگر وہ کانٹا بھی ہی تو پھولوں کا گلدستہ ہو جائے گا یعنی کیسا بھی
مشکل ہو آسان ہو جائے گا ١٢ [2] جس چیز کا وجود علیحدہ نمایاں ہو وہ وجود فی الخارج کہلاتا ہی ١٢۔
[3] یہ صرف خیال ہی خیال ہی بلکہ ناممکن ہی اور ایسا خیال کرنا جنون پن ہی ١٢

مثل مشہور ہی کہ جو سیوہ کرتا ہی وہی میوہ پاتا ہی۔ تکلیف کے بعد راحت عام قاعدہ ہی ہر روز وقت مقررہ پر کھانا کھاؤ۔ روزانہ ورزش کیا کرو۔ ہمیشہ عمدہ اور بہترین طریقے سے تفریح حاصل کیا کرو یہی عمدہ طریقہ ہی۔ یاد رکھو کہ عمدہ سے عمدہ سامان تفریح بھی اگر بے موقع طریقے پر ضرورت سے زیادہ اور بُری صحبت میں حاصل کیا جاے تو وہ بجاے مفید ہونے کے سخت مضر اور نقصان رساں ہی تن درستی کے لیئے ایک ضروری شے کافی تعداد میں نیند کا آنا ہی۔ جوان عمر کے آدمی کے لیئے آٹھ گھنٹے سونا کافی ہی لیکن لڑکے اور لڑکیوں کو جن کی عمر بڑھ رہی ہی دس یا بارہ گھنٹے سونا ضرور ہی۔ بہت رات تک جاگنا مضر صحت ہی کیوں کہ اوّل شب کی نیند بہ نسبت آخری شب کی نیند کے زیادہ مفید صحت ہی۔ صبح آنکھ کھلنے کے بعد بچھونے میں کروٹیں لیتے ہوے پڑے رہنا بہت بُری عادت ہی۔ بلکہ آنکھ کھلتے ہی اٹھ بیٹھنا چاہیئے سویرے سونا اور سویرے اُٹھنا ایک عمدہ اصول ہی۔ بچھونے پر جاتے ہی سو جانا چاہیئے اپنے خیالات کو پریشان کرنا اور اُدھیڑبُن میں نیند گنوانا بہت بُرا ہی۔ اپنے دل کو بُرے خیالات سے ہرگز منتشر نہ کرو اطمینان سے اگر سوؤ گے تو اچھی طرح نیند آے گی اور ایسی ہی نیند آرام دہ ضامنِ تن درستی اور مفید ہی۔

اُنیسویں رات

خیالات کی پاکی اور پرہیزگاری

اِس سے پہلے میں نے تم سے بیان کیا ہی کہ جسمانی تن درستی قایم رکھنے کے لیئے غذا و ورزش اور تفریح کی ضرورت ہی اسی قسم کی امداد کی ضرورت انسان کے دل و دماغ کے لیئے بھی ہی دل و دماغ بھی پرورش کے محتاج ہیں اور اُن کے لیئے بھی اسی طرح غذا درکار ہی جیسے کہ جسم کے لیئے۔ قواے عقلی اور دماغی کو ہمیشہ کام میں لانا چاہیئے تاکہ اُن کی مشق بڑھے ورنہ وہ

کُند اور نکمّے ہو جائیں گے دل و دماغ کے سکون کے لیئے بھی تفریح ضرور ہی۔ جو غذا
قواے جسمانی کے لیئے درکار ہی وہ مُنہ کے رستے سے بدن میں داخل ہوتی ہی لیکن غذاے
دماغی آنکھوں کانوں اور دیگر حواسِ خمسہ کے ذریعے سے دماغ میں پونہچتی ہی۔ اگر تم کسی وجہ
سے اپنے مُنہ کو بند کرلو اور دانت اس طرح بھینچ کرلو گویا کہ بتّیسی بیٹھ گئی تو جسم کی پرورش
موقوف ہو جاے گی اسی طرح اگر تم اپنے حواس خمسہ کو جو مداخلِ دماغ ہیں معطل و بیکار
کر دو تو قوّتِ دماغی مردہ ہو جاے گی۔ جن لوگوں کو عمدہ اور مقوّی غذا نہیں ملتی وہ سوکھ کر
چمرخ ہو جاتے ہیں دیکھو قحط زدہ لوگوں کو کہ صرف گوشت و پوست ہی رہ جاتا ہی اُن کی ایک
ایک پسلی گنی جاتی ہی گویا ہڈیوں کا ڈھانچ ہی کہ اُس پر کھال منڈھی ہوئی ہی۔ اس کا سبب
یہی ہی کہ اُن بے چاروں کو غذا نصیب نہیں اسی طرح دماغ کو جب کافی غذا جو اُسے تر و تازہ
رکھنے کے لیئے درکار ہی نہیں پونہچتی تو اُس کی پرورش موقوف ہو جاتی ہی اور وہ مضمحل و ناکارہ
ہو جاتا ہی۔ جن لوگوں کو عمدہ غذا میسر آتی ہی افسوس ہی کہ وہ اُس کی ناقدری کرتے ہیں اور بُرے
طریقے سے استعمال کرتے ہیں یا زاید مقدار میں استعمال کرتے ہیں جن سے اُن کے معدے
اور تن درستی کو نقصان پونہچتا ہی [1]

بآں کہ در وجود طعام است حظِّ نفس	رنج آورد طعام کہ بیش از قدر بود
اگر گُل شکر خوری بہ تکلّف زیاں کند	ور نانِ خشک دیر خوری گُل شکر بود

اگرچہ معدہ غذا سے بھرا رہتا ہی تاہم طاقت اور توانائی نہیں آتی اس کی وجہ یہ ہی کہ جسم کی
پرورش طاقت کا دارومدار اس پر نہیں ہی کہ ہم بہت سی الابلا کھا جائیں بلکہ غذا کا جو حصّہ
ہضم ہو کر خون میں شامل ہوتا ہی جسم کی پرورش اُسی سے ہوتی ہی اور طاقت بھی اُسی سے
آتی ہی۔ پس دماغی غذا کے لیئے بھی یہ بات نہایت ضروری ہی کہ لڑکوں کو اس بات کی عادت
ڈالنی چاہیئے کہ وہ کسی چیز کو سرسری اور اُچٹتی ہوئی نگاہ سے نہ دیکھیں بلکہ جو دیکھیں یا سُنیں

[1] اگرچہ کھانا ایک بڑی نعمت ہی لیکن وہی کھانا اگر اندازے سے زیادہ کھاؤ تو تکلیف دہ ہو جاتا ہی۔
اگر عمدہ سے عمدہ غذا مثل گل شکر کے بھی کھاؤ تو نقصان کرتی ہی اور سوکھی روٹی دیر سے جب خوب بھوک
لگے کھاؤ تو وہی بے رغبت و اشتہا کے گل شکر کا مزہ دے گی ۱۲

یا معلوم کریں کہ ہمیشہ غور و خوض و تعمق کی نظر سے دیکھیں۔ ہر بات میں غور کرنے کی عادت
ڈالیں اور اُس کی تہ کو پہنچنے کی کوشش کریں صرف کسی چیز کے سُن لینے یا دیکھ لینے سے
کچھ فائدہ نہیں نہ اُس سے تمھاری معلومات اور عقل بڑھے گی لیکن اگر کسی بات کو تم نے
غور کر کے ذہن نشین کر لیا ہے تو وہ پتھر کی لکیر ہو جاوے گی اور اُسی سے تم کو فائدہ بھی پہنچے گا
جو کچھ تم پڑھو اُسے طوطے کی طرح رٹنے سے تو کچھ فائدہ نہیں تا وقتیکہ تم یہ نہ سمجھو کہ تم کیا پڑھ
رہے ہو۔ سبق پڑھنے کے بعد تم کو غور کرنا چاہیے کہ تم نے کیا حاصل کیا۔ جو کچھ تم پڑھو اُس کو
اچھی طرح سمجھو اور خوب یاد کر کے دل میں بٹھا لو۔ غذا وہی جزو بدن ہوتی ہے جو اچھی طرح
ہضم ہو اسی طرح جو بات تم سیکھنی چاہتے ہو اُس کو اچھی طرح سمجھ کر ذہن نشین کرنا چاہیے
بدوں اس کے یاد نہ رہے گی نہ کچھ مفید ہو گی بہت احتیاط رکھو کہ تم اپنے دل و دماغ میں
کس قسم کی باتیں جمع کر رہے ہو جس طرح سڑی گلی اور خراب غذا کو تم منہ میں نہیں ڈالتے
اسی طرح احتیاط رکھو کہ تمھارے دل و دماغ میں بری کتابوں کے ذریعے سے یا زبانی
سننے سنانے سے ناپاک اور نجس خیالات نہ پہنچنے پائیں جس طرح تم اپنے معدے کی
حفاظت کرتے ہو اسی طرح اپنے خیالات کی بھی حفاظت کرو۔ جن لوگوں کو عمدہ اور مقوی
غذا میسر نہیں آتی تم نے دیکھا ہو گا کہ وہ ہمیشہ کمزور رہتے ہیں اسی طرح ہم نے سیکڑوں
لڑکوں کو دیکھا ہے کہ وہ اس قدر کتاب پر اوندھے پڑے رہتے ہیں کہ اُن کو دنیا و مافیہا کی خبر
نہیں رہتی۔ ہر وقت کتاب اُن کے ہاتھ میں رہتی ہے خواہ وہ مدرسے میں ہوں یا گھر پر بیٹھے ہوں
یا لیٹے مگر کتاب پر سے آنکھ نہیں ہٹتی۔ اگرچہ وہ ہمہ تن پڑھنے میں لگے رہتے ہیں اور چاہیے کہ وہ بہت صاحب شعور
اور دانشمند ہوں لیکن برعکس اس کے اُن کے خیالات بے قاعدہ اور بے اصول
ہوتے ہیں اور اُن کی واقفیت عامہ بالکل محدود اور قوت ذہنی کند ہوتی ہے۔ پڑھنے کو تو
انھوں نے بہت کچھ پڑھا اور محنت بھی بہت کی لیکن خرابی یہ تھی کہ سمجھ کر نہیں پڑھا اور نہ جو پڑھا
وہ دل میں بیٹھا۔ چوں کہ دل پر زور نہیں پڑا گویا وہ بے کار رہا اور اُس کی قوت بتدریج
کمزور ہوتی گئی اور اسی طرح پڑھتے پڑھتے برسوں پر نوبت پہنچی کہ دل کی قوت کو ترقی
نہیں دی گئی اس وجہ سے دل مردہ ہو گیا۔ میں تم سے پہلے بیان کر چکا ہوں کہ ہمارے بدن

اور دل کا ایک دوسرے سے تعلق ہی ہم اپنے بدن کو خراب نہیں کر سکتے جب تک کہ اپنے دل کو خراب نہ کریں اسی طرح ہم اپنے دل کو خراب اور مضر خیالات سے اگر نقصان پونہچاتے ہیں تو اس کے ساتھ ہی ساتھ اپنے بدن کو بھی نقصان پونہچاتے ہیں۔ غرض ایک دوسرے سے جدا نہیں جو دل کی حالت ہوگی وہی جسم کی بھی ہونا لازمی ہی۔ تم کو چاہیئے کہ تواریخ۔ سوانح عمری۔ سفرنامے۔ سائینس مختلف علوم و فنون و دستکاری اور جن میں نئی نئی ایجادوں اور دریافتوں کا ذکر ہو اس قسم کی کتابیں پڑھو جن سے تم کو عمدہ واقفیت حاصل ہوگی اخلاق اور مذہب کی کتابیں ہمیشہ زیر مطالعہ رکھو لیکن کبھی جھوٹے اور فرضی قصّے جن میں خلاف عقل اور ناممکن الوقوع واقعات کو بناکر آسمان زمین کے قلّابے ملا دیتے ہیں۔ عشقیہ فسانے۔ فراق اور وصال کی داستانیں۔ عاشق و معشوق کے راز و نیاز اور اس قسم کے ناول کہ جن سے خیالاتِ فاسد پیدا ہوں اور بُرائی کی طرف رجحان ہو اور طبیعت میں گھبراہٹ جوش اور بے چینی پیدا ہو ہرگز نہ پڑھنے چاہئیں۔ دنیا اچھّی کتابوں سے بھری پڑی ہی کہ جن میں سچّے سچّے واقعات اور اصلی حالات بیان کیئے گئے ہیں جن کا معلوم کرنا تمھارے لیئے مفید ہی اور اُن ہی کے پڑھنے کے لیئے مشکل سے کافی وقت مل سکتا ہی چہ جائے کہ تم اپنی اوقاتِ عزیز ایسی لغو اور خرافات کتابوں میں برباد کرو جس طرح تم کو اپنی دماغی قوّت کو درست رکھنا چاہیئے اُسی طرح اخلاقی اور روحانی قویٰ کی سنبھال بھی بہت ضروری ہی۔ جس طرح کہ تن درستی میں بھوک لگتی ہی اور جسم کی پرورش کے لیئے غذا درکار ہوتی ہی اور جس طرح کہ دل حصول واقفیت عامہ کے لیئے خواہش کرتا ہی اسی طرح روحانی قویٰ بھی خواہش کرتے ہیں کہ اُن کو بھی غذا سے ترو تازہ رکھا جائے۔

بیسویں رات

نماز کی پابندی۔ اُس کی غرض و غایت اور طریقہ

مسلمانوں کے لیئے سب سے بڑا فرض پنج وقتہ نماز ہی کہ جس میں ظاہری پاکی وضو سے

حاصل کی جاتی ہے اور باطنی پاکی نماز سے۔ نماز ایک موقّت فریضہ ہے جو ہر مسلمان کو خواہ وہ بچّہ ہو یا جوان یا بڈھا۔ تندرست ہو یا بیمار۔ سفر میں ہو یا حضر میں۔ اوقاتِ مقرّرہ پہ ادا کرنی چاہیئے۔ روحانی قوتوں کی غذا جس سے وہ تروتازہ رہ سکتے ہیں۔ عبادتِ الٰہی ہے۔ عبادت کرنے سے مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنے خدا کو جس نے اُسے پیدا کیا ہے ہاتھ پاؤں آنکھ ناک عقل اور تمیز دی اُس کو یاد رکھے اور اُس کی پابندگی کرتا رہے کہ خدا کی بزرگی اور اپنے بندے ہونے کا خیال ہر وقت اُس کے دل پر جما رہے اور اُس کا دل بُرائیوں سے پاک رہے۔ مسلمانوں کے لیئے سب سے بڑا فرض پانچوں وقت کی نماز ہے۔ دل سے خدا کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھنے سے یہ سب باتیں حاصل ہوتی ہیں اور انسان کا دل سب بُرائیوں سے پاک ہوتا ہے دل کی پاکیزگی بلاشبہ اندرونی پاکیزگی ہے مگر بیرونی پاکیزگی پہ اندرونی پاکیزگی پر بہت بڑا اثر رکھتی ہے۔ دیکھو جو لوگ اپنا لباس اور ہاتھ پاؤں پاک صاف اور ستھرے رکھتے ہیں اُن کے دل میں ستھرائی کا اثر ہو جاتا ہے۔ ناپاک بدن اور میلے کچیلے کپڑوں سے اُن کو نفرت ہو جاتی ہے اُن کے دل میں یہ اثر بیرونی پاکیزگی کے خیال سے پیدا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے نماز کے لیئے بیرونی چیزوں کے پاک کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ اس کا اثر دل کی پاکیزگی پر پہنچے اور ظاہر و باطن دونوں یکساں پاک رہیں۔ اُس نے حکم دیا کہ جس پر نماز پڑھو وہ پاک ہو۔ کپڑے پاک ہوں۔ بدن ہاتھ پاؤں سب پاک ہوں۔ نماز پڑھنا گویا خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور اس لیئے ضرور ہے کہ ادب سے اور ظاہری اور باطنی پاکیزگی سے اپنے پروردگار کے سامنے جو سب سے بڑا بادشاہ ہے حاضر ہوں چونکہ ظاہری پاکیزگی سے دل کی پاکیزگی بھی ہوتی ہے اس لیئے نماز سے پہلے وضو کا حکم ہے انسان کے بدن کا اکثر حصّہ تو کپڑوں سے ڈھکا رہتا ہے مگر منہ اور ہاتھ ہاتھ پاؤں کھلے رہتے ہیں۔ ہاتھ پاؤں ہر قسم کے کام میں اور رستہ چلنے میں کام آتے ہیں میل کچیل لگ جاتی ہے اور گرد آلود ہو جاتے ہیں اس لیئے نماز سے پہلے اُن کو دھو کر صاف کر لینا وضو ہے۔ وضو کر کے گویا بندہ اپنے مالک کے حضور میں حاضر ہونے کو طیار ہو گیا خدا تو ہر جگہ اور ہر طرف موجود ہے مگر اسی کا

ماخوذ از سلسلۂ دینیات علی گڈھ ۱۲ م

حکم ہی کہ جب میرے سامنے حاضر ہونا چاہو تو قبلے کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو اور اس لیئے نماز میں قبلے کی طرف رُخ کیا جاتا ہی جب تم نماز میں کھڑے ہو تو یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو اور دل سے یقین کر لو کہ گو میں خدا کو نہیں دیکھتا مگر خدا مجھ کو دیکھتا ہی۔ یہ بھی سمجھ لو کہ نماز میں جو ارکان مقرر ہیں اُن کا کیا مطلب ہی اور اُن سے کن چیزوں کی طرف اشارہ ہی۔ سب سے پہلے دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھی جاتی ہی یعنی ای خدا تو ہی سب سے بڑا ہی۔ ہاتھ کانوں تک اُٹھانے کا یہ اشارہ ہی کہ دنیا کی تمام چیزوں سے دست بردار ہو کر تیرے سامنے حاضر ہوا ہوں اور کوشش کرنی چاہیئے کہ دل کو بھی تمام چیزوں سے پھیر کر خدا کی طرف متوجہ کرے۔ اب کہ بندہ ایسے بڑے مالک کے سامنے جس سے بڑا کوئی نہیں ہی حاضر ہوا تو ضرور ہی کہ سب سے پہلے اُس کی تعظیم ادا کرے اُس کی صفات کو بیان کرے نہ اس لیئے کہ خدا کو اُس کی پروا ہی بلکہ اس لیئے کہ اُس کے دل کا نقش تازہ ہوتا رہے اور خدا کے سامنے کھڑے ہو کر بار بار پھر نماز میں اُس کو دُھرانے سے اُس کے دل میں خیال پیدا ہو کہ میں اپنے مالک کے سامنے اُس کا اقرار کر چکا ہوں اس لیئے مرتے دم تک دل سے اسی اقرار پر مجھ کو قایم رہنا چاہیئے اس لیئے نیت کے بعد سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ[1] پڑھنا سنت ہی۔ پھر خدا سے دُعا مانگے کہ شیطان کے وسوسے سے اُسے بچائے تاکہ جو بات عرض کرنی ہی اُسے عرض کرتے وقت دل میں کچھ وسوسہ نہ آئے اور پھر جو کچھ کہے خدا ہی کا نام لے کر یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ[2] کہہ کر شروع کرے۔ جب اس طرح اپنے دل کو سنوار لیا تو اب وہ بات عرض کرے جو خدا نے اُسے سکھائی ہی یعنی سورہ

---

[1] ای پاک پروردگار تیری تعریف کے ساتھ تجھ کو یاد کرتا ہوں۔ تیرے نام میں برکت ہی اور تیرا مرتبہ بہت بلند ہی اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہی ۱۲ ؛

[2] پناہ چاہتا ہوں اللہ کی شیطان مردود سے۔ شروع اللہ کے نام سے (جو) نہایت رحم والا مہربان (ہی) ۱۲ ؛

الحمد پڑھے[1] اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ یہ تو اپنا مطلب عرض کیا اب خدا کی جناب میں کبھی عاجزی سے متوجہ ہونا ضرور ہے اور خدا ہی کا کلام پڑھنے سے پوری توجہ ہوتی ہے اس لیے الحمد کے بعد قرآن مجید کی کوئی سورت یا چند آیتیں پڑھتے ہیں دنیا کے بادشاہوں کے سامنے بھی کھڑے ہو کر ہاتھ باندھ کر عرض معروض کی جاتی ہے پس ایسے بڑے بادشاہ کے سامنے بھی ہاتھ باندھ کر باادب کھڑے رہنا ضرور ہے۔ یہاں تک تو وہی بات ہوئی جو دنیا کے بادشاہوں کے سامنے ملحوظ رہتی ہے لیکن خدا کے سامنے زیادہ ادب کرنا چاہیے لہذا رکوع کیا جاتا ہے یعنی اُس کے سامنے سرنگوں ہو اور کہے سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ یعنی اے میرے پروردگار تو ہی سب سے بڑا ہے اس کے بعد سجدہ کیا جاتا ہے یعنی خدا کے سامنے اپنی پیشانی اور ناک کو زمین پر رکھا جاتا ہے اور یہ خاص تعظیم اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے اس کے سوا کسی دوسرے کے آگے سجدہ نہیں کیا جاتا سجدے میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى یعنی اے میرے خدا تیرا ہی رتبہ سب سے بلند ہے کہا جاتا ہے اور دو دفعہ سجدہ کیا جاتا ہے تاکہ اُس کے مکرر ادا کرنے سے خدائے عزّ وجل کی پوری عظمت اور پوری تعظیم اسی سچائی سے ادا ہو۔ اسی طرح نمازوں میں دو رکعتیں یا چار اور مغرب میں تین رکعتیں ہیں۔ سبق دہرانے سے لڑکوں کو یاد ہو جاتا ہے بات کے دہرانے سے بات یاد رہتی ہے کسی چیز کا خیال کرتے رہنے سے وہ چیز دل میں بیٹھ جاتی ہے اسی لئے نمازوں میں کئی کئی رکعتیں مقرر ہوئی ہیں تاکہ وہ سب باتیں جو بندے نے عرض کی ہیں دل میں بیٹھ جائیں اور مضبوط جڑ پکڑ لیں۔ سب سے آخر یہ ہے کہ تمام عاجزیاں اور تعظیم اور ادب بجا لانے کے بعد اپنے خدا کے دربار میں مؤدب بیٹھے۔ اُس وقت خدا کا

[1] ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو (سزاوار) ہے (جو) تمام جہان کا پروردگار (ہے) نہایت رحم والا مہربان۔ روزِ جزا کا حاکم۔ (اے خدا) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ ہم کو (دین کا) سیدھا رستہ دکھا اُن لوگوں کا رستہ جن پر تو نے (اپنا) فضل کیا نہ اُن کا جن پر (تیرا) غضب نازل ہوا اور نہ گمراہوں کا ۱۲

شکر کرے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کی بدولت ہم نے نور ایمان پایا ہے سلام بھیجے اور خدا سے اُن پر رحمت چاہے اور اپنی مغفرت کی دعا مانگے۔ بعد اس کے داہیں بائیں گردن پھیر کر تمام مخلوقات پر جو اُس کے داہیں بائیں ہیں خدا کی مہربانی چاہے۔ خدا تعالیٰ نے انسان کو اپنے فضل و کرم سے بہت سی چیزیں عنایت کی ہیں۔ کچھ تو اُن میں بیرونی ہیں۔ جیسے ہاتھ پاؤں آنکھ ناک زبان۔ ان میں سب سے مقدم سر ہے جو تمام کمالاتِ انسانی کا خزانہ ہے اور کچھ اُس میں اندرونی صفتیں ہیں جیسے عقل اور سمجھ اخلاق کی نیکی رحم حقوق کی تمیز احسان مندی شکر گزاری۔ نفس کی پاکیزگی پس خدا کی عبادت ایسے طریقے سے ہونی چاہیے جس میں اعضائے ظاہری اور قوائے باطنی سب کے سب خدا کی عبادت میں مصروف ہوں۔ نماز میں بڑی خوبی یہی ہے کہ انسان کے تمام اعضائے ظاہری اور قوائے باطنی سب کے سب ایک ساتھ خدا کی عبادت میں مصروف ہوتے ہیں۔ پاؤں کے بل کھڑا ہوتا ہے۔ ہاتھوں کو ادب سے باندھے رہتا ہے۔ آنکھ سے اپنے سجدے کی جگہ کو دیکھتا ہے۔ اِدھر اُدھر نہیں دیکھتا اپنی نگاہ کو عبادت میں مشغول رکھتا ہے۔ اور اس وقت کوئی کلام جو داخل عبادت نہیں ہے سننا نہیں چاہتا۔ زبان عبادت میں مشغول رہتی ہے۔ سر کو خدا کے سامنے سجدے میں ٹیکتا ہے اسی طرح تمام اندرونی قوتوں کو بھی عبادت میں لگاتا ہے۔ دل عبادت کی طرف مصروف رہتا ہے خیال میں بجز خدا کے اور کچھ نہیں ہوتا سمجھتا ہے کہ میں اپنے پروردگار کی عبادت میں مشغول ہوں اُس کی عقل گواہی دیتی ہے کہ خدا کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ تمام قوائے باطنی کو خدا کے سامنے عاجزی کرنے اور بندگی بجالانے کو حاضر کرتا ہے۔ پس کوئی طریقہ عبادت کا جس میں اعضائے ظاہری و قوائے باطنی سب مشغول عبادت ہوتے ہوں نماز سے بہتر نہیں ہے اور اسی لئے سب عبادتوں سے افضل ہے" جو لوگ پابند نماز ہیں وہ گویا ایک قلعہ میں ہیں کہ جو دشمن یعنی شیطان کے حملے اور زور سے محفوظ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ

۵۷ اور نماز پڑھتے رہو کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیائی (کے کاموں) اور ناشائستہ حرکتوں سے روکتی رہتی ہے اور یاد خدا

اس سے ظاہر ہے کہ نماز بدکاری سے باز رکھنے کے لئے ایک بڑی روک ہے۔ نماز ایک ایسی چیز ہے کہ جس کے ذریعے سے پنج وقتہ انسان اپنے خالق کے روبرو حاضر ہو کر عرض معروض کرتا ہے۔ کلام مجید میں بیسیوں جگہ نماز کی پابندی کی سخت تاکید ہے اور اس کے تارک کے لئے وعید۔ مرنے کے بعد سب سے اول نماز کی ہی پرسش ہوگی ؎

روزِ محشر کہ جاں گداز بود[۱]
اولیں پرسش نماز بود

نماز جو اللہ تعالیٰ نے انسان پر فرض کی ہے اس میں کچھ اللہ کا فائدہ نہیں ہے اور نہ اللہ تعالیٰ ہماری عبادت کا محتاج ہے بلکہ سراسر ہمارا ہی فائدہ ہے۔ کیا عمدہ بات ہے کہ اپنے فائدہ کے ساتھ حکم الٰہی کی تعمیل بھی لگی ہوئی ہے یہ یک کرشمہ دو کار کچھ ایسا کٹھن کام نہیں کہ ہو نہ سکے بلکہ جن لوگوں کو عادت پڑ جاتی ہے ان کو ایسا چسکا لگ جاتا ہے کہ نماز چھوٹ نہیں سکتی۔ جس شدت و اہتمام سے اللہ تعالیٰ نے نماز ہم پر فرض کی ہے اسی بے پروائی سے ہم مسلمان اس فرض کو ادا کرتے ہیں کوئی تو دکھانے کو دو چار ٹکریں مار لیتا ہے کوئی بے وضو ہی پڑھا دیتا ہے کوئی سرے سے پڑھتا ہی نہیں غور کیا جائے تو شیطان درگاہ رب العزت سے اسی واسطے راندہ گیا کہ اس نے آدم کو سجدہ نہیں کیا تھا اور تارک الصلوٰت تو اپنے پیدا کرنے والے ہی کو سجدہ نہیں کرتا ؎

شیطاں[۲] ہزار مرتبہ بہتر ز بے نماز		او سجدہ پیش آدم وایں پیش حق نکرد

[۱] محشر کا دن بڑا ہی جاں فرسا ہوگا سب سے پہلے اس دن نماز کی ہی پرسش ہوگی روز محشر کا حال قرآن شریف میں جابجا آیا ہے۔ خدا ہی بیڑا پار لگانے والا ہے سورۂ حج پارہ (۱۷) میں آیا ہے۔ لوگو اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرو (کیوں کہ) قیامت کا زلزلہ ایک بڑی (سخت) مصیبت ہوگی جس دن وہ تمہارے سامنے آموجود ہوگی ہر دودھ پلانے والی (مارے ڈر کے) اپنے دودھ پیتے (بچے) کو بھول جائے گی اور جتنی حمل والیاں ہیں سب کے حمل گر پڑیں گے اور (مارے بدحواسی کے) لوگ متوالے دکھائی دیں گے حالانکہ وہ متوالے نہیں بلکہ خدا کا عذاب بڑا سخت ہے (جس کے ڈر سے لوگ بدحواس ہو رہے ہوں گے ۱۲

[۲] بے نماز سے تو ہزار درجے شیطان ہی بھلا ہے۔ کیوں کہ شیطان نے آدم کو سجدہ نہیں کیا تھا مگر بے نمازی تو خدا کو بھی سجدہ نہیں کرتا ۱۲

گھر پر نماز پڑھنے سے جماعت کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھنے کا بہت زیادہ ثواب ہے کیونکہ کسی کام کو چند آدمی مل کر کرتے ہیں تو وہ زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔ انسان کی طبیعت نقّال واقع ہوئی ہے خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ ایک کو دیکھ کر دوسرے کو رغبت اور شوق ہوتا ہے آپس میں میل جول بھی بڑھتا ہے۔ جمعہ کی نماز اگر جامع مسجد میں ہو تو بہت بہتر ہے ورنہ اپنے محلے کی مسجد میں پڑھنی چاہئے مگر جمعہ کی نماز ناغہ نہ ہو علیٰ ہذا عیدین کی نماز کی بھی سخت تاکید ہے کہ وہ بھی سال بھر میں صرف دو دن کا جمگھٹا ہے۔ نماز کے بعد روزہ اسلام کا ایک بڑا رکن ہے جس کا بیان کل ہوگا۔

اکیسویں رات

روزے کے فضائل

قرآن مجید اور احادیث شریف میں روزے کی بہت سی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک خوبی روزے میں ایسی ہے کہ کسی عبادت میں نہیں۔ نماز وغیرہ میں احتمال ہے کہ دوسرے کے دکھانے کے لئے پڑھی جائے تاکہ لوگ تعریف کریں کہ فلاں شخص بڑا نمازی ہے اور نیک ہے۔ صدقہ و خیرات اور غریبوں کی مدد کرنا بڑی عبادت ہے لیکن اکثر لوگ اس کو نمود کے لئے کرتے ہیں کہ لوگوں پر اثر ہو اور خیرات کرنے والے کی عزت کریں اور اس کو اچھا سمجھیں۔ اس طرح پر کوئی نیک کام کرنا مفید نہیں ہوتا۔ سچی نیکی جب ہی ہوتی ہے کہ دل سے کی جائے اور صرف خدا کی خوشنودی کے لئے کی جائے ایسی نیکی کا بڑا ثواب ہوتا ہے اور اس کے اثر پائدار ہوتے ہیں۔ روزے میں نمود یا شہرت کی کوئی صورت نہیں ہوتی اس میں سب عبادتوں سے خلوص زیادہ ہوتا ہے اس لئے حدیث شریف میں

ماخوذ از سلسلۂ دینیات علی گڈھ۔ ۱۲

آیا ہے کہ روزہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اُس کی جزا دوں گا اگرچہ سب عبادتیں خدا کے لئے ہیں لیکن جب نماز دوسرے کے دکھانے کو پڑھی گئی تو اس میں خدائے تعالیٰ کی عظمت اور اپنی بندگی اور خاکساری کا کچھ بھی اثر نہ ہوا اُس میں اُس شخص کی عظمت ظاہر کی گئی جس کے دکھانے کو نماز پڑھی گئی اس لئے اُس کو خدا کی نماز نہیں کہہ سکتے بلکہ اُس بندے کی نماز کہیں گے اور نہ اُس کا کچھ اثر دل پر ہوگا اور نہ اس کا ثواب ملے گا بلکہ اس کا اثر صرف اس قدر ہوگا کہ دوسرا آدمی اُسے اچھا کہے۔ روزے کا بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ اُس کے سبب سے آدمی فرشتوں کی صفت اپنے اندر پیدا کرتا ہے فرشتے بھی نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں ہمیشہ ایک نورانی خوشی میں رہتے ہیں یہی حالت روزہ دار کی ہوتی ہے۔ روزے کے سبب سے آدمی بہائم کی صفت کو اپنے اندر سے دور کرتا ہے۔ بہائم میں ہر وقت صرف کھانے پینے وغیرہ کی رغبتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ کوئی چیز اُن کے اندر ایسی نہیں ہے جو اُن کو اِن خواہشوں سے روک سکے ایسے ہی جب آدمی بالکل اپنی انہی خواہشوں اور رغبتوں کا تابع ہو جائے اور اُن کو اپنے قابو میں نہ رکھ سکے بیلوں کی طرح جس وقت رغبت پیدا ہوئی فوراً اُس کو پورا کر لیا تو اُس حالت کے لحاظ سے اُس میں اور چوپایوں میں کچھ فرق نہیں ہوتا اور جب یہ رغبتیں اپنے قابو میں رہیں عقل کے موافق جب چاہا اُن کا استعمال کیا اور جب چاہا چھوڑ دیا تو اُس وقت اُن کا نام انسانی خواہشیں ہوتا ہے۔ خدائے تعالیٰ نے آدمی کے اندر ایسی چیزیں بہت سی پیدا کی ہیں اگر اُن کا بُری طرح استعمال کیا جائے تو آدمی نہایت ذلیل اور بے عزت ہو جاتا ہے اور اگر اچھی طرح اُن کا استعمال کیا جائے تو آدمی کی قدر و منزلت زیادہ ہو جاتی ہے مثلاً ایک زبان خدا نے ہم کو عنایت کی ہے زبان سے بہت سی خوبیاں اور نیکیاں متعلق ہیں۔ زبان ہی سے آدمی خدا کی توحید اور پیغمبروں کی رسالت کا اقرار کرتا ہے۔ زبان ہی سے خدا کی عظمت اور اُس کا جلال بیان کرتا ہے۔ دانشمندانہ تقریریں اُس سے کی جاتی ہیں۔ بڑے بڑے مفید خیالات اُس سے ظاہر کئے جاتے ہیں اور وہ ایسی قیمتی باتیں ہوتی ہیں۔ جیسے

ہوتی اور جواہرات اس لئے زبان کے ذریعے سے آدمی دنیا اور دین کے لئے نہایت قیمتی
ہوسکتا ہے۔ ایسے ہی زبان کے ذریعے سے وہ وہ باتیں سرزد ہوتی ہیں جس سے آدمی بدترین
خلایق ہوسکتا ہے۔ خدا کی نافرمانی کی بزرگوں کی بے ادبی اور فتنہ وفساد کی باتیں سب زبان ہی
سے ہوتی ہیں۔ تمام گندے خیالات اسی سے ظاہر ہوتے ہیں۔ تو جب تلک زبان قابو
میں نہ ہو اور عقل وتمیز کے موافق اس کا استعمال نہ ہو وہ انسان کے لئے نہایت شرمناک چیز
ہوگی ایسے ہی آنکھ کان وغیرہ تمام قوتوں کا حال ہے۔ ان سے بھی صدہا خوبیاں اور
برائیاں تعلق رکھتی ہیں۔ اس لئے انسان کا بڑا فرض ہے کہ اس میں نہایت کوشش کرے
کہ ٹھیک طور پر انسانی تحریکات کے موافق خداداد قوتوں کو چلاتا رہے اور ہمیشہ اپنی تمام
حرکات میں انسانی صفات کا خیال رکھے اور یہ جب ہی ہوسکتا ہے کہ ناگواریوں کا مردانہ
ہمت سے مقابلہ کرے اور قوتوں کے ٹھیک طور پر چلانے میں جو دقتیں پیش آتی ہیں
ان کو تحمل اور استقلال سے گوارا کرے اور اس خوبی کی یہاں تک مشق کرے جس
سے ان کے استعمال میں روز بروز آسانی ہوتی جاوے اور عمدہ باتوں کی عادت بڑھتی
جاوے اور طبیعت میں ان کے استعمال کا ملکہ پیدا ہو جاوے۔ اس طرح پر قوتوں کی ورزش
کو صبر کہتے ہیں اس سے انسان کو بڑی شستگی حاصل ہوتی ہے۔ قرآن پاک میں آیا ہے
کہ صبر کرنے والوں کو بے اندازہ ثواب ملتا ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایمان کا
نصف حصہ صبر ہے اور یہ صبر کی عجیب خوبی بیٹھے بیٹھے پیدا نہیں ہوسکتی بلکہ جب تک انسان
اپنی خواہشوں کو قابو میں نہ رکھے اور ان کے زور کو ہمیشہ کم نہ کرتا جاوے اس وقت تک
صبر کی فضیلت حاصل نہیں ہوسکتی۔ اس لئے روزے سے بڑھ کر کوئی مفید نسخہ نہیں ہے
اس سے خواہشوں پر آہستہ آہستہ پوری حکومت حاصل ہوجاتی ہے کھانا پینا ایسی چیزیں ہیں جن کی
رغبتیں روزانہ اپنا اثر دل پر قایم کیا کرتی ہیں اور انسان کو اپنے دام میں اسیر کرلیتی ہیں۔
انسان ان رغبتوں کے اشاروں پر چلتا ہے اور ان کا بالکل مسخر ہوجاتا ہے۔ روزے کی
وجہ سے انسان ان اثروں کی قوت کو توڑتا ہے اور ان کے زور کو گھٹاتا جاتا ہے اور جب ان خواہشوں
پر غالب آجاتا ہے تو ان کے بعد تمام خواہشوں پر اس کو حکومت کرنا آسان ہے اس واسطے صبر

استقلال کے جوہر پیدا کرنے کے لئے کوئی عمدہ ترکیب روزے سے زیادہ نہیں ہے
اسی وجہ سے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جیسے صبر نصف ایمان ہے ایسے ہی روزہ نصف صبر
ہے۔ علاوہ روحانی صفائی اور پاکیزگی کے انسان کے خیالات میں روزے کی وجہ سے
نہایت درجہ پختگی پیدا ہوتی ہے اور فیصلے کی قوت مضبوط ہوتی ہے۔ انسان کے خیالات میں
یہ بڑی کم زوری ہوتی ہے کہ کسی کام کے کرنے اور سمجھنے میں تذبذب رہے اس کم زوری
سے عمر کا بڑا حصہ بے کار پڑا رہتا ہے اور جب ایک کام کے کرنے کا قطعی فیصلہ کر لیا اور وہ کام
شروع کر دیا گیا تو بہت سی مفید باتوں کا ذخیرہ آدمی میں ہو جاتا ہے۔ بہرحال جب انسان کا اپنی
قوتوں پر پورا قابو ہوگا تو اُس کو مشکل سے مشکل کاموں پر فتح پانے میں آسانی ہوگی اور
ایسا قابو روزے ہی کی وجہ سے حاصل ہو سکتا ہے اُس سے زیادہ اس کی کوئی عمدہ تدبیر
نہیں۔ ان کے علاوہ کھانے اور پینے کی لذت جیسے روزے کے بعد حاصل ہوتی ہے
کبھی حاصل نہیں ہوتی۔ کھانے اور پینے میں زیادہ کیفیت جب ہی ہوتی ہے کہ پوری رغبت
اور انتظار کے بعد اس کا استعمال کیا جائے کیسا ہی کھانا لطیف ہو اور پانی کیسا ہی خوشگوار
اور خوش مزہ دار ہو جب معمولی رغبت سے کھایا پیا جائے تو وہ زیادہ مرغوب نہیں معلوم
ہوتا۔ روزے دار کو افطار کے بعد ایک لقمہ الوانِ نعمت سے زیادہ مزے دار اور پانی
کا ایک جرعہ کافوری انار کے عرق سے زیادہ خوشگوار ہے خصوصاً جب افطار میں اپنے احباب
کا مجمع ہو اور مختلف قسم کی افطاریاں ہوں اُس کی گرمیِ شوق کو دیکھ کر بندہ شکم اور حریص
لوگوں کے مُنہ میں پانی بھر آتا ہے وہ کبھی نگاہِ رشک سے ان کیفیتوں کو دیکھتے ہیں اور اپنے
دل ہی دل میں پچھتاتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ کے جتنے احکام ہیں اُن میں عجیب مختلف
قسم کے فوائد اور خوبیاں ہوتی ہیں زندگی کے تمام حالات کے لئے وہ موزوں ہوتے
ہیں اُس کا دل اور زبان سے شکر کرنا چاہئیے۔ پہلے اُس نے تمام قدرتی نعمتیں عطا
کیں۔ اُس کے بعد احکام سے ان قدرتی انعامات کی تکمیل کر دی۔ بدنی صحت جیسی روزے
سے ہوتی ہے کسی چیز سے نہیں ہو سکتی۔ بدن میں چار ہضم ہیں۔ اوّل ہضم معدے کا۔
دوسرے ہضم کبد کا۔ تیسرے عروق کا۔ چوتھے اعضا کا۔ ہر ایک ہضم کے بعد اس کے

فضول ہوتے ہیں یہ فضول بہ تدریج جمع ہوتے رہتے ہیں خصوصاً اُن لوگوں کے بدن
میں جن کو ورزش کی عادت نہیں ہے ان فضول کے بدن میں بہت سے ظروف ہیں جہاں
ان کا ذخیرہ ہوتا رہتا ہے جیسے معدہ ۔ امعا ۔ دماغ ۔ مفاصل وغیرہ ۔ بہت سے خطرناک امراض کا
حملہ ان ہی فضول کی وجہ سے ہوا کرتا ہے آب و ہوا اور موسم کی روایتوں کے قبول کرنے کے
لئے اور ادنیٰ ادنیٰ تغیر مزاجی کے لئے بدن ہمیشہ مہیا رہتا ہے۔ جب یہ فضول بےکار پڑے
رہتے ہیں تو چند روز میں ان میں عفونت اور سمیت پیدا ہو جاتی ہے ۔ اُس وقت اُن کی
مضرت اور زیادہ ہوتی جاتی ہے ۔ بڑی شائستگی یہ ہے کہ ان فضول کی پیداوار اور ان سے
بدن کے محفوظ رکھنے کے اصول پر حکیمانہ اور غائر نظر کی جاوے ۔ تمام شائستہ قوموں نے
قوام بدن کے حفظان کے لئے ان اصطلاحات کی طرف کامل توجہ کر کے اہل ملک اور ہم وطنوں
کی نشاطِ زندگی کو بڑھایا ۔ کسی نے نئے نئے سے اُن کے تنقیہ کو تجویز کیا کسی نے اسہال سے
کسی نے غسل و حمام سے بعض ملکوں میں شراب کے ذریعے سے ان کے متعفن ہونے
کو روکا لیکن کوئی کامل تجربہ کار نہیں کہہ سکتا کہ ان تدابیر کا خاتمہ کامیابی پر ہو سکتا ہے ۔ البتہ
صرف ایک روزہ ہی ایسی تدبیر ہے جو آہستہ آہستہ بھوک اور پیاس کی آنچ سے تمام طور
پر اور اعماقِ بدن کے فضول کو نابود کر دیتا ہے ۔ بعض نہایت ہی لزج فضول کسی عضو
میں جمع ہوتے ہیں اور معمولی تدابیر میں کوئی شے نہیں ہوتی جو ان کو پگھلا کر اور رقیق
کر کے بدن کے عمق سے نکال دے ۔ یہ عقدہ روزے ہی کی گرمی سے حل ہوتا ہے جب
روزے[۵] کے ساتھ اس اصول کی پابندی کر لی جائے کہ اشتہائے صادق میں کھایا جائے
اور کسی قدر اشتہائی رغبت باقی رہے کہ کھانا چھوڑ دیا جائے تو ہمیشہ کے لئے زندگی
کے پُرآشوب خطرات سے نجات ہو سکتی ہے اس روزانہ پابندی سے فضول کا اجتماع
بدن میں بہت کم ہوگا ۔ اور جس قدر حصہ اُن کا جمع بھی ہو جائے گا وہ روزے کی اصلاح

---

[۵] تا اشتہا غالب نہ شود نہ خورند و ہنوز اشتہا باقی بود کہ دست از طعام بردارند ۔ نہایت عمدہ اصول حفظ صحت
کا ہے ۔ سخن آنگہ کند حکیم آغاز یا سر انگشت سوے لقمہ دراز کہ ز نا گفتنش خلل زاید یا ز نا خوردنش بجاں آید
لاجرم حکمتش بود گفتار خوردنش تندرستی آرد بار

سے اعتدال کی حالت میں ہو جاوے گا جس شخص کی صحت ایسی منتظم اور معتدل حالت میں ہو گی
اُس کے تمام قواے دماغی اور روحانی کس طرح اپنے اشغال میں مصروف رہیں گے
اور اِن قوّتوں میں مداومت کی وجہ سے کیسے عمدہ ملکات راسخ ہوں گے - یہ تمام فوائد
عارضی ہیں جو اصلی غایت روزہ رکھنے کی ہو وہ اخلاقی اور روحانی حصّے کی تکمیل ہی جیسے
اناپ شناپ کھانے پینے سے ردی اجزا کا انبار اور اُن کی گرانیوں کا طبیعت پر بار
ہو جاتا ہو اور اصول زندگی تنفس - دوران خون وغیرہ مردہ حالت میں ہو جاتے ہیں ایسا
ہی بیہودہ اقوال اور لغو لاطائل افعال سے روحانیت میں تیرگی بڑھتی رہتی ہو اور وہ
روحانی قندیل روح کی دخانی اور ظلمانی لباس میں ہو کر مزاج انسانی کو بالکل خراب
کر دیتی ہی - اور وہ قوّت جو قدوسیت کا مرکز تھی اپنے تمام فیضانوں سے انسان کو محروم
کر دیتی ہی - اس واسطے روزے کی حالت میں زیادہ تر اس کی طرف توجہ دلائی گئی ہو کہ
قولی اور عملی حالت کی اصلاح میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو - جب مباح امور کے ترک میں
اس قدر اہتمام کیا گیا کہ ادنی تمرّد کی اشتبت میں کفّارہ لازم آتا ہو اور اسی قدر صعوبت کا
برداشت کرنا پڑتا ہی جو جو امور بالکل ممنوع اور حرام ہیں اور جن کا گزندان مباحات سے
ارتکاب سے بدرجہ بازیادہ ہو اِن کا استعمال کیسے گوارا ہو سکتا ہو - اسی واسطے حدیث
شریف میں وارد ہی کہ جو شخص روزے میں بیہودہ گفتگو اور لغو کام کو نہ چھوڑے تو خدا کو کچھ پروا
نہیں ہی کہ وہ شخص کھانا اور پینا چھوڑ دے -

باطل اور بیہودہ گفتگو وہ ہی جس سے گناہ لازم آوے جیسے کلمات کفر جھوٹی گواہی - افترا -
غیبت - بہتان - کسی کو گالیاں دینا - بُرا کہنا - لعنت کرنا - اور تمام لغو باتیں جن سے
احتراز کرنا ضروری ہو - یہی حالت زشتی اعمال کی ہو - اس حدیث کا مفہوم یہی ہو کہ روزے
سے مقصود اصلی دلی حرکات قولی اور عملی رذائل سے نفس کو پاک صاف کرنا ہو - اگر
کوئی شخص روزہ میں صرف کھانا پینا چھوڑ دے اور اقوال و افعال کی گندگی سے مصفّٰی ہونے
کا کچھ اہتمام نہ کرے - وہ روزے کے حقیقی اثروں اور فوائد سے محروم رہے گا اُس روزے
کا کیا حاصل ہی جس میں مباح چیزوں کو حرام کر لیا جاوے اور حرام چیزوں کو مباح مباح

اشیار کے حرام کرنے کا یہ مقصد ہی کہ محرمات اور ممنوعات سے اجتناب پر زیادہ قدرت ہو جاوے اور ان سے بچنے میں سہولت ہو اسی وجہ سے دوسری حدیث میں وارد ہی کہ بہت سے روزے دار ایسے ہوتے ہیں کہ بجز پیاسے مرنے کے اُن کے روزے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا یعنی بغیر اخلاقی حالت درست کیے روزے کی خوبیوں سے کچھ متمتع نہیں ہوتے۔
اخلاقی حالت کا نہایت درجے لحاظ کیا گیا ہی۔ حدیث میں وارد ہی کہ پانچ چیزیں روزے دار کے روزے کو توڑتی ہیں۔ جھوٹ۔ غیبت۔ چغلی کھانا۔ جھوٹی قسم۔ بدنظری سے کسی کو دیکھنا بہرحال تمام عبادتوں کی روح ملکی قوت کا بڑھانا اور بہیمی رغبتوں سے تنفر ہی اور یہ ملکی قوت ایک چشمہ ہی جو اس بمنزلہ نہروں کے ہیں اگر یہ نہریں خس و خاشاک سے مکدر اور گندہ چیزوں سے بھری ہوئی ہوں گی تو وہ تمام گندگی اس چشمے میں جمع ہو گی اور اس کو بالکل گندہ اور ناپاک کر دے گی ان کو خوب صاف رکھنا چاہیئے کہ اس چشمے کی لطافت بڑھتی رہے ؎؎

نماز اور روزے کی اہمیت اور فضیلت تم سن چکے اسی طرح مجالس وعظ میں گاہے ماہے شرکت ضرور ہی کہ اس سے خیالات اور عادات کی اصلاح ہوتی ہی اگر تم نماز کی پابندی نہ کرو گے اور ہمیشہ قرآن شریف کی تلاوت کی عادت نہ ڈالو گے اور عمدہ عمدہ مذہبی کتابیں تمھارے پیش نظر نہ رہیں گی تو تمھارے عادات اور اخلاق خراب ہو جائیں گے اور رفتہ رفتہ مذہب کی طرف سے بالکل لاپروائی ہو جاوے گی دل میں جو ایمان کا نور ہی وہ دھندلا پڑ جاوے گا اور بجاے روشنی کے تاریکی ہو جاوے گی پس جس طرح تم اپنے قواے جسمانی کو خوراک پونہچا کر برقرار رکھتے ہو اسی طرح اپنے قواے عقلی و اخلاقی کو بھی تر و تازہ رکھو جس طرح جسمانی قوی کے لیئے تفریح ضرور ہی اُسی طرح عمدہ مشاغل دل و دماغ کو تازہ رکھنے کے لیئے لازمی ہیں۔ تفریح کی کئی صورتیں ہیں۔ بعض ان میں سے قابل اعتراض ہیں اور بعض بدنما اور بہت سی بالکل ہی خراب ہیں۔ اس مقام پر میں بالتفصیل بیان نہیں کر سکتا تاہم اس بارے میں چند عمدہ اصول کہ جن پر تم کو کاربند رہنا چاہیئے بتلاتا ہوں۔

اوّل۔ کبھی کوئی ایسی تفریح اختیار نہ کرو کہ جس میں فضول خرچی اور روپے کا بے جا صرف ہو تفریح صرف اس لیئے ہی کہ تبدیل مشغلہ ہو اور اس کے لیئے بہت خرچ کرنے کی ضرورت نہیں ہی۔

دوسرا۔ تفریح ہمیشہ اس قسم کی ہونی چاہیئے کہ اُس میں ایسی دل بستگی اور آرام و آسایش ہو کہ جو تمھاری حالت کے متقاضی ہو وہ تفریح کہ جس میں صرفِ بے جا ہو اور تماشہ ہی تماشہ ہو بالکل لاحاصل ہی۔

تیسرا۔ تفریح اس قسم کی ہونی چاہیئے کہ اُس سے دوسروں کو تکلیف یا ایذا نہ پونہچے اور نہ دوسروں کے لیئے وہ بُرائی کا نمونہ ہو۔

چوتھا۔ وہ تفریح کہ جس میں آدمی ایسا پھنس جاے کہ اپنے دوسرے فرائض کے ادا میں غفلت کرنے لگے یا مذہبی فرائض میں ہارج ہو یا اُس سے معمولی کاروبار میں ہرج ہو تو ایسی تفریح بہت خطرناک ہی اور اُس سے ہمیشہ پرہیز کرنا چاہیئے۔

پانچواں جس تفریح سے ایسا اثر ہو کہ دل کام پر سے اُچاٹ ہو جاے اور جو ہمارے روزانہ فرائض ہیں اُن میں دل چسپی باقی نہ رہے یا لڑکے پڑھنے لکھنے سے نفرت کرنے لگیں یا جس کام میں ہم لگے ہوے ہیں اُس سے بے اعتنائی پیدا ہو تو ایسی تفریح بالکل مضر ہی۔

چھٹا۔ ایسی تفریح کہ جس سے ہمارے چال چلن اور نیک نامی پر حرف آے اور جس سے مذہبی عقیدے میں کھنڈت پڑ جاے اور خواہ مخواہ کے شکوک اور وسوسے پیدا ہو جائیں اور جس سے ہمارا دیدہ ہوائی ہو جاے کہ ہم اپنے مکان کی طرف رُخ نہ کرنا چاہیں اور جس میں بدی ایک عمدہ لباس میں نظر آے اور خواہشاتِ نفسانی کا ہیجان ہو یا اخلاقِ حسنہ پر اُوس پڑ جاے بہت خطرناک ہی اور اُس سے ہمیشہ دُور بھاگنا چاہیئے۔

تفریحی مشاغل کے اختیار کرنے میں ہمیشہ ہوشیار رہو جو بات کرو انجام کار

کو سوچ سمجھ کر کرو جس کام میں ہم لگے ہوئے ہیں اُس کو ہمیشہ مستعدی اور خوش دلی سے کرنا چاہیئے اور کوشش اس بات کی کی جائے کہ اُس کا بوجھ نہ معلوم ہو اور محنت راحت سے بدل جائے۔

پڑھنے لکھنے میں ایسی کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ خوشی کے ساتھ ہماری دماغی قوتیں اس طرح صرف ہوں کہ دل نہ اُکتا جائے۔ اور مفید نتایج کے ساتھ دل چسپی بھی ہو۔ اگر ہم ایمان داری اور راستی سے اپنا کام کیے جائیں تو کوئی وجہ نہیں ہی کہ تھوڑی بہت تفریح سے ہم کو بدی کی طرف رغبت ہو۔ یا بُرے نتایج پیدا ہوں۔

پانچواں باب

دوسروں کی مدد کرنا ہمارا فرض ہے بُری عادتوں سے بچنا پاک نفسی اور راسخ الاعتقادی کو قایم رکھنا چاہیئے

بائیسویں رات

ابنائے جنس کی مدد۔ دوسروں کو راہِ راست کی رہنمائی کرنا

بنی آدم اعضائے یک دیگرند	کہ در آفرینش ز یک جوہرند
چو عضوے بدرد آورد روزگار	دگر عضوہا را نماند قرار
تو کز محنتِ دیگراں بےغمی	نشاید کہ نامت نہند آدمی

اب تک جو مختلف مضامین میں گفتگو کرتا چلا آیا ہوں اُس سے میرا خیال ہی کہ تمھارے جیسے زیرک اور فہیم لڑکے کو خداوند تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے کہ اُس نے تم کو ایسے خوش حال اور فارغ البال گھر میں پیدا کیا جہاں شفیق اور تعلیم یافتہ ماں باپ نے تمھاری ہر طرح کی خبر گیری اور نگرانی کی ہی جس کی وجہ سے تم بہت سی ایسی مصیبتوں سے محفوظ رہے ہو کہ جن کے

ط اولادِ آدم چوں کہ ایک ہی جوہر سے پیدا ہوے ہیں اس لیے ایک دوسرے کے اعضا رہیں اگر کسی عضو میں درد ہو جائے تو دوسرے اعضا کو کب قرار پڑ سکتا ہی اور اگر تم کو دوسروں کی محنت مشقت کی خبر ہی نہیں ہی یعنی ہم دردی نہیں ہی تو پھر تمھارا نام آدمی ہی رکھنا فضول ہی۔ ۱۲

سبب سے بہت سے لڑکے برباد اور تباہ ہوجاتے ہیں۔ تم کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جس چیز میں خداوند تعالیٰ نے ہمیں دوسروں پر برتری دی ہو وہ ہماری ذاتی کوشش کا نتیجہ نہیں ہے۔ بلکہ اُس پاک پروردگار کی بے انتہا شفقت ہے کہ اُس نے تم کو ایسی جگہ پیدا کیا کہ جہاں عزیزوں اور دوستوں کی عمدہ صحبت نے اچھے اچھے نمونے دکھلاکر تمھیں بہتوں سے اچھا بنایا۔ جو لوگ ہم سے گرے ہوئے اور کم تر درجے اور بدتر حالت میں ہیں اگر اُن کو بھی ایسے مواقع ملتے جیسے کہ ہم کو خوش نصیبی سے ملے ہیں تو وہ بھی ضرور ہمارے جیسے خوش حال ہوتے اور علیٰ ہذا اس کے برعکس اگر ہم ایسی جگہ پیدا ہوتے جہاں کہ وہ پیدا ہوئے ہیں تو ہماری بھی وہی گت ہوتی جو اُن کی ہے پس ایسی حالت میں ہم کو اپنی خوش حالی کا شکریہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہر وقت کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر ہمارا شکر کروگے تو ہم تم کو اور زیادہ نعمتیں دینگے علاوہ شکر گزاری کے ہمارا یہ بھی فریضہ ہے کہ جو لڑکے بدقسمتی سے بوجہ ناواقفیت کسی بُرائی یا گناہ میں پھنسے ہوئے ہوں اُن کو اُن پھندوں سے نکال کر راہِ راست پر لانے کی کوشش کریں اُن کو ایمان داری اور دین داری کی باتیں سکھلائیں۔ اُن کی ویسی ہی نگہبانی اور حفاظت کریں جیسی کہ ہماری کی گئی تھی حدیث شریف میں آیا ہے کہ کوئی شخص ایمان دار نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی مسلمان کے لیئے اُن چیزوں کو پسند نہ کرے جن کو وہ خود پسند کرتا ہے۔ فرض کرو کہ تم اتفاقاً کہیں ایسے دشمنوں میں گھر جاؤ کہ جنھوں نے تمھاری جان لینے کی صلاح کر لی ہو اور تم ہو کہ بے خبر پڑے سو رہے ہو اور کوئی اللہ کا بندہ ایسا آن نکلے کہ وہ تم کو جگا کر دشمنوں کے ارادے سے باخبر کردے اور تمھاری جان بال بال بچادے تو یہ بات ظاہر ہے کہ اگر ٹھیک وقت پر وہ بندۂ خدا تم کو آگاہ نہ کرتا تو تمھاری جان جانے میں کیا شک تھا اسی طرح جب ہم دوسروں کو معرضِ خطر میں دیکھتے ہیں کہ موت کے کنارے کھڑے ہیں اور غافل ہیں تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ ہم اُن کو باخبر کردیں اور جس طرح ہماری جان بچائی گئی تھی ہم دوسروں کی جانیں بچائیں۔ بالضرور ہمارا فرض ہے کہ ہم اُن تمام لوگوں کو جو کسی گناہ یا خلافِ شرع بات میں مبتلا ہیں خوابِ غفلت سے بیدار کردیں اور جہاں تک ہم سے ممکن ہو اُن کو اُن بُرائیوں سے بچانے کی پوری کوشش اور

ہر طرح کی تدبیر کریں۔ بہت سے لوگ نادانستہ ایسی خرابیوں اور اس قسم کے گناہوں میں صرف اس وجہ سے پھنس گئے ہیں کہ اُن کو کبھی کسی نے آگاہ نہیں کیا کہ یہ بات جو تم اختیار کرتے ہو کیسی بُری ہے اور اس کے نتائج کیسے قبیح پیدا ہوں گے۔ ہزاروں بلکہ لاکھوں لڑکوں کی آیندہ حالت کا انحصار صرف اس پر ہے کہ اُن کے لیئے ایسے پیچیدہ معاملات میں کیا تدبیر اختیار کرنی چاہیے اگر اُن کو وقت پر اچھی طرح نشیب و فراز سمجھا دیا جاوے اور ایسے کاموں کے بُرے نتائج جتلا دیئے جائیں تو ضرور ہے کہ گوش[۱۱] زدہ اثرے دارد۔ وہ ان باتوں سے پرہیز کریں گے اور بجائے آوارہ ہونے کے نیک روش لڑکے بنیں گے۔ لیکن اگر اس بات کی سرے سے پرواہی نہ کی جاوے اور لڑکوں کو اُن کی اپنی راے پر چھوڑ دیا جاوے اور اُن کو ذرا بھی مآل اندیشی نہ سمجھائی جاوے تو بُری صحبت اور بُرے لوگوں کا اثر اُن میں جاگزیں ہو جاوے گا اور وہ لوگ اپنی طرف اُن کو کھینچ کر تباہی کے رستے پر لگائیں گے جس سے لڑکے نہ صرف تو خود برباد ہوں گے بلکہ اُن سے سوسائٹی کو سخت نقصان پہنچنے کے علاوہ ملک اور قوم کو نقصان پہونچے گا ؎

اگر[۱۲] بینم کہ نابینا و چاہ ہست — وگر خاموش بنشینم گناہ ہست

ہم جانتے ہیں کہ لڑکوں کو ان بلاؤں سے بچانے کے لیئے کم عمری کا زمانہ موزوں ہے کہ جب تک عادت راسخ نہ ہوئی ہو۔ کچی لکڑی کو جس طرح جھکاؤ جھک سکتی ہے کیوں کہ عادت پختہ ہونے کے بعد پھر اُس کا چھٹنا قریب ناممکن کے ہے ؎

درختے[۱۳] کہ اکنوں گرفتست پاے — بہ نیروے شخصے برآید ز جاے
وگر ہمچناں روزگارے ہلی — بگردونش از بیخ برنگسلی
سرِ چشمہ شاید گرفتن بہ بیل — چو پُر شد نہ شاید گذشتن بہ پیل

[۱۱] کان میں پڑی ہوئی بات کا کچھ نہ کچھ اثر ہی ہوتا ہے ۱۲ [۱۲] اگر ہم دیکھیں کہ رستے میں کنواں ہے اور کوئی اندھا چلا جا رہا ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اُسے مطلع کر دیں اور ایسی حالت میں ہمارا خاموش بیٹھنا گناہ ہے ۱۲

[۱۳] جو درخت ابھی لگایا ہو اُسے تو کوئی شخص بھی اُکھاڑ سکتا ہے لیکن اگر اُسے ایک زمانے تک چھوڑ دیا جاوے تو پھر اُسے جڑ سے اُکھاڑنا ناممکن ہے جیسے کسی چشمے کو جہاں سے وہ نکلتا ہے بہ آسانی بند کر سکتے ہیں لیکن جہاں اُس کا پاٹ بڑا ہو گیا ہے وہاں تو ہاتھی بھی پار نہیں ہو سکتا ۱۲

ایسے لوگوں سے ہمدردی کرنی چاہیئے اُن کو بتلانا چاہیئے کہ بدعادتیں خواہ وہ کسی قسم کی ہوں
اُن کی دشمنِ جانی ہیں اور تباہی اور بربادی کا باعث ہوتی ہیں اور آگے چل کر وہ سر پر
ہاتھ دھر کر روتے رہیں گے مگر کچھ کرتے دھرتے بن نہ پڑے گا۔ ایسی عادات ہمیشہ
اچھے لوگوں کی نظروں میں ناپسندیدہ ہوتی ہیں اور جو کرتا ہے وہ ذلیل و خوار سمجھا جاتا ہے اور
اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اُس کے حرکات سخت گناہ ہونے کی وجہ سے ناپسندیدہ ہیں۔
بدرویہ لڑکے اور مرد ہمیشہ بھولے بھالے اور ناکردہ گناہ لوگوں کو بہکا کر راہِ راست سے
بھٹکا دیتے ہیں اُن کی ذراسی صحبت بھی سمِ قاتل ہے جس میں وہ بدی کا بیج فوراً بو دیتے
ہیں اور بُرے خیالات اور بُری عادات کی بُنیاد ڈال دیتے ہیں اسی طرح کیوں ہم اور
تمام دوسرے نیک لوگ کم لڑکوں کو پیش از پیش بکار آمد ہدایتیں نہ دیں اور بُرے کاموں
کے بُرے نتایج سے اُن کو آگاہ نہ کریں اور اس طرح اُن کو سیدھے رستے پر قایم رکھ کر نہ صرف
گناہوں سے بچائیں بلکہ اُن کے قوائے جسمانی و عقلی اور اُن کی تمام آیندہ کی زندگی کو تباہی
اور بربادی سے بچالیں۔ لڑکے لڑکے آپس میں بآسانی ایسی باتوں کا ذکر چھیڑ سکتے ہیں۔
کیوں کہ ہم عمروں میں ہر قسم کی بات چیت ہوتی رہتی ہے برخلاف اس کے بڑے آدمیوں
کو لڑکوں سے اس قسم کی باتیں کرنے کا نہ موقع ملتا ہے نہ مناسب ہے۔ چوں کہ تم خود لڑکے ہو
تم اپنے ہم عمر ہمجولیوں سے بآسانی ایسی باتیں کر سکتے ہو؎

کند ہم جنس، با ہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز

اگر اتفاقاً اُدھر ہی سے بات نکلے اور ذکر چھڑ جائے جیسا کہ اکثر باتوں باتوں میں ہوتا ہے تو
پھر تم کو بہت آسانی سے سلسلۂ سخن آغاز کرنے کا موقع ہے۔ اگر تم صرف ایک بھٹکے ہوئے
لڑکے کو بھی اپنی نصیحت سے راہِ راست پر لانے میں کامیاب ہوئے اور تم نے بُری
عادت اور گناہ سے بچالیا تو تم جان لو کہ تم نے ایک بہت بڑے ثواب کا کام کیا۔ ڈوبتے
ہوئے کو بچالینا بڑا نیک کام ہے لیکن اس سے بھی بہتر یہ ہے کہ شروع ہی سے لڑکوں کو
ایسے کاموں کی خرابیاں سمجھا کر ایسی نوبت ہی نہ آنے دیں کہ وہ بُرے کام میں پڑیں۔

اس کی مثال یوں سمجھو کہ کسی نے کیلا کھا کر بے خیالی سے رستے میں چھلکا پھینک دیا۔سو ہر اتفاق سے ایک غریب آدمی کا پاؤں جو اُس پر پھسلا تو ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی جس کے سبب سے وہ بے چارہ سخت درد تکلیف اور مصیبت میں مبتلا ہو گیا اگرچہ تم نے اُس کی خبر گیری کی اور اُس کی تیمار داری کے لئے دس پندرہ دن شبانہ روز اُس کی جھونپڑی میں رہے۔اس میں شک نہیں تم نے پوری انسانی ہمدردی کی اور بڑی نیکی کا کام کیا مگر اس سے اور زیادہ اچھا ہوتا اور بالکل ذراسی بات تھی اگر تم نے جب کہ تم چند منٹ پیشتر اُسی رستے سے گزرے تھے اُس کم بخت چھلکے کو رستے پر سے اُٹھا کر الگ پھینک دیا ہوتا تو وہ غریب ایک ذراسی احتیاط سے کتنی بڑی مصیبت سے بچ جاتا اور تمھارا ذراسا بر وقت کام کس قدر اُس شخص کے حق میں نعمتِ عظمیٰ ہوتا۔اگر ذراسی پیش بندی تمھارے خیال میں ہوتی تو اُس شخص کے لئے صرف چھلکے کو رستے سے کھسکا دینا بدرجہا اس تیمار داری سے بہتر ہوتا۔اسی طرح تم اپنے ہم عمر لڑکوں کے رستے کو خس و خاشاک سے پاک و صاف کر سکتے ہو اور خصوصاً اُن لڑکوں کے لئے جو تم سے عمر میں چھوٹے ہیں آسانی سے تم ایسی رکاوٹوں کو دور کر سکتے ہو۔کسی لڑکے کو اگر تم کسی ایسی ناشائستہ حرکت میں مبتلا دیکھو تو خبردار کبھی اُس کا بھانڈا نہ پھوڑنا نہ اُسے ٹھٹھے مسخرے پن میں اُڑانا کیوں کہ اُس کے راز کو طشت ازبام کر دینے سے جو ندامت اور شرم کا مادّہ اُس میں ہے اور جو اُس کو اس حرکت سے باز رکھنے میں بڑا مددگار ہوگا ممکن ہے کہ وہ معدوم ہو جائے اور وہ بے باک ہو کر شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ دے اور اُس میں ضدّ ا ور ہٹ پیدا ہو کر وہ اپنی بُری عادت پر جم جائے۔تم کو چاہیئے کہ ایسے لڑکوں کو کتبِ اخلاق پند و نصائح اور عمدہ مذہبی رسالے پڑھنے کی ترغیب دو جو بھٹکے ہوؤں کو راہِ راست پر لاتے ہیں اور دلوں میں بجائے بدی کے نیک خیالات پیدا کرتے ہیں۔تاکہ تم ان مضامین کو خوب سمجھ لو اور اُس کے نیک و بد سے اچھی طرح واقف ہو جاؤ اور اس قابل ہو جاؤ کہ دوسروں کو نصیحت کرکے راہِ راست پر لا سکو میں چاہتا ہوں کہ ان مضامین کو ختم کرنے سے پہلے تم کو چند وہ ضروری تدابیر بھی بتلا دوں کہ جن کے ذریعے سے تلافیِ مافات ہو سکے یعنی جو لوگ اپنے افعالِ قبیحہ کے چھوڑنے پر آمادہ ہوں اُن کو کیا

طریقہ اختیار کرنا چاہیئے اور کون کون سی تدابیر اُن کے لیئے کارآمد اور مفید ہوں گی کہ وہ اپنی غلط کاری کی جس کے وہ نادانستہ یا عمداً مرتکب ہوے ہیں تا بہ امکان اصلاح کر سکیں قبل اس کے کہ میں اس سلسلۂ سخن کو ختم کردوں میں چاہتا ہوں کہ تم کو اُن ضروری تبدیلیوں اور تغیر حالات کو جو تمھارے جسم میں چند سال بعد ظاہر ہونے والے ہیں بتلا دوں تاکہ تم اُن سے واقف ہو کر اُن خطرات اور خدشات سے جو تمھاری راہ میں حائل ہیں بچو اور تمھارا قدم کبھی راستی سے نہ ڈگمگاے۔

چھٹا باب

اُن تدابیر کا بیان جن سے پاک خیالات اور گم شدہ طاقت بتدریج پھر حاصل ہو سکتی ہے

تیئیسویں رات

غلط کاری کے نقصان کی تلافی مافات کی تدابیر اور علاج

جن لڑکوں نے بدقسمتی سے بُری عادتیں جن کا ذکر اوپر آچکا ہے اختیار کر لی ہوں اُن کے لیئے گزشتہ غلط کاریوں کی اصلاح و تلافی مافات کا کیا طریقہ ہے آج میں تم سے اِس کے متعلق گفتگو کرنی چاہتا ہوں۔ جو نقصان جلق سے پونہچ چکا ہے اُس سے سر بر ہونے کے لیئے پہلے یہ دیکھنا چاہیئے کہ کس حد تک لڑکا اُس میں مبتلا رہا ہے۔ اس کی پوری صحت نقصان کی نوعیت پر منحصر ہے یعنی اگر خفیف نقصان پونہچا ہے تو بہت آسانی سے علاج پذیر ہے اور اگر بہت زیادہ نقصان پونہچا ہے تو اُس کا دربراہ ہونا بہت زیادہ دقت طلب اور مشکل ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے کہ اگر کسی شخص کے کسی عضو کو کوئی

نقصان پونہچ جاے تو جس قسم کا وہ نقصان ہی اُسی کے لحاظ سے صحت کا اندازہ کیا جاسکتا ہی اگر خفیف اور معمولی چوٹ ہو تو بالکل آرام ہو جاتا ہی بہر حال زخم کی حالت اور تدابیرِ علاج کے لحاظ سے صحت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہی مگر یہ بات تو ظاہر ہی کہ ضرر رسیدہ عضو کبھی پوری طرح درست ہو کر صحیح سالم عضو کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اگر کسی تیز چاقو سے ذرا سی اُنگلی کٹ جاے تو گو زخم چند دنوں میں مندمل ہو جاے گا لیکن سالہا سال بلکہ ممکن ہی کہ باوجود زخم کے پوری طرح اچھّے ہو جانے کے بھی مدت العمر اُس کا نشان باقی رہ جاے۔ زخم کے نشان کی لمبائی بڑائی گہرائی یا بدنمائی زخم کی نوعیت اور موقع پر جہاں لگا ہی موقوف ہی یہی حال جلق کے مریضوں کا ہی جس قدر اس غلط کاری اور گناہ پر افسوس کیا جاے کم ہی لیکن جب کوئی لڑکا اپنی غلط کاری سے باز آنے کا ارادہ کرلے تو اُس کے دل کو تسلّی دینی چاہیے اور اُسے اُمید دلانی چاہیے کہ خدا نے چاہا تو وہ پوری طرح صحت یاب ہو جائے گا بشرطیکہ صدق دلی سے اپنے کیے پر پشیمان ہو اور نہایت عاجزی اور ندامت سے خداوند تعالیٰ کے سامنے توبہ کرے اور اپنے گناہوں کی معافی سچّے دل سے چاہے اور خدا ہی کو اپنا کام سونپ کر اُسی پر بھروسا کرکے پکّا عہد کرے کہ پھر ایسا کام کبھی نہ کرے گا تو ضرور ہی کہ اللہ تعالیٰ اُس کا گناہ معاف فرمائے اور اُس کو اس مصیبت سے نجات دے۔

اگر خداوند تعالیٰ کی مدد سچّے دل سے چاہی جاے تو ضرور عمدہ نتیجہ پیدا ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ بُرے خیالات کے بدلے عمدہ خیالات دل میں ڈال دے گا۔ ذاتی کوشش اور خداوند تعالیٰ کی مدد دونوں مل کر آدمی ایسی حرکات سے باز رہ سکتا ہی۔ جب تک خدا پر بھروسہ نہ کرے محض انسانی قوّت سے کامیابی محال ہی۔ اِس سے تم کو معلوم ہو جاے گا کہ بری عادات سے جو وسواس شیطانی ہیں۔ بدون خداوند تعالیٰ کی مدد کے نجات پانا بہت مشکل ہی۔ اس سے پیشتر میں تم سے کہہ آیا ہوں کہ لڑکوں کو کس طرح دل کی پاکی اور جسمانی قوّت حاصل کرنی چاہیے جو لڑکے اس قسم کے گناہوں میں مبتلا رہ چکے ہیں اُن کے لیے وہ مضامین بہت ضروری اور اہم ہیں۔ سولھویں سترھویں اٹھارویں انیسویں راتوں کو جو مضامین میں تم سے بیان کرچکا ہوں وہ سرسری نظر سے دیکھنے کے قابل نہیں ہیں اُن پر

پھر غور کرو بلکہ تم نے جو تاریخ وار لکھ لیا ہو اُس کو دوبارہ اپنی قلم سے لکھو تاکہ وہ مطالب اچھی طرح ذہن نشین ہو جائیں کہ جن میں دل و دماغ میں پاک خیالات رکھنا جسم کو اندرونی اور بیرونی دونوں طرح پاک رکھنا۔ جو کچھ ہم کھاتے اور پیتے ہیں اُس کا اثر ہمارے قویٰ پر پڑتا ہو۔ ہر قسم کی مُنشّیات سے پرہیز۔ کام کی عادت ڈالنا۔ ورزش کے فائدے۔ تفریح اور سیر تماشے۔ نیند قوائے عقلی و اخلاقی کے لیئے عمدہ اور مناسب غذا کی ضرورت۔ ایک ایک بات جو میں نے ان راتوں میں کہی ہو اُن لوگوں کے لیئے جو راہ راست پر چلنا چاہتے ہیں اور اپنے نفس کو اپنے قابو میں رکھ کر اپنے افعال کے ذمّے دار بننا چاہتے ہیں بہت ضروری ہو۔ ان سب باتوں کے علاوہ اُن لوگوں کے لیئے جو ان بُری عادات سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں یا یہ کہ وہ اپنی پچھلی کوتاہیوں کی تلافی کرنا چاہتے ہیں اور بھی کچھ ایسی باتیں ہیں جو ذرا تفصیل سے بیان کرنے کے قابل ہیں جو نقصان کہ ایسی حالت میں پونہچ چکا ہو۔ اُس کی تلافی ایسی آسان نہیں ہو کہ ہفتے عشرے یا ایک مہینے بلکہ بعض حالات میں ایک سال میں بھی ہو سکے۔ گم شدہ طاقت کو پوری طرح حاصل کرنے کے لیئے کئی برس مسلسل جسمانی ورزش اور اصلاح کی ضرورت ہو۔ سب سے زیادہ ضروری چیز غسل کرنا ہو۔ ہر روز صبح کو سرد پانی سے نہانا چاہیئے اور اگر عضو تناسل میں حرارت یا کسی قسم کی سلسلاہٹ یا کھُجلی معلوم ہوتی ہو تو ہر روز شب میں سونے سے پیشتر ٹھنڈے پانی سے عضو مذکور کو دھونے سے بہت فائدہ ہوگا۔ گرمی کے موسم میں گو سرد پانی سے غسل کرنا کچھ مضر نہ ہوگا اور جب عادت پڑ جاے گی تو پھر سردی کا زیادہ اثر محسوس نہ ہوگا۔ اگر عضو تناسل کا سر (جسے حشفہ یا سُپیاری کہتے ہیں) میں کھجلی یا سلسلاہٹ معلوم دیتی ہو اور بوجہ ختنہ نہ ہونے کے صفائی مشکل ہو یعنی سفید رطوبت جم جاتی ہو تو لڑکوں کو اپنے والدین سے بلا خوف و خطر کہنا چاہیئے۔ اور والدین کے لیئے سب سے بہتر اور آسان طریقہ یہ ہو کہ فوراً بچّے کے ختنہ کرا دیں جس سے ہمیشہ کو یہ خلش دفع ہو جاتی ہو۔ اگر لڑکے کو کسی طرح چوٹ لگ جاے تو وہ فوراً جا کر اپنے ماں باپ سے بیان کرتا ہو یا آپ آجاے تو اُن سے کہہ دیتا ہو اسی طرح اُس کو اپنے اِس قسم کے عوارض کو بھی بیان کرنے میں شرم کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو۔ بعض

لڑکے شرم کے مارے نہیں کہتے لیکن یاد رکھو کہ ایسی شرم بالکل بے جا ہی اور محض خام خیالی ہی اور اُن کمینہ خیالات کا پرتو ہی جو خاص کر اس معاملے میں خواہ مخواہ دل میں بٹھائے گئے ہیں۔ ہماری سمجھ میں کوئی معقول وجہ اس امر کی نہیں آتی کہ جس طرح لڑکے اپنی سب بیماریوں کا اظہار کرتے ہیں کیوں اس عضو مخصوص کے لیئے وہ پس وپیش کریں۔ ہم کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے جسم کے تمام اعضاء کو بنایا ہی اور سب اعضاء یکساں طور پر قابلِ حفاظت ہیں۔ نہ یہ اعضاء بالذات گندے اور ناپاک ہیں اور نہ اِن کی بابت ذکر کرنا کوئی بے حجابی کی بات ہی اور یہ بات دوسری ہی کہ تم خود ان شریف اعضاء سے بُرا کام لے کر ایک اچھّی چیز کو بُرا کر دو۔ ہر لڑکے کو ضرور ہی کہ وہ اپنی آیندہ کی تن درستی اور بہبودی کو مدّنظر رکھ کر اگر کچھ نقص یا خرابی واقع ہو تو فوراً اُس کی اطلاع اپنے والدین اور نیز اُس ڈاکٹر کو جو ہمیشہ معالج رہتا ہی کرے۔ جو لڑکے اس عادتِ بد سے پرہیز کرنا چاہتے ہیں اُن کے لیئے میں کافی نصیحت کر چکا ہوں اس کے علاوہ اُن کے لیئے کھُلے ہوے میدان میں ہوا خوری کرنا اور تازہ اور صاف ہوا میں مشّی کرنا ازبس مفید ہی۔ ایسی ہوا خوری پابندی سے روزانہ اتنی دیر تک کرنی چاہیئے کہ پوری ورزش ہو جائے بلکہ ایک نوع کی تکان ہو جائے خیال کو بھی ہٹانا چاہیئے۔ تمام فحش قصّے کہانیوں ناولوں کتابوں اور اخباروں سے پرہیز کرنا چاہیئے اور زیادہ تر عمدہ اخلاقی اور مذہبی کتابوں کا مطالعہ رکھنا چاہیئے تاکہ دل میں نیکی اور خیالات میں راستی پیدا ہو۔ دل کو ہر کام میں خوب لگاؤ کوئی کام ادبری دل سے نہ کرو جس کتاب کو پڑھو غور سے پڑھو ہر فقرے یا ہر صفحے کے ختم پر ٹھیر جاؤ کتاب کو بند کر دو اور دل میں سوچو کہ تم نے کیا پڑھا۔ جب کتاب ختم کر لو تو ساری کتاب کے مضمون کو دل میں دہراؤ۔ اپنے دل اور جسم دونوں پر پورا قابو حاصل کرو۔ دل کو اپنے اختیار میں رکھّو نہ کہ تم دل کے اختیار میں رہو۔ دل کو اپنی مرضی کا تابع کرو نہ کہ تم دل کی مرضی کے تابع بنو ؎

بڑے موذی کو مارا نفسِ امّارہ کو گر مارا
نہنگ و اژدہا و شیرِ نر مارا تو کیا مارا

دل کو قابو میں رکھنا اور اپنی مرضی کا مطیع کرنا بہت ضرور ہی اس سے آدمی کا ارادہ

مستحکم ہوتا ہی اُسسے روحانی قوت حاصل ہوتی ہی اور طبیعت میں ایک نوع کا استحکام ہو کر راسخ الاعتقادی
کی عادت پیدا ہوتی ہی۔ انسان دل ہی سے سنورتا ہی اور دل ہی سے بگڑتا ہی دل ہی اُسکا
بڑا دوست ہی اور دل ہی بڑا دشمن ہی حدیث شریف میں آیا ہی سب سے بڑا دشمن تیرا خود تیرا
نفس ہی جو تیرے دونوں پہلوؤں کے بیچ ہی۔ نرم اور گدگدے بچھونے پر کبھی نہ سوؤ بلکہ
بچھونا سخت ہونا چاہیئے۔ تمھارا پلنگ ہوادار کمرے میں رہنا چاہیئے بہت گرم لحاف نہ اُوڑھو
بلکہ ہمیشہ ہلکی چیز اوڑھو تاکہ ذراسا سردی کا اثر باقی رہے۔ کبھی اُوندھے نہ سوؤ ہمیشہ الگ
پلنگ پر سوؤ کبھی کسی کے ساتھ مل کر نہ سوؤ۔ نرم گدّی دار کرسیوں پر نہ بیٹھو۔ گھوڑے کی سواری
سے بھی پرہیز کرو کہ وہ بھی محرّک ہی۔ تمام مقوّی اور خون میں ہیجان اور حرارت پیدا کرنے
والی چیزوں سے پرہیز کرو۔ شراب تو درکنار چاے اور قہوہ بھی نہ پیو البتہ کوکو اور
چاکلٹ کا مضایقہ نہیں۔ جن لوگوں کے عضوِ تناسل میں کسی قسم کی خلش ہو یا کمزوری ہو
اُن کے لیئے کسی قسم کے منشّی عرق یا تماکو کا استعمال خواہ وہ کسی طرح بھی ہو سخت مضر
ہی غذا کا ہمیشہ خیال رکھو۔ دودھ اور ترکاریوں کا استعمال حرارتِ غریزی قائم رکھنے
کے لیئے بہت عمدہ غذا ہی۔ مناسب مقدار میں گوشت کا استعمال بھی دافع کمزوری ہی۔
تازہ مچھلی بہت عمدہ ہی لیکن انڈے زیادہ نہ کھانے چاہئیں۔ زیادہ مرچ اچار اور چرپری
چیزوں سے پرہیز کرو۔ زیادہ مٹھاس کا بھی استعمال اچھا نہیں۔ پائجامہ ہمیشہ اس قسم کا پہنو
کہ جس کی مہیانی تنگ نہ ہو۔ بُری صحبت سے ہمیشہ بچتے رہو۔ برہنہ اور مخربِ اخلاق
تصویروں کو کبھی نہ دیکھو۔ زیادہ تنہائی میں نہ بیٹھو۔ کیوں کہ اکیلے بیٹھنے میں ایسے خیالات کا
ہجوم زیادہ ہوتا ہی۔ عبادت اور یادِ الٰہی میں زیادہ وقت صرف کرو اور خداوند تعالیٰ کی
درگاہ میں دست بدعا رہو کہ وہ تم کو سیدھے رستے پر قایم رکھنے کی توفیق عطا فرماے۔
اپنی گم شدہ طاقت حاصل کرنے کی کوشش برابر کیئے جاؤ اگر دیر لگے تو سمجھو کہ دیر آید[1] درست
آید۔ مشکلات جو پیش آئیں اُن سے نہ گھبراؤ لگاتار کوشش کیئے جاؤ اللہ تعالیٰ تمھاری
مدد کرے گا اور تمھارا بیڑا اُس منجھدار سے پار لگاے گا۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ تم سُرخ رو

---

[1] جو کام دیر سے ہوتا ہی وہ دُرست ہوتا ہی مثل مشہور ہی جلدی کام شیطان کا اور دھیرے کام رحمٰن کا ۱۲۔

اور کامیاب ہو گئے جو لڑکے خدا کے فضل و کرم سے گزشتہ غلط کاریوں سے توبہ کر کے
ان حرکات سے باز آنے پر مستعد ہو گئے ہیں اُن کے لیئے جو نصیحتیں میں بیان کر چکا ہوں۔
کافی ہیں۔

ساتواں باب

سنِّ بلوغ اور تبدیلاتِ جسمانی

چوبیسویں رات

سنِّ بلوغ اور جوانی کے حالات

کچھ بہت برس نہیں گزرے کہ جس پالنے میں آج تمھارا ننّھا بھائی پڑا جھول رہا ہی
تم بھی اسی طرح جھولا کرتے تھے لیکن اب خدا کے فضل سے تم بچپنے سے نکل کر جوان
ہونے آئے اور خدا نے چاہا تو دنیا میں ایک بکار آمد مفید اور عزّت اور آبرو کے ساتھ
مبارک زندگی شروع کرنے والے ہو۔ تمھارے لیئے ابھی اور چند سال لڑکپن کا زمانہ
باقی ہی اصل خیر سے چودھویں پندرھویں برس وہ زمانہ آئے گا کہ تمھارے اعضاے توالد و
تناسل جو جسم کے حصّۂ زیرین میں ہیں بڑھنے شروع ہوں گے اور اسی طرح کئی برس
تک بڑھتے رہیں گے اور تم کو اپنی طبیعت میں ایک خاص قسم کی اُمنگ اور جوش
معلوم ہوگا جو پیش خیمہ ہی اُس نئی حالت اور تبدیلیوں کا جو تمھارے جسم میں پیدا ہونی
شروع ہو رہی ہیں اور جن سے تم اجنبی محض ہو۔ ایسے وقت میں جو جسمانی اور ذہنی
تغیّرات واقع ہوتے ہیں اُن کی وجہ سے ایک نئی کیفیت ظاہر ہوتی ہی جس کے لڑکے

خوگر نہیں ہوتے لہذا اُن کو ایک اچنبھا سا معلوم ہوتا ہی اور بعض لڑکے گھبرا جاتے ہیں بلکہ بعض تو ڈر جاتے ہیں کہ یہ کیا معاملہ ہی میں چاہتا ہوں کہ تم ان خیالات سے نا واقف محض نہ رہو بلکہ پہلے سے واقف ہو کر اُن تغیر حالات کے لیئے آمادہ اور طیار رہو اسی لیئے میں چاہتا ہوں کہ تم سے پہلے ہی سے اُس وقت کی بابت جو آیندہ ہر لڑکے کو آنے والا ہی اور جسے "زمانہ بلوغ" کہتے ہیں ضروری باتیں بیان کروں۔ نباتات کا زمانہ بلوغ وہ ہی کہ جب وہ پھولنے پھلنے لگتے ہیں لڑکوں کے لیئے یہ وہ زمانہ ہوتا ہی جب کہ اعضائے تناسل بالیدگی میں مکمل ہو جاتے ہیں اور انسان کے جسم کے حصۂ زیریں میں جو غدود ہیں اُن میں سفید اور لیس دار رطوبت جس کو "منی" کہتے ہیں پیدا ہو کر جمع ہونی شروع ہوتی ہی۔ پیدایش کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ ہم کو سب کے سب قویٰ مرحمت نہیں فرماتا بلکہ ہر چیز موقع و وقت مناسب پر جیسی جیسی کہ ضرورت پڑتی ہی دی جاتی ہی کیوں کہ اگر قبل از وقت دی جائے تو بے ضرورت ہی۔ بچہ جب پیدا ہوتا ہی تو وہ ماں کے دودھ پر پلتا ہی اس لیئے اُسے دانتوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن ایک برس سے لے کر دو برس کی عمر تک جیسی جیسی ضرورت ہوتی ہی دانت ایک ایک دو دو کر کے نکلنے شروع ہو جاتے ہیں۔ بچہ جب پیدا ہوتا ہی تو اُس کے مسوڑوں کے اندر سانچے میں دانتوں کا مادّہ موجود رہتا ہی جو اپنے وقت مقررہ تک نشو و نما پاتا رہتا ہی اور دانت اُس وقت باہر نکلنے شروع ہوتے ہیں کہ جب بچہ اس قدر بڑا ہو جاتا ہی کہ اُس کے لیئے دانتوں کی ضرورت ہوتی ہی اسی طرح بچوں میں توالد و تناسل اگرچہ شروع ہی میں موجود ہوتے ہیں مگر وہ پختگی کی حالت میں نہیں ہوتے بلکہ بالکل ابتدائی خاکہ ہوتا ہی جو آہستہ آہستہ بڑھتے بڑھتے عموماً چودہ پندرہ برس کی عمر میں زور شور سے بڑھنے شروع ہوتے ہیں جس کی وجہ سے مختلف قسم کی تبدیلیاں پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہیں اور کئی سال میں جا کر اُن کی تکمیل ہو جاتی ہی اور لڑکپن جا کر جوانی کا زمانہ جسے عالم شباب کہتے ہیں شروع ہو جاتا ہی اور جو آج تک لڑکا تھا پورا طاقت ور مرد بن جاتا ہی۔ چودہ سال کی عمر سے پچیس سال تک نشو و نما کا زمانہ ہی لیکن چودہ سال سے اٹھارہ سال تک واضح طور پر حالت کا تغیر ظاہر ہوتا ہی چونکہ اکثر لڑکے ناواقف ہوتے ہیں اور اُن کو اس بات

کی خبر نہیں ہوتی اس لیئے وہ بُری عادتیں سیکھ کر بدکاری اور گناہ میں ملوّث ہو جاتے
ہیں اور اُٹھتی جوانی میں اپنے قویٰ کو خراب کر کے برباد کر دیتے ہیں اس لیئے نہایت ضرور
ہی کہ ہر لڑکے کو اچھّی طرح پہلے ہی سے معلوم رہے کہ اُس کو کیا کیفیت پیش آنے والی
ہی تاکہ وہ اپنی نئی حالت سے اجنبی نہ رہے اور پہلے ہی سے ہمہ جہت اپنی تبدیل حالت کے
لیئے طیّار رہے۔ برس دو ہی برس میں بڑی بڑی تبدیلیاں جو بالکل ظاہر ہوتی ہیں۔
نمایاں ہونے لگتی ہیں لیکن بہت نازک وقت وہ ہی جب کہ اندرونی اور مخفی جسمانی اور
دماغی تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں جن کا زمانہ چودہ برس سے اکیس تک ہی۔ بالآخر انسان کے
قوائے توالد و تناسل عموماً پچیس سال میں جا کر پوری طرح مکمل ہوتے ہیں۔ لڑکپن میں جب کہ نظامِ تولید
ابتدائی حالت میں ہوتا ہی لڑکے اور لڑکیوں دونوں کے قوائے جسمانی اور دماغی قریب قریب
یکساں کے ہوتے ہیں لیکن عموماً چودہ سال کی عمر میں اور بعض جگہ اس سے کم میں اور کہیں
اس سے زیادہ میں جب کہ زمانہ بلوغ کا قریب آتا ہی تو مرد اور عورت کی خاص خاص
علامات علیٰحدہ علیٰحدہ ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ لڑکوں میں مردانگی اور لڑکیوں میں نسوانیت
ظاہر ہونے لگتی ہی جب یہ زمانہ شروع ہوتا ہی تو لڑکے بچپنے کی حرکات چھوڑ دیتے ہیں۔
جسم جلد جلد بڑھنے لگتا ہی۔ کندھے اور سینہ چوڑا ہونے لگتا ہی۔ کنٹھ نکل کر باریک آواز
موٹی پڑ جاتی ہی جسم میں تھوڑی سختی آجاتی ہی یعنی بچپنے کی سی نرماہٹ نہیں رہتی پنڈلیوں
پر رونگٹے نکل آتے ہیں مسیں بھیگنے لگتی ہیں اور ڈاڑھی کا خط پڑ جاتا ہی۔ ہڈیاں جو پہلے نرم
اور لجلجی تھیں اب مضبوط اور سخت ہو جاتی ہیں اعضائے تناسل بڑھنے لگتے ہیں اور عقل
ڈاڑھ نکلتی ہی۔ یہ تبدیلیاں لڑکوں کو اوپری معلوم دیتی ہیں۔ اکھڑ پنے کا زمانہ جاتا رہتا
ہی پہلے جو باتیں بھولے پن سے کہہ گزرتے تھے اب اُن میں متانت اور شرم آجاتی ہی۔
نئے خیالات اور نئی خواہشیں دل میں پیدا ہونے لگتی ہیں جس کی معقول وجہ سے وہ
ناواقف ہوتا ہی۔ اس زمانے میں لڑکے زیادہ خلیق اور متواضع اور ملنسار ہو جاتے ہیں
اُن کا طرز مردانہ وار ہو جاتا ہی۔ عورتوں کی طرف رغبت اور اپنی ہم عمر لڑکیوں سے میل جول
کی خواہش ہوتی ہی۔ اس زمانے میں خدا کی طرف سے جو خواہشیں پیدا کی گئی ہیں اُن کا

احساس تیز ہو جاتا ہے اور نیک و بد کی تمیز آ جاتی ہے یہی زمانہ ہے کہ خواہش حیوانی پیدا ہوتی ہے۔ اگر لڑکا ناواقف ہے یا اُس کو عمدہ اخلاقی تعلیم نہیں دی گئی ہے یا یہ کہ وہ بُری صحبت سے متاثر ہوا ہے تو پھر خدا ہی حافظ ہے خراب نتائج ظاہر ہوں گے یہ نازک زمانہ چودہ سے لے کر اکیس سال تک کی عمر کا ہے کہ لڑکوں کا مزاج نازک گھنا اور چڑ چڑا ہو جاتا ہے اور اُن کے مزاج میں خود رائی خود سری اور جنگ جوئی پیدا ہو جاتی ہے بھلی بات اور نصیحت اُن کو بُری لگتی ہے یہی زمانہ ہے کہ بعض لڑکے (جن کے والدین اپنی جوانی کے حالات کو بھول جاتے ہیں کہ اُن پر خود کیا گزرتی تھی) ہر قسم کی روک ٹوک اور نگرانی سے گھبراتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہر طرح آزاد اور خود مختار ہو جائیں بلکہ بعض تو گھر بار چھوڑ کر جدھر منہ اُٹھتا ہے بے سوچے سمجھے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ وہی لڑکے جن کے منہ میں پہلے زبان نہ تھی اور جو آنکھ ملا کر بات بھی نہ کر سکتے تھے دو بدو جواب دینے اور گستاخی پر تُل جاتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ اب ہم بڑے ہو گئے ہم پر کسی دباؤ کی ضرورت نہیں ہے۔ تعلیم کی طرف سے بھی غفلت کا یہی زمانہ ہوتا ہے۔ ناچ رنگ۔ سیر تماشے۔ میلے ٹھیلوں میں جانا شروع کرتے ہیں۔ نماز روزہ وعظ و نصیحت سے دور بھاگتے ہیں۔ جسمانی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ ان کی حالت میں ایک عام انقلاب نمودار ہوتا ہے اور جتنی بُری عادتیں دبی ہوئی تھیں سب اُبھر آتی ہیں۔ اسی زمانے کو "جوانی دیوانی" کہا جاتا ہے۔ فی الواقع انسان کی زندگی میں یہ زمانہ سخت طوفان اور تلاطم کا ہے۔ اَلشَّبَابُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْجُنُوْنِ۔[1] اگر لڑکا سمجھدار ہے اور اُس کو پہلے سے اچھا اُٹھایا گیا ہے تو بیس اکیس برس کی عمر میں جا کر ایک سکون ہو جاتا ہے اور تیرہ و تار گھٹا اُتر جاتی ہے۔ اگر لڑکے کی کافی نگرانی کی گئی ہے اور وہ کسی بُری صحبت یا کسی بُرے کاموں میں نہیں رہا ہے تو آگے چل کر وہ اور زیادہ نیک بخت سلیم المزاج اور خوش حال نکلے گا لیکن اگر وہ پہلے ہی سے بگڑا ہوا اور ہیچ عیب شرعی اُس میں موجود ہیں تو پھر اُس کا کہیں ٹھکانا نہ لگے گا جوں جوں عمر بڑھتی جائے گی اُسی کے ساتھ ساتھ ساری بُرائیاں اور ہر قسم کی آوارگی روبہ ترقی ہو گی اور نتیجہ سوائے تباہی اور

---

[1] جوانی جنون کی ایک شاخ ہے ۱۲

بربادی کے کچھ نہ ہوگا۔
میاں مسعود! تم سمجھ گئے ہوگے کہ انسان کی زندگی میں یہ کیسا نازک اور امتحان کا زمانہ ہی اس لیئے ضرور ہی کہ لڑکے آیندہ کی ذمہ داریوں سے تاریکی میں نہ رکھے جائیں اُن کو ہر طرح سے جتلا دینا چاہیئے کہ ایسے وقت میں اگر اُنھوں نے اپنے آپ کو نہ سنبھالا اور خدانخواستہ اُن کے قدم راستی سے ڈگمگا گئے تو پھر مدت العمر سر پہ ہاتھ دھر کر کے روئیں گے اور سوائے پشیمانی اور ندامت کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ ع قدرِ آخر بین مبارک بندہ ایست صرف وہی لوگ جو اس طوفان خیز زمانے سے نکل گئے ہیں اور جنھوں نے اپنی خواہشات کو قابو میں رکھا ہی اور عقل اور سمجھ سے کام لیا ہی بخوبی سمجھ سکتے ہیں اور عمدہ صحبت اور صلاح نیک اور راست بازی۔ بزرگوں کی امداد۔ اور خداوند تعالیٰ کی مدد کی کافی قدر کر سکتے ہیں کہ جس نے انسان کو دنیا میں نیکی سے زندگی بسر کرنے کے لیئے پیدا کیا ہی کل ان شاء اللہ تعالیٰ میری تمھاری گفتگو کا سلسلہ ختم ہو جائے گا اور میں تم کو آخری نصیحت کروں گا کہ ایسے نازک وقت کے لیئے تم کو کیا طیاری کرنی چاہیئے اور اسی کے ساتھ ہی ساتھ اور کچھ باتیں جو لڑکوں کے لیئے نہایت ضروری اور مفید ہیں بیان کروں گا۔

پچیسویں رات

بلوغ اور جوانی کے بقیہ حالات پچھلی سرگزشت پر ایک سرسری نظر اور خاتمہ

اس سلسلۂ سخن کو شروع ہو کر آج پورے پچیس دن ہوئے۔ جو کچھ پند و نصائح میں نے

۱؎ سوچ سمجھ کر کام کرنے والا ہی آدمی بھلا آدمی ہوتا ہی ۱۲۔

بیان کیے ہیں وہ میں نے بالکل سچے دل سے اور محض بہ لحاظ اُس ہمدردی اور محبت کے بیان کیے ہیں جو مجھے خاص کر کم عمر بچوں سے ہی اگر کوئی اور موقع ہوتا تو شاید مجھے کچھ بار معلوم ہوتا مگر اس موقع پر تو مجھے تم سے گفتگو کرنے میں ہمیشہ مسرت بے اندازہ اور دلچسپی رہی ہی۔ آج اُن ضروری اُمور پر میری تمھاری اخیر گفتگو ہی۔ میں جو تم سے وقتاً فوقتاً کہتا رہا ہوں وہ تمھارے لیے نہایت بیش بہا اور قابل قدر نصیحتیں ہیں۔ مجھے قوی امید ہی کہ اِن باتوں سے تم کو بہت سی مفید اور کافی معلومات ہو گئی ہو گی۔ کل کی رات جو کچھ میں کہہ چکا ہوں اُس سے تم کو معلوم ہوا ہوگا۔ کہ میں نے تم سے وہ باتیں کہی ہیں جو آیندہ چل کر پیش آنے والی ہیں میرا منشا یہ تھا کہ تم پیش از پیش اُن حالات سے واقف ہو جاؤ اور لڑکپن کے بعد اوائل زمانِ شباب جن خطرات کا سامنا ہونے والا ہی اُن سے محفوظ رہو۔ پاکدامنی کی مثال شبنم کے قطرے کی سی ہی۔ شبنم کو دیکھو صبح سویرے کس طرح گھاس اور پھولوں پر اُس کے قطرے بلور کے ٹکڑوں کی طرح چمکتے بھلے معلوم دیتے ہیں لیکن اگر تم ٹہنی پکڑ کر ہلا دو تو سب قطرے پٹ پٹ زمین پر گر جائیں گے پھر لاکھ کوشش کرو اور دنیا بھر کی تدبیریں کرو اور ساری عقل خرچ کر ڈالو مگر ممکن نہیں ہی کہ اُن قطروں کو اُنھی آب و تاب چمک دمک سے بنا سکو جیسا کہ قدرت نے بنایا تھا حال آں کہ سوا سے پانی کے قطروں کے اور کچھ بھی نہ تھا۔ پانی تو بے انتہا تمھارے پاس موجود ہی مگر ایک قطرہ شبنم کا بھی تم نہیں بنا سکتے نہ وہ بات نصیب ہو سکتی ہی جو شبنم کے ایک چھوٹے سے قطرے میں تھی۔ پاک دامنی کا بھی یہی حال ہی جہاں اس میں دھبہ لگا بس گئی گزری ہوئی جیسے موتی کی آب کہ گئی اور گئی۔ انسان بالطبع جلد باز پیدا ہوا ہی خصوصاً بچے اور بھی جلد باز ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کسی طرح کھینچ تان کے جھٹ پٹ بڑے ہو جائیں خصوصاً جب کہ وہ اپنے ہم جولیوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ بڑے ہو گئے اور ہم تورہ گئے تو اُن کو بھی حِرص آتی ہی۔ میں تم کو جتلا دیتا ہوں کہ ایسا خیال کرنا محض غلطی ہی اور ایسی خواہش رکھنے سے بُری عادتیں اختیار کرنے کی رغبت پیدا ہوتی ہی اور ایسی عادتوں سے بڑھنا تو درکنار اور اُلٹا نقصان ہوتا ہی قسم قسم کے امراض اور کمزوری پیدا ہو جاتی ہی۔ اصلی مقصد فوت ہو کر اُلٹے

لینے کے دینے پڑجاتے ہیں جس عمر میں لڑکے بالغ ہوتے ہیں اور حالات کی تبدیلیاں ظاہر ہونی شروع ہوتی ہیں اُس کے لیئے کوئی عام قاعدہ یا خاص وقت مقرر نہیں ہی بلکہ ہر شخص کی حالت اور قوائے جسمانی پر موقوف ہی۔ شاذونادر بعض لڑکے بہت جلد یعنی بارھویں سال ہی بالغ ہوجاتے ہیں اور اس کے برخلاف اٹھارہ برس میں بھی سن بلوغ کو پہنچتے ہیں۔ اس اختلاف کے خاص خاص وجوہ اور خاص خاص اشکال ہوتے ہیں۔ قوم ذات خاص آب وہوا اور زیادہ تر قوائے جسمانی صحت اور مرض پر اس کا دارومدار ہی۔ سرد ملکوں میں بدیر اور گرم ملکوں میں جلد زمانہ بلوغ کا آتا ہی۔ مزاج پیشے کو بھی اس میں بہت کچھ دخل ہی لیکن سب سے بڑھ کر جسمانی تن درستی پر دارومدار ہی۔ اکثر دیکھا گیا ہی کہ نحیف الجثہ سُست کاہل اور دائم المرض لڑکے جلد بالغ ہوجاتے ہیں۔ برخلاف اس کے جو کھلی ہوئی ہوا میں رہتے ہیں یا جو ایسے کاموں میں لگے رہتے ہیں جن میں جسمانی ورزش ہوتی ہی اور جو اس قسم کے کھیلوں میں لگے رہتے ہیں جس سے جسم قوی مضبوط ہاڑا اور کامل تن درستی میسر ہوتی ہی وہ دیر سے بالغ ہوتے ہیں۔ بادی النظر میں یہ بات خلافِ قیاس معلوم ہوتی ہی۔ لیکن فی الواقع بات یہی ہی جو میں تم سے کہہ رہا ہوں۔ انسان پر ہی یہ عادت موقوف نہیں بلکہ پھلوں کی بھی یہی حالت ہی کسی پھل دار درخت کو لو جو کسی قسم کے پھل مثلاً سیب یا آڑو وں سے لدا ہوا ہو۔ اوائل زمانے میں چند پھل گدرے اور لال ہوکر پختہ معلوم دینے لگتے ہیں۔ اور بہ ظاہر خوش نما اور پکے ہوئے دکھلائی دیتے ہیں لیکن جو پھل ایسے جلدی طیار ہوجاتے ہیں اُن کو توڑکر دیکھو تو ضرور اُن میں کچھ نہ کچھ خرابی ہوگی۔ بعض میں کیڑا لگا ہوا ہوگا یا بعض ٹھہر گئے ہوں گے لیکن جو پھل بے داغ ہی وہ اپنے وقت مقررہ پر پوری طرح نشوونما پاکر اُترے گا اور وہی لذیذ بھی ہوگا۔ جو لڑکے قبل از وقت جوانی کی ہوس میں بُری عادتیں اختیار کرلیتے ہیں اُن کو پوری طرح جوانی چڑھنے ہی نہیں پاتی کہ وہ عوارض میں مبتلا ہوکر کُھلا جاتے ہیں۔ لیکن جو لڑکے قواعد حفظان صحت کی پابندی کرتے ہیں اُن کی جوانی دیکھو کہ کیسی چڑھتی ہی ڈیل ڈول قوی ہمہ تن صحت و تن درستی کا نمونہ ہوتے ہیں۔ ایسے لڑکوں کو قوائے شہوانی کا احساس کم ہوتا ہی کیوں کہ اُن کے قوی کو ہیجان یا غیر معمولی جنبش نہیں دی گئی ہی بلکہ وہ عالم سکون میں

بہ مطابقتِ فطرت نشو و نما پا رہے ہیں اور اپنے ٹھیک وقت پر جوان ہو جاتے ہیں اس کے خلاف اُن کا حال ہے جن کو بد قسمتی سے وراثۃً یا اکتساباً کمزوری یا بیماری لگ گئی ہے۔ پس تم کو ہر گز جلد جوانی آنے کی آرزو نہ کرنی چاہیئے کیوں کہ ایسی جوانی سے جو زبردستی گھسیٹ لی جاے فائدہ تو کچھ بھی نہیں ہاں نقصان ضرور ہے کیوں کہ جس قدر جلد جوانی آ ئے گی اُسی قدر جلد بڑھاپے کا آنا بھی لازم ہے۔ [1]ہر چہ زود بر آید دیر نپاید۔ جو دیر سے جوان ہوں گے وہ دیر سے بڈھے بھی ہوں گے۔ مناسب غذا۔ روزانہ غسل۔ تازی ہوا میں مشی۔ ورزش سے جو ایسی زیادہ نہ ہو کہ ملول کر دے اور نہ ایسی کم ہو کہ کچھ اثر نہ ہو بلکہ معتدل اور روزانہ ہو تم کو ایسے جسمانی قویٰ اور قوّت حاصل ہو گی کہ جس سے بقیۃ العمر تم تن درست چاق اور چوبند رہو گے۔ چودہ برس سے پچیس تک کا زمانہ نشو و نما اور بلوغ کا ہے یہی زمانہ بڑے خطرے اور امتحان کا ہے۔ اسی زمانے میں اکثر لڑکے غلط کاری اختیار کر لیتے ہیں بعض جسمانی بعض دماغی بعض اخلاقی اور بعض تینوں قسموں کی غلط کاریاں کرنے لگتے ہیں جس کی بڑی وجہ ناواقفیتِ حالات ہوتی ہے اور میرے خیال میں بہت کم لڑکے دیدہ و دانستہ ایسے حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں بلکہ بے خبری کی حالت میں اُن سے ایک حرکت سرزد ہو جاتی ہے جس کی آگے چل کر لت پڑ جاتی ہے اور جس کا مآل کار تباہی اور بربادی ہوتی ہے۔ تمھارے دل میں یہ خیالات آ سکتے ہیں۔ جیسے کہ اکثر لڑکے سمجھ لیا کرتے ہیں کہ ہم تن درست ہیں ہمارے ہاتھ پاؤں ہٹے کٹے ہیں ہماری حالت ہر طرح اچھّی ہے ابھی ہماری عمر ہی کیا ہے ہم کو سب روا ہے۔ وقت سے بے وقت ہم کھانا کھائیں تو کیا ہوتا ہے الا بلا جو کھا جائیں سب ہضم۔ جو کرنا ہے اب کر لیں جوانی کیا بار بار آتی ہے آیندہ چل کر توبہ کر لیں گے خود بخود سب چھوڑ چھاڑ کے راہ راست پر آ جائیں گے بھاگر کیا پڑی ہے۔ یہ بھی شیطان کا بہکانا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو بہت سی بُری عادتوں سے محفوظ رکھا ہے تاہم ہر شخص کو اپنی تن درستی کی حفاظت اپنے قواے جسمانی کا رکھ رکھاؤ نہایت ضروری اور اہم فریضہ ہے اور یاد رکھو کہ یہی عمر سنورنے اور بگڑنے کی ہے۔ غفلت کا مآل کار تباہی ہے۔ جاہل اور اُجڈ وہی رہے گا جو نچی

---

[1] جو چیز جلد آتی ہے وہ جلد جاتی بھی ہے ۱۲

تعلیم سے بے خبر رہے گا کسی سیٹھ یا ساہوکار کا دیوالہ نکلنے کے لیے کچھ یہ ضرور نہیں ہو کہ
اُس نے روپیہ نکھٹوؤں سے برباد کیا ہو۔ اُس کی تباہی کے لیے صرف اُس کی بے پروائی
اور غفلت کافی ہو اگر وہ اپنے کاروبار کی نگرانی نہ کرے تو بس سمجھ لو کہ دیر سویر دیوالہ
نکلے گا پر نکلے گا۔ کوئی کاشتکار اپنے کھیت میں اناج کے ساتھ گھانس پات نہیں تو ذرا
ذرا اُسے کھیت سے غافل ہونے دو پھر دیکھو کہ سارا کھیت اوندھا ہو جائے گا اور
جنگلی گھانس اور جھاڑی کانٹی سے بھر جائے گا اور تھوڑے ہی دنوں میں سارے کا
سارا کھیت برباد ہو جائے گا۔ یہ کس بات کا نتیجہ ہو۔ صرف غفلت کا۔ یہ مانا کہ اب تک
تم سب باتوں سے بچے ہوئے ہو۔ تمھاری تن درستی۔ تمھارے قویٰ سب درست
ہیں لیکن اگر تم ان کی خبرگیری نہ رکھو گے اور متواتر دیکھ بھال سے ان کو اپنی اصلی حالت پہ
برقرار نہ رکھو گے تو یقیناً چند روز میں تم سب کچھ کھو بیٹھو گے۔ جب دنیا کا یہ حال ہو تو بتلاؤ کہ
اگر تم نے شروع ہی میں غفلت یا تاخیر کی تو کیا وجہ ہو کہ تمھاری بھی وہی حالت نہ ہو جو
دوسروں کی ہوتی ہو۔ ممکن ہو کہ تم میرے کہنے پر عمل کر کے اپنے جسمانی اور دماغی قویٰ کی
درستی مدِ نظر رکھو اور حفاظت بھی کرو لیکن سب سے بڑا فرض تو روحانی قویٰ کی درستی ہو کہیں
اُس سے غافل نہ ہو جانا شیطان تو ہر وقت گھات میں لگا بیٹھا ہو وہ تم کو بہکائے گا اور
ورغلائے گا کہ میاں جو کچھ تم نے سنا یہ تو میں بھی مانتا ہوں کہ سب سچ ہو لیکن ابھی تمھاری عمر
ہی کیا ہو۔ منہ میں سے دودھ کی بو تک تو گئی نہیں۔ دنیا کا تم نے دیکھا ہی کیا ہو۔ ع
گو آمدی گو پیر شدی۔ ابھی تو ماشاء اللہ چڑھتی جوانی ہو۔ یہی تو بہار کے دن ہیں۔
جوانی کیا بار بار آتی ہو خوب مزے کر لو۔ گلچھرے اُڑا لو۔ آگے چل کر دنیا کے بکھیڑوں
میں پھنس جاؤ گے۔ گھر داری کا بوجھ پڑے گا تو خود بخود سنبھل جاؤ گے۔ عبادت اور
خدا پرستی کا بھی وہی وقت ہو۔ شیطان اسی طرح تم کو سبز باغ دکھلا کر برسوں ٹلاتا رہے گا
اور ممکن ہو کہ یہ غفلت کا پردہ عمر بھر پڑا رہے اور آج کل کرتے کرتے ساری عمر گزر جائے
اور تم کو توبہ کرنے کی نوبت نہ آئے اور بالفرض اگر توبہ کی سوجھے بھی تو کب جب کہ اُس کا وقت

ف آتے دیر نہیں ہوئی کہ بڈھے بھی ہو گئے ۱۲۔

نہیں رہا۔ اور دین اور دُنیا دونوں اکارت گئے۔
پس ہرگز تم آج کے کام کو کل پر نہ ڈالو۔ کارِ امروز را بہ فردا مگزار[۵۱]۔ نہ کسی کام میں لیت و لعل اور غفلت کرو۔ در کار خیر حاجتِ ہیچ استخارہ نیست[۵۲]۔
یاد رکھو کہ اگر تم نے ذرا بھی غفلت کی تو اپنی غلطی پر عمر بھر پچھتاتے ہی رہو گے بیماریوں اور کمزوری سے ضرور نحیف الجثّہ ہو جاؤ گے ساری اُمنگ اور مردانگی مٹ جائے گی۔
دل میں بجائے نورِ ایمان کے گناہ کی کالی گھٹا چھا رہی ہو گی اور رفتہ رفتہ ایمان کی روشنی دھندلی اور تاریک ہو کر اندھیر الگھُپ ہو جائے گا اور شیطان تم کو تباہ اور برباد کرے گا اگر تم نے غفلت کی تو ضرور تمھارے لیئے بھی بُرا نتیجہ ہو گا۔ پس اس وقت کو غنیمت سمجھو۔
پانچ چیزوں کی پانچ چیزوں سے پہلے قدر کرنی چاہیئے۔
(۱) بڑھاپے سے پہلے جوانی کی۔
(۲) بیماری سے پہلے تن درستی کی۔
(۳) مفلسی سے پہلے دولت مندی کی۔
(۴) مصروفیت سے پہلے فرصت کی۔
(۵) موت سے پہلے زندگی کی۔
میاں مسعود! کبھی بھول کر بھی کارِ خیر میں دیر نہ کرنا۔ میں تم سے متوقع ہوں کہ اسی وقت جب تم مجھ سے رخصت ہو کر گھر جاؤ فوراً اپنے کمرے میں چلے جاؤ اور جا کر خدا کے سامنے سجدے میں گر پڑو اور سچّے دل سے تمام گناہوں سے توبہ کرو۔
اور خدا سے نہایت عاجزی سے اپنے گناہوں کی معافی چاہو اور دعا کرو کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو راہِ راست پر لانے پیچھے ہمارے دلوں کو ڈانواڈول نہ کر اور اپنی سرکار سے ہم کو رحمت کا خلعت عطا فرما کچھ شک نہیں کہ تو بڑا دینے والا ہے۔
اپنے دل میں پوری طرح ٹھان لو اور خدا کو گواہ رکھ کر مستحکم عہد کر لو کہ اس گھڑی

---

۵۱ آج کے کام کو کل کے لیئے نہ رکھ چھوڑو ۱۲۔
۵۲ اچھّے کام کے لیئے استخارے کی کچھ ضرورت نہیں ہے ۱۲۔

سے احکام شریعت کا پورا التزام رکھوں گا۔ اور مذہب اسلام کے تمام احکام کی سختی سے پابندی کروں گا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری سنے گا۔

اور یاد رکھو کہ جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کے احکام پر چلتے ہیں وہی اپنی مراد کو پہنچتے ہیں۔

میری دلی دعا ہے کہ خداوند تعالیٰ تمھیں دین و دنیا دونوں میں برکت دے اور انجام بخیر کرے۔ وَعَلَیْكَ السَّلَامُ وَبِہٖ خَتْمُ الْکَلَامِ۔

لہ تم پر سلام ہو اور اسی پر کتاب کا خاتمہ ہے ۱۲

تمت

تقریظ عالی جناب شمس العلماء ڈاکٹر حافظ مولوی نذیر احمد خاں صاحب

ایل ایل ڈی۔ ڈی او ایل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اخلاقِ فاضلہ میں سب سے برتر حیا ہی یہاں تک کہ اسلامی شریعت نے اُس کو جزوِ ایمان قرار دیا ہی۔ اَلْحَیَآءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ یا دوسرے لفظوں میں مَنْ لَا حَیَآءَ لَہٗ لَا اِیْمَانَ لَہٗ اور یہ اس لیے کہ حیا گویا خدائی محتسب ہی جو آدمی کو بہت سے افعالِ ذمیمہ سے روکتا رہتا ہی۔ غصہ اور خواہش آدمی کے دو فطری خواص ہیں اُس کے لیئے شرطِ زندگی اور اسی لیئے ہر فردِ بشر میں پائے جاتے ہیں کسی میں کم کسی میں زیادہ۔ پس آدمیوں میں باہم کشمکش کا واقع ہونا ایک ضروری بات ہی اور کشمکش موجب فساد۔ وہ چیز جو دنیا میں امن و عافیت کو قائم کیئے ہوئے ہی حیا ہی یہ اُٹھ جائے تو دُنیا میں امن ایک لمحہ قایم نہیں رہ سکتا اور اسی سے کہا گیا ہی اِذَا لَمْ تَسْتَحْیِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ پھر شدت اور ضعف کے اعتبار سے حیا کے تین درجے ہیں۔ حیا کا ادنیٰ درجہ یہ ہی کہ آدمی ابنائے جنس سے شرم کرے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ خود اپنے نفس سے شرم کرے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خدا سے شرم کرے۔ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ۔ ہم نے تو جہاں تک غور کیا یہی سمجھ میں آیا کہ ایک حیا کی حکومت کا دلوں پر کما حقہٗ بیٹھنا انتظامِ دُنیا اور حفاظتِ حقوق کے لیئے بس کرتا ہی۔ حیا کی حکومت تو آدمی کے تمام اعمال پر عام تھی یعنی آدمی

۱؎ جس کو حیا نہیں اُس کو ایمان نہیں ۱۲ ۲؎ جب تو شرم نہیں کرتا تو جو تیرا جی چاہے سو کر ۱۲ ۳؎ اگر تو خدا کو نہیں دیکھتا تو اتنا تو جان لے کہ وہ تجھ کو دیکھ رہا ہی ۱۲ ۵؎ حیا ایمان کی ایک شاخ ہی ۱۲

کے ہر ایک عمل میں حیا کو دخل تھا مگر لوگوں نے از خود حیا کی حکومت کو عملاً محدود کر دیا اب حیا کا استعمال زیادہ تر ایک خاص خواہش نفسانی میں کیا جاتا ہی اور وہ بھی حد سے زیادہ مبالغے کے ساتھ حتیٰ کہ بعض اوقات اُس کو جھوٹی شرم کہنا پڑتا ہی جو بجائے خود رذیلت ہی۔ اخلاق کی کتابوں میں یہ کلیہ قاعدہ قرار پا چکا ہی کہ تمام فطری قوتیں درجۂ اعتدال میں فضیلت ہیں اور افراط و تفریط دونوں درجوں میں رذیلت۔ مثلاً غصہ ایک فطری قوت ہی درجۂ اعتدال میں شجاعت محمود افراط میں تہوّر تفریط میں جُبن ہر دو مذموم۔ یہی حال حیا کا ہی جس کو درجۂ افراط میں ہم نے جھوٹی شرم کہا حیا حقیقت میں حفاظت ہی فطری قوت خواہش نفسانی کی۔ خواہش نفسانی کے بارے میں عموماً لوگ غلطی کرتے اور سمجھتے ہیں کہ یہ قوت فی نفسہا ایک طرح کا فطری عیب ہی قابل حقارت و نفرت اور حیا اُس حقارت و نفرت کا اظہار ہی اور اسی خیال سے ہر مذہب میں کتنے لوگ یہ اختیار کر لیتے ہیں جو شادی بیاہ کچھ نہیں کرتے مگر غور سے دیکھا جائے تو خواہش نفسانی کی قوت تمام فطری قوتوں کی سرتاج اور سب میں شریف تر اور بزرگ تر ہی اس لیئے کہ اور قوتیں انسان کی خادم اور اُس کے لیئے ذریعۂ راحت ہیں اور خواہش نفسانی کی قوت خود انسان کی پیدایش کا ذریعہ یعنی بنظر ظاہر انسان کی پیدا کرنے والی ہی۔ یا یوں کہو کہ اشرف المخلوقات کو معدوم سے موجود کرتی ہی۔ اب سمجھے کہ لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ کی[1] منصف مزاج اور معقول پسند کو یہی ایک بات صداقت اسلام کے لیئے بس کرتی ہی۔ اور زبردستی اور ہیکڑی اور ہٹ دھرمی کا تو کچھ علاج نہیں۔ حیا کو جو خواہش نفسانی کی حقارت کی دلیل بتایا جاتا ہی یہ عین اُس کی عزت اور قدر و وقعت کی دلیل ہی بیش قیمت جوہر کی احتیاط کی جاتی۔ نہ بینگنی کی ؎

	گوش را نیز حدیث تو شنیدن نہ دہم		گر[2] تو ا ہم بکسے روئے تو دیدن نہ دہم	

انسان کو اشرف المخلوقات اس سمجھا جاتا ہی کہ مخلوقات عالم کے تین درجے ہیں ادنیٰ درجہ جمادات کا ہی کہ وہ فقط جسم ہیں اُن میں نہ ہالارادہ حرکت ہی کہ جہاں چاہیں چلے جائیں از خود

[1] اسلام میں ترک دنیا نہیں ہی ۱۲ [2] اگر میرا اختیار رہو تو کسی کو تیرا مونھ تک دیکھنے نہ دوں اور کان کو بھی تیری بات سُننے نہ دوں ۱۲

جگہ بدل سکیں نہ بالیدگی نہ کسی طرح کا احساس جیسے کنکر پتھر وامثالہا۔ جمادات سے بڑھ کر درجہ نباتات کا ہی کہ وہ جسم ہیں اُن میں بالارادہ حرکت نہیں مگر بالیدگی ہی اور ایک طرح کا احساس بھی کہ گلتے سڑتے سوکھتے ٹھٹھرتے رہتے ہیں جیسے درخت جڑی بوٹی بیل۔ نباتات سے بڑھ کر حیوان اور حیوانوں میں اعلیٰ اور افضل انسان کہ اِن میں جمادات اور نباتات سے بڑھ کر حرکت بالارادہ اور دوسرے حیوانوں کے مقابلے میں کامل درجے کا احساس ہی جس کو قوّتِ تعقّل سے تعبیر کیا جاتا ہی اور اسی قوّت کے بل بوتے پر وہ جمادات نباتات حیوانات سب پر حاکم بن بیٹھا ہی اور باستحقاق اشرف المخلوقات کہلاتا ہی۔ جب انسان اشرف المخلوقات ہی تو اُسی کی خواہش نفسانی جس کو اُس کے ایجاد میں مدخل عظیم ہی کیوں اشرف القویٰ نہ ہو۔ لیکن لوگوں نے بکثرت بُری طرح قوت سے کام لے کر ہُنر کو عیب اور فخر کو عار اور فضیلت کو رذیلت بنا دیا ہی۔ خداوند عالم نے دنیا کو دارالاسباب بنا کر زمین کو پیدا کیا اور موالید ثلاثہ سے اُس کو زینت دی۔ جَعَلْنَا مَا عَلَی الْاَرْضِ زِیْنَةً لَّهَا ہم دیکھتے ہیں کہ دُنیا ایک طرف دارالاسباب ہی کہ ہر چیز کا ایک سبب ہوتا ہی اور ہر واقعے کی کوئی تمہید یعنی علّت تو دوسری طرف وہ عالمِ کون وفساد ہی کہ یہاں کسی چیز کی حالت کو قیام وثبات نہیں کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ اور اِس کے ساتھ خدا کو یہ بھی منظور ہوا کہ ایک وقت خاص قیامت تک جس کا وقت اُس کے سوائے کسی کو معلوم نہیں یہ کارخانہ اور اُس کی چہل پہل اسی طرح قایم رہے۔ غرض دُنیا میں بقا اور فنا ضدّین کو جمع کرنا تھا تو خدا کی حکمتِ بالغہ اِس کو مقتضی ہوئی کہ اُس نے ہر فنا ہونے والی چیز کو اپنا عوض مہیّا کرنے کی صلاحیت بخشی اور یہی کچھ دیکھا بھی جاتا ہی کہ ایک درخت اپنی میعادِ بقا پوری کر کے خشک ہو جاتا ہی اور یہی اُس کا فنا ہونا ہی لیکن اپنے زمانِ بقا میں وہ اپنے جیسے کتنے درخت پیدا کر کے چھوڑ جاتا ہی[۵] نخواہد این چمن از سرو ولالہ خالی ماند یکے ہمی رود و دیگرے ہمی آید

---

[۱] جتنی مخلوقات (روئے) زمین پر ہی سب فنا ہو جانے والی ہی ۱۲ [۲] جو کچھ (روئے) زمین پر ہی ہم نے اُس کو (روئے) زمین کی رونق (کا موجب) بنایا ہی ۱۲ [۳] یہ باغ تو کبھی درختوں اور پھولوں سے خالی نہ رہے گا یہاں کا یہی قاعدہ ہی کہ ایک آتا ہی اور ایک جاتا ہی ۱۲

اور یعینہ یہی حال حیوانات کا ہے اور یہی حال حضرت انسان کا ہے ع رفت[۵۱] منزل بدیگرے پرد اخت۔ مصنف سلمہ ربہ نے قائم مقام پیدا کرنے کی صلاحیت کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نباتات اور حیوانات میں اور بہت سے اعتبارات سے انسان بھی حیوانات ہی میں داخل ہے خدا نے یہ خاصہ رکھا ہے کہ عمر کی ایک حد کو پہنچ کر ان میں ایک مادہ پیدا ہوتا ہے جو نسل آیندہ کا ہیولی قرار پاتا ہے یہ مادہ نباتات کے تعلق سے تخم یا بیج کہلاتا ہے اور حیوانات کے تعلق سے نطفہ۔ پس تخم اور نطفہ عالم نباتات و حیوانات کی نسل آیندہ کا گویا خاکہ ہے جس طرح خاکہ رنگ بھرنے اور خط و خال نکالنے سے پوری تصویر بن جاتا ہے۔ اسی طرح تخم اور نطفہ چند بالائی اعمال کے انضمام سے جیتے جاگتے نباتات و حیوانات کی شکل اختیار کر لیتے ہیں فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ[۵۲] أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا فَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبًّا وَعِنَبًا وَقَضْبًا وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا وَحَدَائِقَ غُلْبًا وَفَاكِهَةً وَأَبًّا مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ۔ اور وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ[۵۳] مِّن طِينٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ[۵۴] نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ

---

[۵۱] آپ تو چلا گیا اور گھر بار دوسرے کے لیئے چھوڑ گیا ۱۲۔

[۵۲] تو آدمی کو چاہیئے کہ (اور نہیں تو) اپنے کھانے (ہی) کی طرف نظر کرے کہ ہم (ہی) نے اوپر سے پانی برسایا پھر ہم (ہی) نے بیج میں ایسی طاقت دی کہ اُس نے) زمین کو پھاڑا پھر ہم (ہی) نے (ایک) زمین میں (یہ سب کچھ) اُگایا (یعنی) غلّہ اور انگور اور ترکاریاں اور زیتون اور کھجوریں اور گھنے گھنے باغ اور میوے اور چارا (یہ سب) اس لیئے کہ تم لوگوں کو اور تمھارے چارپایوں کو فائدہ پہنچے ۱۲۔

[۵۳] اور ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا ۱۲۔

[۵۴] پھر ہم ہی نے اُس کو حفاظت کی جگہ (یعنی عورت کے رحم میں) نطفہ بنا کر رکھا پھر ہم ہی نے نطفے کا لوتھڑا بنایا پھر ہم ہی نے لوتھڑے کی بندھی بوٹی بنائی پھر ہم ہی نے بندھی بوٹی کی ہڈیاں بنائیں پھر ہم ہی نے ہڈیوں پر گوشت چڑھایا پھر (آخر کار) ہم ہی نے اُس کو (گویا بالکل) دوسری ہی مخلوق (کی صورت میں) بنا کھڑا کیا تو (سبحان اللہ) خدا بڑا ہی بابرکت ہے جو (سب) بنانے والوں میں بہتر (بنانے والا) ہے پھر (لوگو) اس کے بعد تم (سب) کو مرنا ہے پھر قیامت کے دن تم (سب) اُٹھا کھڑے کیئے جاؤ گے ۱۲

مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ۝ اعمال بالائی میں عمدہ اور ضروری تو خدا کے کرنے کے ہیں جو آدمی کے بس کے نہیں اور وہی کرتا ہے اور کچھ اوپری اور سرسری قسم کے آدمی انجام دیتا ہے جیسے تخم کے لیئے زمین کا جوتنا۔ بونا۔ کھاد دینا۔ سینچنا۔ نطفے کے لیئے اُس کا عورت کے رحم میں داخل کرنا لیس اتنے تعلق سے آدمی کو شرارت کا موقع ملتا ہے اور وہ طرح طرح کی بدکرداریوں سے یا تو سرے سے نطفے ہی کو تباہ کر دیتا ہے کہ اُس میں تولید نسل کی قابلیت باقی نہیں رہتی یا باوجود باقی رہنے قابلیت کے اُس کو ضائع کرتا ہے اور ہر حالت میں وہ ابطال حکمت آلٰہی کا مجرم ثابت ہوتا ہے اور افزایش نسل آدم کا مخالف۔ لوگوں کی بداعمالیوں نے اس مضمون کو اس قدر ٹیڑھا بنا دیا ہے (اور افسوس سے بمجبوری کہنا پڑتا ہے کہ یہ بداعمالیاں عام ہیں کم تر لفسوس ان سے محفوظ ہیں اگر ہوں) کہ اس مضمون پر کچھ لکھتے ہوئے آپ ہی لاجواب مرنا پڑتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج تک کسی اُردو نویس نے اس کو چھیڑا تک نہیں۔ ہاں علاجوں کے اشتہار تو اخباروں میں ادبدا کر ضرور ہوتے ہیں تو ایسے عام لفظوں میں کہ اُن سے وہ مدعا حاصل نہیں ہوتا جو اس کتاب میں پیش نہاد خاطر ہے اور وہ اشتہار اس غرض سے دیئے بھی نہیں جاتے ہم نے جو اس کتاب پر ماک کرنے چاہیے تو بے اختیار اسد اللہ خاں غالب کا ایک قطعہ یاد آ گیا۔ قطعہ۔ مشکل ہے زلبس کلام میرا اے دل ؀ سُن سُن کے اُسے سخنوران کامل ؀ آسان کہنے کی کرتے ہیں فرمائش ؀ گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل ؀ وہ تو مصنف سلمہ ربہ ہی کی آزادی پسند طبیعت تھی کہ اُنھوں نے ایک چور مرض کو پکڑا اور جھوٹی شرم کی پروانہ کرکے اِس کا پردہ فاش کیا ۝

۱	در طلب کردن حقیقت کار ؀		از خدا شرم دار و شرم مدار ۲

پر عمل کرنے کو بھی جرأت چاہیئے لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ اسی کی ہم مصنف کو داد دیتے ہیں

۵۱ اگر میں کہوں تو بھی مشکل ہے اور نہ کہوں تو بھی مشکل ہے ۱۲۔

۵۲ حقیقت کام کی تلاش میں خدا سے شرم کرنی چاہیئے نہ کسی اور سے ۱۲۔

۵۳ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا کچھ باک نہیں رکھتے ۱۲۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بہت سی پردے کی باتیں حدیثوں میں منقول ہیں۔ یہ بھی اسی قبیل سے ہی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانِ خلافت میں مسلمانوں کے لشکر کثرت سے کافروں کے دور دست ملکوں میں جہاد کرنے جاتے تھے اور دشمنوں کے ملک میں اُن کو لمبا اوقات بہت دن لگ جاتے تھے۔ مسلمان سپاہیوں کی بیبیاں اپنے شوہروں کی مفارقت میں متاذی ہوتی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کسی طرح پر معلوم ہوا تو اُنھوں نے مسئلے کے طور پر اپنی بیٹی اُمّ المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ شاید انھوں نے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں کچھ سنا ہو۔ انھوں نے چار مہینے بتائے۔ یہ ہی در طلب کردن حقیقت کار ؛ از خدا شرم دار و شرم مدار ؛ بات بات میں ہمارا ذہن صداقتِ اسلام کی طرف منتقل ہوتا ہی ایک بات یہ بھی ہی کہ قرآن مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں دونوں کے حق میں نازل ہوا ہی۔ انسان کی خواہش نفسانی کے متعلق کس خوبی اور کس جامعیت سے مبتدا اور خبر صرف دو لفظ فرمائے ہیں نِسَآءُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ؎ اول تو اس اختصار کو دیکھیے کہ ایک کتاب کا مطلب دو لفظوں میں ادا کر دیا پھر ایسی تسبیح سبحان اللہ سبحان اللہ خدا کے سوائے کس کو سوجھے۔ لوگوں کی شرم وحیا کا لحاظ اور پھر ہندی کی چندی کر کے سب کچھ کہہ بھی دیا عورت پر کھیتی کا اطلاق زَیْدٌ اَسَدٌ کی سی تشبیہ ہی یعنی مثلاً ہم کو زید کی شجاعت کی مدح کرنی ہی تو معمولی طریقہ یہ ہی کہ کافِ حرفِ تشبیہ کے ساتھ زَیْدٌ کَالْاَسَدِ کہا جائے لیکن اگر ہم حرفِ تشبیہ کو چھوڑ کر زَیْدٌ اَسَدٌ کہیں تو اس طرزِ بیان میں مبالغے کے ساتھ زید کی شجاعت کا اظہار مقصود ہوتا ہی کہ زید شیر جیسا نہیں بلکہ خود شیر ہی۔ یہاں بھی یہ نہیں فرمایا کہ عورتیں مردوں کی کھیتی کی طرح ہیں بلکہ فرمایا کہ خود کھیتی ہیں اس میں ایک خفی اشارہ طریقۂ اجتماع مرد و زن کی طرف بھی ہی۔ نِسَآءُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ ہی تو تشبیہ مگر معنی جو حکم اس سے مستنبط ہوتا ہی اُس پر بے کم و کاست کاربند ہونا تمام خرابیوں کی اصلاح کی کافی ضمانت ہی نطفے کو بیج سمجھ کر مرد کاشتکار کی حد میں رہے اور عورت کھیتی کی تو آسانی کے ساتھ بمقابلہ

؎ تمھاری بیبیاں (گویا) تمھاری کھیتیاں ہیں ۱۲۔

اناث ذکور کی ولادت میں ترقی ہو۔ اوسط عمر ڈیوڑھا نہیں تو سوایا ہو جائے جسمانی توانائی
میں اضافے کا ہونا بالکل قرین قیاس ہے۔ لیکن ایک اِس قوت کی بد استعمالیوں نے دنیا میں
یہ کچھ خرابیاں پیدا کر رکھی ہیں کہ ولادت جتنی ہونی چاہیئے نہیں ہوتی اور جو ہوتی ہے تو صنفِ
ضعیف نسوان کی زیادہ ذکور کی کم اور اِدھر توانائی اور اوسط عمر ردی بھی ہے اور یہ سب خدا کی
مقدس مرضی کے خلاف۔ ہم اِس رویو میں بہت کچھ لکھ سکتے تھے مگر وہ زیادہ تر طب اور
طبعیات سے متعلق ہوتا اور لوگوں کے لیئے یہ بالکل انوکھا مضمون ہے اُن کے مانوس کرنے
کو اسی پر اکتفا کیا اور مصنف سلّمہ ربّہ نے سب سے پہلے اس کو چھیڑا ہے تو اُن کو بھی بہت کچھ
اس پر لکھنا ہوگا اُس وقت کے لیئے ہم بھی بہت کچھ رہنے دیتے ہیں فقط نذیر احمد ۲ دسمبر سنہ ۱۹۰۹ء

تقریظ نوشتہ جناب خان صاحب مولوی سید احمد صاحب دہلوی مؤلف فرہنگ آصفیہ

حرزِ طفلان

مصنفہ مولوی بشیر الدین احمد صاحب خلف الصدق فخرِ قوم رونقِ اسلام مقبول بارگاہ صمد
شمس العلما ڈاکٹر مولوی حافظ نذیر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ایل ایل ڈی۔ ڈی او ایل۔
اِس مفیدِ انام عافیت انجام کتاب کو ہم نے جگہ جگہ سے دیکھا اور اُن مقامات کو بھی پڑھا
جن کی ظاہری صورت ایک مہذّب طبیعت کو جو باعثِ شرم و لحاظ ملاحظہ سے باز رکھنے
کی طرف گھسیٹتی تھی مگر جب اُس کے صحت بخش۔ مصلحِ اخلاق باعثِ فلاح و موجب
صلاحِ دارین نتیجوں کی طرف خیال گیا تو یہ بات دفعتًا دل سے اُٹھ گئی اور اِس امر کا اِس
طرح فیصلہ کیا کہ اگر اِن مقامات کو چھوڑ دیا جاتا تو آیندہ نسلوں کے واسطے جو بہبودی و تن درستی

درستی اخلاق کا پہلو تھا وہ جاتا رہتا۔ گو ہمارے ملک میں اس قسم کی تعلیم کا ابھی تک پورا پورا وقت نہیں آیا ہی مگر جب تک اس وقت کے لانے کی ایسی تدبیریں نہ کی جائیں اور ایک مستقل ڈھانچ نہ ڈالا جائے وہ کس طرح آسکتا ہی جس قدر ہندوستان صحت اخلاق کا محتاج ہی کوئی ملک اس قدر ہوگا خاص کر یورپ کا تو بچہ بچہ حکیم الطبع اور وہاں کا کل طریق معاشرت مبنی برحکمت ہوگیا ہی ہمارے اہل ملک کو ابھی تک اس بات کی خبر بھی نہیں کہ امریکہ اور یورپ میں اس طرز کی تعلیم جس پر یہ کتاب لکھی گئی ہی نہایت شد و مد سے ایک مدت ہوئی کہ جاری ہوگیا اور اس کے موجد فاضل اجل فلسفی بے بدل مصنف مشہور صاف باطن پاکیزہ خیال ڈاکٹر پادری سلونیس سٹال صاحب۔ ڈی ڈی۔ امریکن ہیں چنانچہ اس کتاب کا ماخذ انہیں کی وہ کتاب جس کا نام "و ہاٹ اے ینگ بوائے اوٹ ٹو نو"

What a young boy ought to know.

(چھوٹے بچوں کو کیا جاننا چاہیئے) رکھا گیا ہی لیکن ہمارے دوست مولوی بشیر الدین احمد صاحب نے صرف ان کے بیش بہا خیالات کا استنباط کر کے نص قرآنی۔ احادیث نبوی و روایا مسلّمہ کے استدلال سے اس کتاب کو ایک دلچسپ قصہ بنا کر تصنیف کے درجے پر پہونچا دیا ہی افعال قبیحہ اور عادات ذمیمہ کی اس خوبصورتی سے روک تھام کی ہی اور واجب العمل قابل قدر بیش قیمت نصائح کو اس انداز سے بچوں کی گھٹی میں ڈالا ہی یہ انہیں کا حق تھا۔ الحق الولد سر لابیہ آپ کے والد بزرگوار نے تعلیم نسواں میں مسیحائے وقت بن کر سب سے پہلے روح پھونکی دیگر مذہبی تصانیف و اخلاقی لکچروں سے خوابیدہ قوم کو جگایا تو آپ نے (یعنی مصنف نے) نسلوں کو ناتواں و ناگفتنی امراض سے بچانے۔ عام تن درستی پھیلانے۔ قوم کو قوی و مضبوط بنانے ہمہ تن اخلاق مجسم ٹھیرا دینے کا بیڑا اٹھایا ہی۔ اگر ابنائے جنس کی سچی ہمدردی کوئی ہم سے پوچھے کہ کیا ہی تو ہم کہیں گے کہ مولوی نذیر احمد صاحب اور ان کے خلف رشید مولوی بشیر الدین احمد صاحب کی ہمدردانہ تصانیف اگر کوئی پھر پوچھے تو پھر بھی یہی کہیں گے کہ ان دونوں صاحبوں کی تصانیف اس پر بھی کوئی نہ مانے تو سنہ ۱۸۶۹ء سے لے کر اب تک کے کارنامے دکھا دینگے اور ان سے ایمانا ہاں کرائیں گے یہ کتاب حفظ ما تقدم کے لحاظ سے نوخیز لڑکوں کے حق میں۔

جن کی اُٹھتی جوانی امراضِ بد کی نذر ہو جاتی ہی خاص حصن حصین ہی اور بد رستوں سے روکنے مضر بیخ کن اور ناشائستہ اخلاق ردی سے بچانے کے واسطے حبل متین۔ نیک رستوں پڑ ڈالنے کے لیئے رہبر کامل۔ حفظِ صحت کا بند بنانے کے لیئے طبیب حاذق اس کے علاوہ دینی فوائد میں بھی کچھ کم نہیں ہی۔ توحید باری۔ سلسلۂ آفرینش آدم۔ نباتات حیوانات۔ انسان۔ وغیرہ سے آغاز۔ قوائے عقلی۔ نورِ ایمان۔ نظامِ عصبی کے نفع و زیان۔ ظاہری و باطنی پاکی۔ بلوغ اور جوانی کے امتحان وغیرہ پر خاتمہ ہی۔ صرف یہ کہہ دینا کہ یہ کتاب خاص لڑکوں سے مخصوص ہی کسی قدر تامل طلب ہی مگر یہ اظہار کرنا کہ سب سے پہلے والدین کو اس پر نظر ڈال کر سمجھ لینا چاہیئے نہایت مناسب ہی۔ اگر لڑکوں کے واسطے حرزِ جان ہی تو ماں باپ کے لیئے پیرنٹس ہینڈ بک۔ Parents' hand book یا ناصح مشفق و خوش بیان ہی ہمیں اُمید ہی کہ اگر قوم نے اس دور کی بات پر توجّہ فرمائی اور اُس کی اصلی غرض کو عاقبت بینی کی نظر سے دیکھا تو ہمارے مولوی صاحب ضرور نوجوان مردوں بالغہ عورتوں اور لڑکیوں کے واسطے ایسی کتابیں لکھنے کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔

خداوند تعالیٰ ایسے نیک کاموں کی توفیق سب کو دے اور مولوی بشیر الدین صاحب کو ہمیشہ کے واسطے اپنے ملک کا۔ اپنی قوم کا سچا رفیق بنا دے۔ فقط سید احمد دہلوی ۲۷ جنوری سنہ ۱۹۱۰ء

ریویو "مخبر دکن" مدراس مطبوعہ ۱ جون سنہ ۱۹۱۰ء

حرزِ اطفال

حال ہی میں یہ کتاب نہایت آب و تاب سے شائع ہوئی ہی اور ہمارے خیال میں یہ کتاب ٹھیک ایسے وقت پبلک کے ہاتھوں میں پہنچی ہی جب کہ ملک میں اس کی سخت ضرورت کا احساس کیا جا رہا ہی۔ یہ ایک پرانی مثل ہی کہ "آج کے بچے کل کے باپ ہیں" اور درحقیقت

اگر ہمیں اپنی آیندہ نسلوں کی تعلیم و تربیت کا خیال نہیں ہی تو اس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری قومی زوال کا سنگ بنیاد ہمارے ہی ہاتھوں سے قایم ہو رہا ہی۔ اگرچہ یہ کتاب ڈاکٹر سلوینیس سٹال کی مفید تصنیف "وہاٹ اے ینگ بواے آٹ ٹو نو" (نوجوان لڑکوں کو کیا جاننا چاہیے) کا ترجمہ ہی مگر مولوی بشیر الدین صاحب دوم تعلقہ دار ڈویزن لنگسگور نے جس دلچسپ پیرایہ میں اصل مضامین ذہن نشین کیے ہیں وہ ہمیں ترجمہ کے دائرہ سے نکال کر ایک ایسے عالم خیالات کی سیر کراتے ہیں جہاں تصنع ابن الوقتی اور ظاہری رنگ آمیزیوں کی ہوا تک نہیں ہی۔ اس گلدستہ میں لایق مترجم نے اصل تصنیف کے باغ سے صرف انھیں دلفریب پھولوں کو جمع کیا ہی جو اپنی رنگت اور خوشبو کے لحاظ سے مسلمانوں اور عموماً مشرقی دماغوں کو معطر کر سکتے ہیں۔ ہم نے بارہا انھیں کالموں میں یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ اسلامی تصانیف میں جب تک مذہبی پہلو نہ ہو کسی طرح اصلی تعلیم و تربیت کے حصول کا ذریعہ نہیں ہو سکتے۔ ہم نہایت خوشی کے ساتھ اس امر کا اظہار کرتے ہیں کہ "حرزِ طفلاں" اس مقصد کی سب سے عمدہ کتاب ہی جس میں لایق مترجم نے جابجا آیاتِ قرآنی سے استدلال کیا ہی اور ایسے شائستہ عنوان قایم کیے ہیں کہ اگر دیباچے کو چھوڑ کر کوئی اصل مباحث کا مطالعہ کرے گا تو وہ کبھی اس بات کا قایل نہ ہوگا کہ یہ کتاب صرف ترجمہ ہی وہ بھی در اصل ایک عیسائی مصنف کی قلم سے نکلی ہی۔ ہم عموماً جوانانِ حیدرآباد کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ ضرور اس کتاب کے مطالعہ سے مستفید ہوں اور والدین کی خدمت میں تو یہ سفارش ہمارا لازمی فریضہ ہی کہ لڑکوں کے عقائد و اخلاق میں مذہبی روح پھونکنے اور انھیں آزاد خیال کی جگہ روشن خیال بنانے کے لیے صرف یہی کتاب تمام ضروری معلومات بہم پہنچا سکتی ہی۔

ہم جناب ناظم صاحب سررشتۂ تعلیمات سرکار عالی سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ اگر سالانہ امتحانات کے موقع پر اس کتاب کو انعامی کتابوں کے ذیل میں داخل فرمالیں تو ہم فعل و ہم تماشا کا مصداق ہوگا۔

رویو نوشتہ عالی جناب مولوی محمد عزیز مرزا صاحب مرحوم

بی۔ اے ایم آر اے ایس ہوم سکرٹری گورمنٹ نظام سکرٹری مسلم لیگ

مطبوعہ رسالۂ الناظر۔ لکھنؤ۔ یکم اگست سنہ ۱۹۱۰ء

ہندوستان میں یہ زمانہ انقلاب کا زمانہ ہی مشرق نے مغرب سے ٹکر کھا کر ایک تلاطم پیدا کر دیا ہی اور کوئی شی اپنی حالت پر قائم نظر نہیں آتی۔ قدیم تہذیب جو اپنے طور پر مکمل اور ہماری ملکی۔ قومی۔ اور ذاتی ضرورتوں کے مطابق تھی از کار رفتہ معلوم ہونے لگی ہی اور نئی تہذیب نے خیالات میں تغیر پیدا کر دیا ہی اور قدیم عادتوں پر ایک ایسی روشنی ڈالی ہی کہ قدامت کے غازے کے بجائے ان کے چہرے پر بد نما جھریاں نظر آنے لگی ہیں جو دل میں خود بخود نفرت پیدا کرتی ہیں۔ مگر ابھی تک ایسا نقش نہیں جما یا ہی کہ پرانی تہذیب کی قائم مقامی کر سکے یہی وجہ ہی کہ ہم ابھی تک دع ما کدر اور خذ ما صفا کے مستحکم اصول سے مستفید نہیں ہو سکے اور گو اپنی پرانی باتوں کو جو ان کی قایم مقامی کر سکیں اختیار نہیں کرتے اور اس کا یہ نتیجہ ہی کہ ہم نہ یہاں کے رہے نہ وہاں کے۔ پرانے راستہ پر چلنا نہیں چاہتے اور نئے راستہ کا پتہ نہیں لگا سکتے۔ حیرانی اور پریشانی نے ہر طرف سے گھیر لیا ہی اور جدھر دیکھتے ہیں انحطاط ہی انحطاط نظر آتا ہی۔ قدیم زمانہ کو دیکھو کہ کیسی پاکیزہ پاکیزہ صحبتیں تھیں جہاں چار بھلے مانس ملتے تھے اُنس و محبت کے چشمے اُبل پڑتے تھے۔ علمی تذکرے ہوتے تھے اشعار آبدار پڑھے جاتے تھے جن سے ایک قسم کی زندہ دلی پیدا ہوتی تھی۔ ہر بھلے مانس کا گھر اکھاڑہ تھا۔ محلے کے لڑکے جمع ہوتے تھے کوئی ڈنڈ پیل رہا ہی کوئی مگدر ہلا رہا ہی۔ کوئی اُستاد سے زور کرنے میں مصروف ہی کوئی پٹہ سیکھ رہا ہی کوئی بانک کی مشق میں مصروف ہی

یہی وجہ تھی کہ بچپن ہی میں ہاتھ پاؤں ایسے مضبوط ہو جاتے تھے کہ زندگی کٹھن منزل صحت و
عافیت کے ساتھ انجام کو پہنچ جاتی تھی اگر بہ مقابلہ اس کے حالت موجودہ پر نظر ڈالی جائے
تو نہ وہ کھیلتیں ہیں نہ وہ چرچے ہیں نہ وہ چہچہے ہیں نہ وہ زمزمے جدھر دیکھو ایک مردنی سی چھائی ہوئی
ہے اور دلوں سے زیادہ چہرے مرجھائے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ اگرچہ جابجا کلب قائم
ہیں لیکن شام کو جا کر دیکھو تو خالی پڑے ہیں اور اگر دو چار آدمی بیٹھے بھی ہیں تو اُن میں شگفتگی کا
نام نہیں۔ پرانی ورزشوں سے کنارہ کشی اختیار کی گئی ہے اور نئی ورزشوں کی طرف میلان
نہیں۔ جسے دیکھو چہرہ زرد ہاتھ پاؤں ڈھیلے۔ منزل ہستی کا طے کرنا رستم کی ہفت خوان سے
کم نہیں معلوم ہوتا۔ صحت ہی ایسی چیز ہے جو خارزار ہستی کو مہکتے ہوئے پھولوں کا چمن بنا دیتی
ہے اور جب یہی نصیب نہیں تو اُس میں سوائے کانٹوں کے رکھا ہی کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ
اہل یورپ دماغی تعلیم سے زیادہ جسمانی اور اخلاقی تعلیم پر توجہ کرتے ہیں کیوں کہ جب تک
دماغی ترقی قوائے جسمانی کی توانائی کے دوش بدوش نہ ہو بجائے فائدے کے نقصان
پہنچاتی ہے اس لحاظ سے بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں جو پاکیزہ خیالات کے تازہ کرنے اور
جسم کے مضبوط اور قوی بنانے میں کبریت احمر کا اثر رکھتی ہیں۔ عنفوان شباب کا زمانہ بھی
عجیب دیوانہ زمانہ ہے جذبات اس قدر قوی ہوتے ہیں کہ روکے سے نہیں رکتے ایسے ایسے
خیالات دل میں پیدا ہوتے ہیں کہ اگر انسان اُن کی پیروی کرے تو عمر بھر کے لیئے گمراہ ہو جائے
ایسے خطرناک زمانہ میں اگر وہ اپنی حالت سے واقف نہ ہوا اور اُس نے یہ نہ سمجھا کہ میں جس راستہ
پر چل رہا ہوں وہ کعبہ کو جاتا ہے یا ترکستان کو تو وہ اُس کی تمام زندگی برباد ہو جاتی ہے۔ اپنے
ملک کے نوجوانوں کو اس قسم کے خطرات سے بچانے کے لیئے امریکہ کے ایک مشہور اور تجربہ کار
ڈاکٹر نے ایک نہایت مفید کتاب لکھی ہے جس کا نام What a young boy
ought to know ہے جس میں اُس نے نہایت عمدگی سے انسان کی بناوٹ
اور ہستی موہوم کے راز کھولے ہیں اور تفصیل سے بتایا ہے کہ زندگی کا راستہ کس قدر پیچیدہ اور
خطرناک ہے اور اس میں قدم قدم پر کیا کیا مشکلات پیش آتی ہیں اور انسان پاکیزہ اور ستھرے
خیالات اور قوی اور مضبوط جسم جو اُس کے لیئے رہبر طریق اور ہدایت کے کا کام کرے

کیوں کر حاصل کر سکتا ہی۔ اسی کتاب کا ترجمہ ہمارے دوست مولوی بشیر الدین احمد صاحب دوم تعلقہ دار درجۂ اول علاقۂ سرکار نظام نے اپنے ہم وطنوں کی رہبری کے لئے کیا ہی اور نہایت خوبی کے ساتھ کیا ہی اور "حرزِ طفلاں" کے نام سے شایع کیا ہی۔ مولوی بشیر الدین احمد شمس العلما ڈاکٹر نذیر احمد ایل ایل ڈی۔ جیسے فاضل ادیب کے فرزند رشید ہیں جن کی طبع رسا کی نورانی شعاعوں نے نہ صرف مشرق کو بلکہ مغرب کو بھی منوّر کیا ہی اور اسی لیے ادبی قابلیت اُن کو میراث میں ملی ہی۔ اکثر لوگ غلطی کیا کرتے ہیں کہ جب کسی کتاب کا ترجمہ کرنے بیٹھتے ہیں تو گرد و پیش پر نظر نہیں ڈالتے اور گو رہتے ہندوستان میں ہیں مگر خواب دیکھتے ہیں امریکا اور انگلستان کا جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ اُن کی کتابوں کو مقامی حالات سے تعلق نہیں ہوتا اور اس لیے جس قدر فایدہ اُن سے پونہچنا چاہیئے نہیں پونہچتا۔ مولوی بشیر الدین احمد اس غلطی سے بچے ہیں اور اُنھوں نے مغرب کے گرم پانی کو مشرق کے ٹھنڈے پانی سے ایسی خوبی کے ساتھ سمویا ہی کہ مشرقی طبایع کو ناگوار نہ ہو۔ اُنھوں نے اصول اخلاقی کا تطابق کلام الٰہی اور احادیث قدسی سے کرکے ایسا مذہبی رنگ چڑھا دیا ہی جو ان کی مقبولیت اور تتبع کے لیے نہایت معین ہوگا اُنھوں نے صحیح طور پر اپنی کتاب کا ماٹو "علم شئی پہ از جہل شئی" قرار دیا ہی اور اس لیے بعض ایسے امور کا بھی ذکر کیا ہی جن کا حوالہ دینے میں بھی قلم اکثر رُک جایا کرتے ہیں۔ مگر ہم خوش ہیں کہ اُنھوں نے ایسی بے جا شرم سے کام نہیں لیا اور اُن خطروں کو وضاحت کے ساتھ ظاہر کر دیا ہی جو نوجوانوں کے سنگ راہ ہوتے ہیں اور اُن کو منزل مقصود سے ہٹا کر کہیں کا کہیں پونہچا دیتے ہیں کیونکہ تا وقتیکہ ہم کسی خطرہ کی نوعیتِ اور اُس کے کیف و کم سے واقف نہ ہوں اُس کے مقابلے کے لیے تیار نہیں ہو سکتے کتاب۔ کاغذ اور لکھائی اور چھپائی کے اعتبار سے بھی قابل قدر ہی اور اس کا نام "حرزِ طفلاں" ہی مگر وہ بچوں کی طرح نوجوانوں اور بوڑھوں کے لیے بھی یکساں مفید ہی خاص کر ہمارے ملک میں جہاں طفلانہ مزاجی کا یہ زور ہی کہ ہر شخص بڑھاپے میں بھی اپنے آپ کو نوجوان بلکہ بچہ سمجھتا ہی۔

ریویو مندرجہ علی گڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ مطبوعہ ۱۶ اگست سنہ ۱۹۱۰ء

سلوانس اسٹال امریکہ کا مشہور مصنف ہی اُس نے مختلف عمر (بچے۔ جوان۔ بوڑھے) اور مختلف جنس (مرد۔ عورت) کے لوگوں کی تہذیبِ اخلاق اور درستی اطوار کے لیئے کتابوں کا ایک سلسلہ لکھا ہی جو اس قدر مقبول ہوا ہی کہ ہر ایک کتاب لاکھوں کی تعداد میں چھپ چکی ہی اور دُنیا کی مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے ہو گئے ہیں۔ اسی سلسلے کے طرز کی ایک کتاب بچوں کے لیئے مولوی بشیر الدین احمد صاحب (دوم تعلقہ دار لنگسگور حیدر آباد دکن) (خلفِ رشید جناب مولنا ڈاکٹر حافظ نذیر احمد صاحب دہلوی) نے لکھی ہی کتاب کی بنیاد اصولِ اسلام پر رکھی گئی ہی اور اُن اصول سے بحث کی گئی ہی جو تمام دُنیا کے مذاہب کے نزدیک مسلّم ہیں۔ اس لئے یہ کتاب بلاتفریق تمام نوجوانوں کے لیئے مفید ہو سکتی ہی فی الواقع بچّوں کے لیئے ایسی کتابوں کی بہت ضرورت ہی جو اُن کو پاک اور عمدہ خیالات کی طرف متوجہ کریں اور بُرے خیالات کو اُن کے دلوں سے دور کریں۔ بُرائیوں سے اُن کو دور رہنے اور اکتسابِ علم پر راغب کریں وہ باتیں جن کا جاننا اُن کو ضروری ہی اور ہمہ تن نیکی اور عمدگی سے اپنی آئندہ زندگی بسر کرنے کی تعلیم اُن کو دیں اور اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ کتاب ان مقاصد کو اچھی طرح پورا کرتی ہی۔ چوں کہ کتاب کم عمر لڑکوں کے لیئے لکھی گئی ہی اس وجہ سے اس کی زبان سلیس اور عام فہم ہی۔ لکھائی چھپائی بہت صاف اور واضح ہی۔ اگرچہ بعض اخلاقِ ذمیمہ کو بالصراحت بیان کیا گیا ہی مگر ان معائب کے نقصانات کو بچوں کے پوری طرح ذہن نشین کرنے کے لئے ایسا کرنا ضروری تھا۔

ریویو مندرجہ پیسہ اخبار مطبوعہ ۹۔ نومبر ۱۹۱۰ء

حرز طفلاں معروف بہ انیس البنین جناب مولوی بشیر الدین احمد صاحب خلف الرشید شمس العلماء ڈاکٹر مولوی حافظ نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی کی تصنیف ہی جس میں انھوں نے بچوں کے لیئے دینی و اخلاقی تعلیم کا قابل قدر ذخیرہ وعظ کے طریق سے جمع کیا ہی اور طرز ادا قریباً وہی ہی جو مولانا نذیر احمد صاحب کی ہی اور بہر رات ہیں مسعود نام ایک بچے کو مخاطب کر کے توحید عبادت۔ تفکر و تدبر اور اخلاق کی بہت سی باتیں سمجھائی ہیں۔ اسرار شباب کی باتیں کھلے لفظوں میں بتا دی ہیں تا کہ بچہ بری صحبت میں پڑ کر جوانی کی غلط کاریوں سے اپنے آپ کو تباہ نہ کرے۔ رہی یہ بات کہ کیا یہ کتاب بچوں کی استعداد کے موافق ہی اور قدرت نے جن امور سے بچوں کو ابھی بے خبر رکھا ہی ان پر توجہ دلانا ان میں کوئی خطرناک تحریک تو پیدا نہیں کرے گا اس کے متعلق میری رائے وہی ہی جو مولوی سید احمد صاحب نے اپنے ریویو متعلقہ کتاب ہذا میں ظاہر فرمائی ہی کہ صرف یہ کھ دینا کہ یہ کتاب خاص لڑکوں سے مخصوص ہی کسی قدر تامل طلب ہی مگر یہ اظہار کرنا کہ سب سے پہلے والدین کو اس پر نظر ڈال کر سمجھ لینا چاہیئے نہایت مناسب ہی۔ کاغذ لکھائی اور چھپائی بہت نفیس ہی۔

ریویو مندرجہ رسالہ العصر لکھنؤ جولائی ۱۹۱۳ء

مولوی بشیر الدین احمد دہلوی کا نام معرفی سے مستغنی ہی۔ آپ مولانا نذیر احمد ایسے

نامور زندۂ جاوید باپ کی یادگار ہونے کے علاوہ خود بھی مصنف و مولف ہونے کا قابل فخر امتیاز رکھتے ہیں۔ اِس وقت تک آپ کی قلم سے جو کتابیں نکلی ہیں اگرچہ اُن کی تعداد چنداں زیادہ نہیں لیکن نوعیت اور مفاد کے اعتبار سے آپ کی علمی کوششیں مقبولیت کی سند حاصل کر چکی ہیں۔ اقبال دلہن جس کا پیرایۂ تحریر اور اندازِ بیان مولانا نذیر احمد کے طرز کا بہترین نمونہ ہی اس بات کا ثبوت ملتا ہی کہ آپ کو اپنے والد بزرگوار کی طرح سوسائٹی کے معائب و محاسن کا تذکرہ دل آویز اور موثر طریقہ پر کرنا بہت اچھی طرح آتا ہی۔ اسی طرح آپ کی بعض دوسری کتابیں کسی نہ کسی پہلو سے مفید اور کار آمد ثابت ہو چکی ہیں۔ معلوم ہوتا ہی کہ آپ کو ہندوستانی طرز معاشرت کی درستی و اصلاح کا کافی انہماک ہی اور یقیناً اسی غرض کو مد نظر رکھ کر آپ نے امریکہ کے مشہور مصنف ڈاکٹر سلوینس سٹال کے سلسلۂ "سلف اینڈ سکس" کی بعض کتب کا ترجمہ اُردو میں کیا ہی۔ ڈاکٹر صاحب کی یہ کتابیں امریکہ و یورپ میں غیر محدود شہرت و وقعت حاصل کر چکی ہیں اور چوں کہ ان میں سلسلہ وار بچوں سے لے کر بوڑھوں تک کے واسطے نہایت بیش قیمت معاشرتی تلقینات قلم بند کی گئی ہیں اور اُن واقعات معاملات پر عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہی جن سے کسی انسان کو چارہ نہیں اس وجہ سے ان کتابوں کی قدر و قیمت آج کل وہاں بہت ہی۔

ہندوستان میں پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی (لاہور) کی مساعی جمیلہ سے اُردو میں اس سلسلہ کی اول تین کتابوں کا ترجمہ ہو گیا ہی اور وہ بجائے خود قابل تعریف ہیں لیکن اس کے باوجود مولوی بشیر الدین احمد کی یہ اولوالعزمانہ علمی خدمت کسی طور سے فعل عبث نہیں قرار پا سکتی۔ مولوی صاحب نے ترجمہ تو ضرور کیا ہی لیکن ہندوستانی رسم و رواج اور ضروریات کو مد نظر رکھ کر اس میں ضروری اور مفید ترمیم کے لیئے بھی گنجائش نکالی ہی جو ہر طرح قابل داد ہی۔ گویا آپ نے اُن تمام امور کو جن پر ڈاکٹر صاحب نے یورپین سوسائٹی کے نقطۂ خیال سے نگاہ ڈالی ہی ہندوستانی معاشرت کے سانچے میں ڈھالا ہی۔ اس کے علاوہ آپ نے پیرایۂ تحریر عالمانہ اور فاضلانہ رکھا ہی جا بجا آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی کا جوڑ استناداً اس خوبی سے لگایا گیا ہی کہ کتاب کی شان دوبالا ہو گئی ہی۔ ان کے ماسوا قابل

مترجم نے ثبوت کے طور پر اپنے ذاتی تجربات و مشاہدات کا تذکرہ کر کے مطالب میں غایت درجہ دلچسپی کا
سامان پیدا کر دیا ہے۔ پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی کے تراجم میں یہ تمام خوبیاں مفقود ہیں۔ اُن میں لفظی ترجمہ
کی پابندی کی گئی ہے اور یہ کتابیں اس قسم کی قیود سے مطلقاً مبرا ہیں۔ اصولاً بھی مولوی بشیر الدین احمد کا یہ
طرزِ عمل کسی طرح قابلِ گرفت نہیں بلکہ اس کے برخلاف کسی غیر زبان کی کتاب کا ترجمہ جب کیا جائے تو اُس میں
ترمیم یا اضافہ کی آزادی مترجم کو اخلاقاً حاصل ہونی چاہیئے۔ اُردو زبان میں اکثر ترجمے اس خصوصیت سے
خالی ہوتے ہیں۔ اور مبصرین کی نظر میں اُن کی کوئی وقعت نہیں ہوتی بعض صورتوں میں تو لفظی ترجمہ کی قید
دل آویز اور مفید مطالب کا خون کر دیتی ہے اور مترجم کی محنت بجائے مشکور ہونے کے موردِ لعن و طعن قرار پاتی ہے
اُردو زبان میں مغربی لٹریچر کے بعض گرانمایہ جواہر کا اضافہ بذریعہ ترجمہ ہو رہا ہے اور اس سے دلدادگانِ ادب
کو خاص طور پر مطمئن ہونا چاہیئے لیکن اس کے ساتھ اہلِ قلم گروہ کا فرض ہے کہ وہ اپنی سوشل اور تمدنی
خصوصیات کو نظر انداز نہ ہونے دیں تاکہ اُن کی کوشش اہلِ ملک کے لیئے نفع بخش ثابت ہو۔ مولوی
بشیر الدین احمد ان تمام وجوہ سے مستحق مبارکباد ہیں کہ انھوں نے نہ صرف ایک کارآمد سلسلہ کتب کا
اُردو زبان میں ترجمہ کر کے اُردو خواں ناظرین کو اُس سے متمتع ہونے کا موقعہ دیا ہے بلکہ دوسروں کے لیئے راستہ
بھی کھول دیا کہ غیروں کے مال و متاع کو نیک نیتی کے ساتھ اپنے تصرف میں کس طرح لانا چاہیئے۔ ڈاکٹر
سلوینس اسٹال صاحب نے اپنے اس مشہور و معروف سلسلے میں کئی کتابیں لکھی ہیں پہلی کتاب تو عمر
لڑکوں کے متعلق ہے۔ دوسری نوجوانوں کے لیئے تیسری فلسفۂ ازدواج سے تعلق رکھتی ہے اور علیٰ ہذا القیاس
جن مباحث پر ڈاکٹر صاحب کی یہ تصانیف مبنی ہیں اُن کی تفصیل تحصیلِ حاصل ہوگی۔ مختصر یہ سمجھ لینا چاہیئے
کہ جن امور کا توالد و تناسل سے تعلق پایا گیا ہے ان سب پر آپ نے رائے زنی فرمائی ہے۔ لڑکوں کے متعلق
ڈاکٹر صاحب کی پہلی کتاب جس میں عاداتِ قبیحہ کے مضر نتائج کو نہایت خوبی سے ذہن نشین کرنے
کے علاوہ اور بھی بہت سی بیش قیمت اخلاقی نصیحتیں بیان کی گئی ہیں اُس کا ترجمہ مولوی بشیر الدین احمد
اس سے پیشتر "حرزِ اطفال" کے پُرمعنی و موزوں نام کے ساتھ شائع کر چکے ہیں اور "نشاطِ عمر" دوسری کتاب کا
ترجمہ ہے۔ بلاشبہہ یہ مسائل جس قدر دقیق اور نازک ہیں اُسی قدر یہ انسانی زندگی پر مؤثر بھی ہیں بعض
باتیں ظاہر بین نگاہوں میں غیر مہذب یا مشتعل کن دکھائی دیں لیکن اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا
کہ ان باتوں پر رائے زنی کرنے کا اس سے زیادہ مہذب اور متین انداز ناممکن ہے۔ خود یورپ میں ایک جماعت

ڈاکٹر سلوبنیں اسٹال پر فحش و گندہ لٹریچر کی فراوانی کا سامان بہم پہنچانے کا الزام لگاتی ہے اور ممکن ہے کہ ہمارے دوست ہم وطن مولوی بشیر الدین احمد کو بھی اس الزام کا بحصۂ رسدی مستحق سمجھیں۔ تاہم معمولی طور پر بھی اگر غور سے کام لیا جائے تو پتہ چل سکتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب اور مولوی صاحب دونوں کی کوششیں رفاہ عام اور خیر خواہی انام پر مبنی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مسئلہ توالد و تناسل کی طرف ہمارے یہاں کسی کو توجہ کرنے کی ضرورت کبھی محسوس نہیں ہوئی۔ حالانکہ اس پر قومی زندگی کا انحصار ہے۔ ان کتابوں میں جو کچھ اور جیسا کچھ نصائح و ہدایات مندرج ہیں وہ عملی طور پر بچوں کے لئے نہایت کار آمد ہیں اور اس کی ضرورت ہے کہ ملک نونہال انھیں آویزۂ گوش بنائیں۔ بقائے نسل کا مسئلہ نہایت درجہ اہم ہے۔ پس جو لوگ اپنی مذموم عادات کی بدولت اپنی نسل کو خراب کرتے ہیں وہ اخلاقی طور پر قوم اور ملک کے گنہگار ہیں اور انھیں گنہگاروں کی ہدایت کے لئے ایسی کتابوں کی ضرورت تھی۔ خدا کرے اس کی اشاعت ہندوستان میں کافی طور پر ہو تا کہ جس مقصد کو پیش نظر رکھ کر مولوی بشیر الدین احمد صاحب نے یہ خدمت انجام دی ہے وہ باحسن الوجوہ تکمیل کو پہنچے۔

قطعۂ تاریخ نوشتہ جناب مولوی سید محمد احسن صاحب مارہروی المتخلص بہ احسن اڈیٹر رسالہ فصیح الملک

بڑے طبّاع مولانا بشیر الدین احمد ہیں ۔۔۔ بڑی پُر زور و مضموں خیز اُن کی طبع جولاں ہے
بڑے فاضل کے بیٹے ہیں بڑے قابل ہیں خود وہ بھی ۔۔۔ کہ روشن نام اُن کا مثلِ خورشیدِ درخشاں ہے
وہ کون انسان ہے ممنون جو دل سے نہیں اُن کا ۔۔۔ تصانیفِ نذیر احمد کا اک دُنیا پے احسان ہے
کوئی تصنیف ناموزوں کوئی تحریر بے موقع ۔۔۔ وہ کیوں کر لکھ سکیں یہ بات کب ایسوں کی شایاں ہے
یہ ہیں اُن کے خلف ان سے یہی امید تھی سب کی ۔۔۔ پدر کی طرح جوہر اس پسر کا بھی نمایاں ہے
قدم میدان تصنیفات میں جب سے اُٹھا اُن کا ۔۔۔ کمیتِ خامہ مثلِ برق ہر سو گرم جولاں ہے
ابھی یہ لکھ چکے ہیں ایک ناول نادر و بہتر ۔۔۔ کہ جس کے دیکھنے کا منتظر ہر اک سخن داں ہے
مگر لکھ کر یہ ایک ناول کہیں چُپ بیٹھ سکتے تھے ۔۔۔ بنایا اور اک گلدستہ جو رشکِ گلستاں ہے
یہ گلدستہ بظاہر ہے کھلونا گرچہ بچوں کا ۔۔۔ حقیقت میں مگر اک رہبرِ راہِ دلبستاں ہے
کہی تاریخ تو نے احسنِ مارہروی اچھی ۔۔۔ ادب آموز با خلقِ حسن یہ حرزِ طفلاں ہے
۱۳۲۷ھ

قطعہ نوشتہ جناب مولوی حکیم لطیف احمد صاحب رئیس متھلی ضلع سارن ۱۳۲۷ھ

حرزِ طفلاں ہے کہ ہے چشمۂ آبِ حیواں ۔۔۔ کہ زمانے میں نہیں جس کی مثال اور نظیر

سود مند اور مفید ایسی لکھی کس نے کتاب
غم گزار و رح فزا مصلح اطفال شریر

صحبت بد سے ہی پرہیز کی تاکید اس میں
تا کسی کو نہ ہو پھر شرم کبھی دامن گیر

قابل قدر ہیں سب اس میں ہیں جتنی باتیں
کوئی اس میں ہے بشیر اور کوئی اس میں نذیر

داد اس محنت بے مزد کی میں دیتا ہوں
مرحبا قابل تحسین و پُر اخلاق بشیر

آپ سا کون ہے حامی و معین و ناصح
آپ سا کون ہے ہمدرد بھی خواہ مشیر

دل پہ پڑ جائے کہ پھر محو نہ ہو دل سے کبھی
آپ کے پند و نصائح ہیں کہ پتھر کی لکیر

یہ نصیحت ہے کہ جادو ہے کہ ہے سحر کوئی
کوئی منتر ہے کہ افسوں کوئی بہر تسخیر

کیا ہی تاثیر کہ قربان نصیحت اس پر
کیا نصیحت کہ فدا اس پہ ہے اُس کی تاثیر

اس کو جو سمجھے ہے اُس کے لیئے یہ شیر و شکر
کیوں نہ سمجھے کوئی یہ تو نہیں کچھ ٹیڑھی کھیر

اس نصیحت پہ بھی کوئی جو نہیں سمجھے گا
اُس سے سمجھے گی دو عالم میں پھر اُس کی تقدیر

اس کی تعریف میں سو قطعے بھی ہم لکھیں اگر
تو اُسے جانیئے لاریب کم از عُشر عشیر

اس کی تصنیف کی تاریخ جو پوچھے کوئی
اُس سے کہیئے کہ - ہے اکسیر یہ نسخۂ اکسیر
۱۳۲۷ھ

ولہ

لیجیئے جس کی ضرورت تھی مرتب ہو چکی
کیجیئے اس پر عمل از ابتدا تا انتہا

حرز اطفال ہے کہ تریاق سموم جاں گسل
یا ہے خضر رہ نمائے چشمۂ آب بقا

تو جوانوں کے لیئے نسخۂ اکسیر ہے
صحبت بد کے مریضوں کے لیئے حکمی دوا

ہے لطیف احمد جو اب لکھتا ہوں سال انطباع
لکھ۔ بشیر الدین احمد کو جزا دے یا خدا
۱۳۲۷ھ

ولہ

اس کی جزا ای بشیر آپ کو اللہ دے
لکھی بڑے کام کی آپ نے نادر کتاب

آپ ہی اپنی عدیل آپ ہی اپنی نظیر
آپ ہی اپنی مثال آپ ہی اپنا جواب

اس میں کوئی شک نہیں فرض ہے انسان کا
صحبت بد سے کرے قاطبۃً اجتناب

اس کی سن طبع کی فکر ہوئی جب مجھے
آئی ندا - نسخۂ راہنمائے شباب

قطعۂ تاریخ نوشتہ جناب مولوی محمد کمال الدین صاحب تحصیلدار تعلقہ گنگاوتی ضلع رائچور

جانتے ہیں سب بشیر الدین کو
علم و فضل اُن کا ہے روشن آفتاب

ہیں نذیر احمد کے فرزند رشید
علم سے ہے جن کے عالم فیض یاب

واسطے بہبودیٔ اطفال کے
کی ہی تصنیف اک کتاب لاجواب
مصرعۂ تاریخ شائق نے کہا
حرزِ طفلاں ہی بہت واقی کتاب ۱۳۲۷ھ

قطعۂ تاریخ از جناب مولوی سید عبد الخالق صاحب المتخلص بہ احسن صدر مدرس فارسی مدرسۂ عالیہ بلدہ حیدرآباد دکن

حضرتِ مولوی بشیر احمد
حاکمِ لنگسگور ملکِ نظام
زد رقم نسخۂ عجیب و غریب
حرزِ طفلاں چہ خوب دارد نام
رہنمائیست نوجواناں را
خضرِ راہِ شبابِ شیریں کام
مصرعۂ سال طبع احسن گفت
حرزِ طفلاں متاعِ عیشِ دوام ۱۳۲۷ھ

قطعۂ تاریخ نوشتۂ جناب پارسا خاتون صاحبہ دختر نیک اختر جناب مولوی محمد فضل ستار صاحب اقرسوی

کہوں کیا پارسا میں سالِ تاریخ
مگر دنیا کی یہ بھی رئیس کہیئے
چھپی ہی کیا کتابِ حرزِ طفلاں
کتابوں کی اسے بلقیس کہیئے
اسے کہیئے ۔ اتالیق الصبا یا
اسے اک ماسٹر بے فیس کہیئے
رکھے جب شیطنت سے بچوں کو باز
شہابِ ثاقبِ ابلیس کہیئے
مصنف اس کے ہیں رشکِ عطارد
دلہن تصنیف کی بر جیس کہیئے
ہیں تیرہ سو اٹھارہ سن فصلی ۱۳۱۸
مسیحی نو ۔ صفر ۔ انیس کہیئے ۱۹۰۹
یہی تاریخ صوری معنوی ہی
کہ سنہ تیرہ سو ستائیس کہیئے ۱۳۲۷ھ

قطعۂ تاریخ نوشتۂ مولوی محمد وزیر صاحب المتخلص بہ "فکر" ساکن محمد آباد بیدر ۔

صیغہ دار محکمۂ اول تعلقہ دار ضلع نظام آباد

چھپی کتاب جو نام اس کا حرزِ طفلاں ہی
نہیں ہی پند و نصائح میں جس کا کوئی عدیل
بر اسے سال تردد ہی کس لیئے ای فکر
چراغِ اہلِ وفا ۔ لکھ یا لکھ تو خوانِ خلیل ۱۳۲۷ھ

ت م ت